اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

کرامتِ کاظمی

مصنف

حافظ امانت علی سعیدی

مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ
داتا دربار مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور موبائل 0308-4504383


کراماتِ عاظمی
مصنف
حافظ کرامت علی سعیدی
مکتبہ حلیمیہ سعیدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ﴾

نام کتاب	———	کرامات کاظمی
مؤلف	———	حافظ امانت علی سعیدی
نظر ثانی	———	سردار محمد اکرم بٹر
اشاعت اول	———	یکم شوال 1433ھ
صفحات	———	224
کمپوزنگ	———	غلام یٰسین خان
ناشر	———	مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ داتا دربار مارکیٹ لاہور
قیمت	———	-/300 روپے
تحریک	———	غلام محی الدین قادری، غلام اویس قرنی
زیر نگرانی	———	محمد معین الدین چشتی سعیدی
باہتمام	———	محمد اصغر علی چشتی سعیدی

﴿ملنے کے پتے﴾

مکتبہ نوریہ، مکتبہ قادریہ، رضوان کتب خانہ، قادری رضوی کتب خانہ، مکتبہ حنفیہ، ضیاء القرآن مکتبہ اعلیٰ حضرت، مکتبہ جمال کرم، مسلم کتابوی، کرماں والا بک شاپ، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز دار الفیض گنج بخش روڈ، لاہور، شبیر برادرز، نظامیہ کتاب گھر، مکتبہ مہریہ کاظمیہ، مکتبہ کریمیہ مکتبہ فیضان سنت، اجمیری کتب خانہ، کاظمی کتب خانہ ملتان، کتب خانہ امام احمد رضا

حُسنِ ترتیب

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	7
اپنی بات	8
استقامت فوق الکرامت	10
عقیدت کا امانت دار	11
تقدیم	13
غزالی زماں ایک نظر میں	28
پیکر محبت صاحب علم ودانش	31
تحقیقِ کرامات	37
کرامت کیا ہے	37
معجزہ اور کرامت	38
معجزہ ضروری، کرامت ضروری نہیں	38
کرامت کی قسمیں	39
(۱) مُردوں کو زندہ کرنا	39
(۲) مُردوں سے کلام کرنا	41
(۳) دریاؤں پر تصرف	41
(۴) انقلاب ماہیت	41
(۵) زمین کا سمٹ جانا	42
(۶) نباتات سے گفتگو	42
(۷) شفائے امراض	43
(۸) جانوروں کا فرماں بردار ہو جانا	43
(۹) زمانہ کا مختصر ہو جانا	43
(۱۰) زمانہ کا طویل ہو جانا	43
(۱۱) مقبولیتِ دُعا	44
(۱۲) خاموشی وکلام پر قدرت	44
(۱۳) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا	44
(۱۴) غیب کی خبریں	45
(۱۵) کھائے پیئے کے بغیر زندہ رہنا	45
(۱۶) نظام عالم میں تصرفات	45
(۱۷) بہت زیادہ مقدار میں کھالینا	45
(۱۸) حرام غذاؤں سے محفوظ	45
(۱۹) دور کی چیزوں کو دیکھ لینا	46
(۲۰) ہیبت ودبدبہ	46
(۲۱) مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا	46
(۲۲) دشمنوں کے شر سے بچنا	47
(۲۳) زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا	48
(۲۴) مشکلات کا آسان ہو جانا	48
(۲۵) مہلکات کا اثر نہ کرنا	48
باب نمبر 1	51
کراماتِ کاظمی	51
کراماتِ کاظمی	53
تم نے توکل آنا تھا؟	53

عنوان	صفحہ نمبر
بیعت سے کچھ دن بعد پردہ	55
اس شدید حالت میں	58
اللہ مجھے دنیا میں رسوا نہ فرمائے گا	59
مریض کی حق تلفی	59
اللہ کے بندے کے قدم	62
ابھی میرا وقت نہیں آیا	63
میں ان باتوں کو نہیں مانتا	64
خاموش رہنے کا حکم	65
اس نیک بندی کے صدقے ہم سب کو بخش دے	67
سڑک پر ایک سید زادہ آرہا ہے	68
کسی عام آدمی کے لئے قدرت یہ اہتمام نہیں کرتی	70
مزار یا صاحب مزار	71
ڈونگے میں نوالہ	74
اس وقت یہ بوتل نہ لگ پائے گی	74
اتباع سنت	75
فرمانبرداری	77
مولانا یہ شرح صدر ہے	78
صاحب مزار کے سپرد فرمایا	79
جہاز رُک گیا	80
وہ کونسی غیبی طاقت تھی	80
بورڈنگ کارڈ	81
حضرت کی توجہ کا اثر	82
باب نمبر 2	83
علماء و مشائخ کا خراجِ تحسین	83
خواب میں اظہار ناراضگی	85
آپ جلدی فرمارہے ہیں	86
میں نے آپ کو صاحب مزار کے حوالے کر دیا ہے	86
خواب کے پانچویں یا چھٹے روز انتقال	87
میری زندگی میں اس ملک میں سوشلزم نہیں آئے گا	88
اس وقت ملو گے جب دنیا سے چلے جائیں گے	89
کشف غزالی زماں	91
مرنے کے بعد تمنا پوری ہوگی	92
مولانا، میں تمہارا کھانا لے کر آیا ہوں	93
ابھی اپنے ارادے کو ملتوی رکھو	94
جو میری بیوی کے ماموں تھے	95
تصرف واختیار	97
والدہ کی بیماری	98
سارے پیسے میرے سامنے رکھ دیئے	99
کاغذات بھیج دیئے	100
اتنا بڑا گھرانہ	102
ضرور پڑھائے	104
مولانا خیر تو ہے؟	105

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
میں اپنا کام کرتا رہا	105	غیر مقلد نماز جنازہ میں	132
وہ غریب آدمی تھا	106	بڑی سرکار میں عرض	133
ادھر دل کی کیفیت بدل گئی	107	یہ مناسب نہیں	135
میں انہیں بھی جانتا ہوں	108	زندہ کرامت	136
ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے	109	اچھا ہوا ایمان بچا کر نکل آئے	137
تم نے یہ بات کیسے کہہ دی؟	110	بدعقیدوں کا تعصب	140
اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے	111	مختلف مکاتب فکر پر مشتمل سیمینار اور	141
حضرت آج اچانک کیسے تشریف لائے؟	112	حضرت کا وقار	
کاش اپنے پیر و مرشد سے دعا کرائی جائے	113	عجیب بات	142
اچانک نگاہوں سے پردے ہٹ گئے	117	اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ	145
میرا یہ پیغام گھر گھر پہنچا دو	117	اسی میں سب کچھ ہے	146
یہ گھر سے بھاگ جاتا ہے	118	مخالفین نے اپنا چیلنج واپس لے لیا	147
جوئے شیر لانے کے مترادف	119	مخالفین نے شکست تسلیم کر لی	149
آخری جملے	121	رسول اللہ کی خاص نظر کرم	150
سفارش نہ کی	123	تحمل و بردباری	151
کھانسی سے مطالعہ میں خلل	124	نبی کا وارث اور سید زادہ ہوں	152
تازہ آم	124	کیونکہ کاظمی صاحب کا وصال ہو چکا ہے	154
دل کے مریض کو بیہوشی کی دوا	126	خطابت و تدریس سے سبکدوش کر دیا	155
دفعتاً آپ کی چارپائی برآمدہ میں آ گئی	127	کشف ولایت کا پردہ	156
بندہ کی نگرانی و حفاظت	128	مرشد کریم کی بارگاہ میں پہلی حاضری	158
پریشانی کا ختم ہونا	129	شیخ کامل کا کمال روحانیت	160
مولوی کالے کا شاگرد	130	بار بار معذرت	162
		روحانیت	164

عنوان	صفحہ نمبر
باب نمبر3	165
مریدین وعوام اہلسنت کا نذرانہ عقیدت	165
شمس الاولیاء غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم کرامت	167
جلدی آیئے	168
میں معذرت خواہ ہوں	168
بچی تندرست ہوگئی	169
مجھے کمرے پکڑ کر کھینچ لیا	170
بازو تو بالکل ٹھیک ہے	172
حضرت میرے گھر قدم رنجا فرمائیں	173
حضور تشریف لے آئے	173
میرے پاس جلدی آیا کرو	174
یہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جارہے ہیں	175
عالم اسلام پر مشکل وقت آرہا ہے	176
بڑی اونچی سفارش لائے ہو	176
اور یہ کہنا کہ سستی چھوڑ دو	179
یہ ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں	180
والد کی نصیحت	181
میرے دل کی دنیا بدل گئی	183
بارش بند ہوگئی ہے	187
فکر نہ کریں خدا گھر سے پوری کرے گا	189
میں سب کو لے کر جارہا ہوں	190

عنوان	صفحہ نمبر
آپ کو ضروری کام ہے	191
چارپائی پر بیٹھ کر پڑھو	193
میں تو زیارت کرنا چاہتا ہوں	193
یہ فقیری نہیں تو اور کیا ہے	195
انگوٹھی پچھلے شخص کی جیب میں ہے	196
مرشد کی نگاہ کرم	197
پریشان کیوں ہوگئے تھے	198
میرے پاس آیا جایا کرو	199
دو دم کسی اور سے کروالینا	202
بڑا کھٹمل	203
ایسے جلوس میں نہیں جانا چاہیے	205
تیرے گھر والوں کو کچھ بھی نہیں	206
یہ بناوٹ ہے	207
مندر گرادیا	207
آپ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں	208
میری طرف سے عرض کرنا	208
ہماری طرف سے اجازت ہے	209
گاڑی رکی ہوئی تھی	209
آپ کو دو گلاس ہی پلایا کرتا ہوں	210
بچی کی شادی کے لئے وظیفہ	210
میں گاڑی واپس کیسے لے جاؤں گا؟	210
کانفرنس کے بعد آپ کی شادی ہوجائے گی	212
جھنڈا اچھا ڑ دیا	213
حوالہ جات	214

انتساب

جانشین امام اہلسنت، مظہر غزالی زماں، وارث مسندِ علم و حکمت
حضرت صاحبزادہ پروفیسر سید **مظہر سعید کاظمی** دامت برکاتہم العالیہ کے نام
جنہوں نے گلشنِ کاظمی کی حفاظت کے لئے اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک
سانس وقف کیا ہوا ہے۔
میں تو جانشین غزالی زماں کے بارے میں بس یہی عرض کروں گا کہ

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے
تیرے مقام سے اور مرتبے سے چھوٹے تھے

خاکپائے مرشد کریم
حافظ امانت علی سعیدی

اپنی بات

تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمانا شروع کر دیا تھا۔ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ ابوالبشر سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام سے شروع ہو کر سید الانبیاء، فخر کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اختتام پذیر ہوا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بندگانِ خدا کو راہ ہدایت پر گامزن رکھنے کی بھاری ذمہ داری اولیاء امت کے کندھوں پر آ گئی۔ تاریخ کے صفحات ان نفوس قدسیہ کی برگزیدہ زندگیوں کے امین ہیں۔ انہی مردانِ علم و دانش اور اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سری سقطی، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ خواجگان، ولی الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، فنافی اللہ حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیر شریف رحمۃ اللہ علیہ، امام اہلسنت فاضل بریلوی الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مبلغ اسلام الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت سیدی و مرشدی سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کا شمار ہوتا ہے۔

حضرات انبیاء کرام کی نبوت و رسالت کی حقانیت و صداقت کے لئے بارگاہ ایزدی سے معجزات کا ظہور ہوتا جبکہ اولیاء کرام سے سرزد ہونے والے خرق عادت کام کرامات کہلاتے ہیں۔

ہر دور میں کفر و ضلالت کا معابلہ کرنے کے لئے کرامات اولیاء کا ظہور ہوتا رہا جس سے تبلیغ اسلام کے مشن کو تقویت ملتی رہی۔ میرے شیخ کریم حضرت غزالی

زماں ﷺ کی ذات اقدس سے بھی ایسے بے شمار واقعات منسوب ہیں۔ جنہیں حضرت کاظمی کریم ﷺ کے تلامذہ و مریدین کے علاوہ علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین بھی کثرت سے روایت کرتے رہتے ہیں۔ پہلے بھی کچھ احباب نے حضرت مرشد کریم ﷺ کی کرامات کو مجتمع کیا اور کچھ کتابچے شائع بھی ہوئے۔

دوسروں کو دیکھ کر مجھ جیسا ادنیٰ بے نوا خادم بھی اس طرف متوجہ ہوا اور پھر میرے شیخ نے ایسا کرم کیا کہ ہر ہر قدم پر ہمت و حوصلہ بڑھتا رہا اور آج کرامات کاظمی کا یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ انتہائی ناسپاسی ہوگی کہ میں ان کرم فرماؤں کا ذکر نہ کروں جن کی سرپرستی اور رہنمائی کے بغیر شاید میں یہ سوغاتِ کرم آپ تک نہ پہنچا پاتا۔ میرے ارادوں کو جلا بخشنے والوں میں سرفہرست شخصیت ممتاز صحافی سردار محمد اکرم بٹر سعیدی صدر ادارہ نوید سحر کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب تک میری جتنی بھی تالیفات زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں وہ سب بٹر صاحب کی خاص توجہ کا نتیجہ ہے۔ مسودہ کی تیاری سے لے کر آخری مراحل تک اکرم بٹر کا تعاون شامل حال ہوتا ہے۔

حضرت علامہ اشرف علی سعیدی کی قدم قدم پر حوصلہ افزائی بھی میرے لئے نعمت خداوندی سے کم نہیں۔ واجب الاحترام دوست ممتاز صحافی محمد صلاح الدین سعیدی کی شخصیت کتاب کی طباعت و اشاعت کے مراحل میں خضر راہ بن کر راہ دکھلاتی ہے۔ میرے برادر طریقت، شاعر بارگاہ کاظمی جناب محمد امین ساجد سعیدی حاصل پور کی سرپرستی اور تعاون کا ذکر نہ کروں تو یہ بھی اچھا نہیں لگتا۔

قارئین محترم میں ماہنامہ السعید کے صفحات سے انتخاب کر کے یہ گلدستہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ میری کوتاہیوں اور خامیوں سے ضرور آگاہ فرمائیں۔

فقیر حقیر

حافظ امانت علی سعیدی

0300-8090476

استقامت فوق الکرامت

صلاح الدین سعیدی (ڈائریکٹر تاریخ اسلام فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرات انبیائے کرام کو نبوت کے اظہار کا حکم ہوتا ہے اور حضرات اولیائے کرام کو ولایت کے استتار کا۔ اسی طرح انبیائے کرام سے معجزات کا افشا اور اولیائے کرام سے کرامات کا اخفا منشائے خداوندی ہے۔ اسی لیے اولیائے کرام اپنی کرامات کا چرچا نہیں کرتے بلکہ بہت سے امور کی پردہ داری کی خاطر مریدوں سے فرما دیتے ہیں کہ ''یہ بات میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا'' اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کئی واقعات سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں کہ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا لیکن آپ ہمیشہ استقامت کو کرامت پر فوقیت دیتے رہے۔

گو کہ آپ کی مبارک زندگی ہی میں آپ کی بے شمار کرامتیں عوام و خواص میں مشہور تھیں لیکن اُن کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کا سہرا میرے برادر طریقت حضرت حافظ امانت علی سعیدی کے سر ہے۔ جو اس سے قبل بھی کئی سعادتیں اپنے دامن میں سمیٹ چکے ہیں۔ موصوف نے نہ صرف حضرت امام کاظمی اور آپ کے خانوادے پر قابل تقلید تحقیقی کام کر کے سعیدی برادران میں اپنا خاص مقام بنا لیا ہے بلکہ آخرت کا سرمایہ بھی اکٹھا کر رہے ہیں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ حافظ صاحب اپنے علمی کاموں میں مجھے شریک رکھتے ہیں جو میرے لیے دارین کی سعادت ہے۔

کیا خوب ہے کتاب کرامات کاظمی
ہے عشق کا نصاب کرامات کاظمی
مقبول ہوں گی بھائی امانت کی محنتیں
ہو گی یہ مستجاب کرامات کاظمی

عقیدت کا امانت دار

مؤلف و مصنف برادر طریقت مولانا حافظ امانت علی سعیدی صاحب نگاہِ تصرف بارگاہِ غزالی زماں میں منظورِ نظر ہو چکے ہیں اور اپنے مرشدِ گرامی کے سایۂ التفات میں رہ کر علم و قلم کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی اس سعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جانشین امام اہلسنت حضور سیدی قبلہ صاحبزادہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ عزیز محترم حافظ امانت علی سعیدی زید مجدہٗ کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے مستند مواد اکٹھا کر کے حضور غزالی زماں رازی دوراں کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ موصوف کی یہ کاوش لائق صد تحسین ہے۔ حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی صاحب، حافظ امانت صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ جنہوں نے نہایت عرق ریزی سے حوالہ جات اکٹھے کر کے ایک جامع تذکرہ تیار کیا اور اپنے مرشد کریم کی نگاہِ کرم کے مستحق ہوئے۔

مولانا حافظ امانت علی سعیدی کے دامنِ محبت میں عقیدتوں کی امانتیں محفوظ ہیں۔ حافظ صاحب نے ''حیاتِ غزالی زماں'' نہایت تزک و احتشام سے شائع کر کے علمی اور ادبی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کی۔ انہوں نے ''گلشن کاظمی'' ۲۶ ویں عرس مبارک کے موقع پر پیش کی۔ گلشن کاظمی میں غزالی زماں اور شہزادگانِ امام اہلسنت کی تقاریر کو کتابی صورت میں قلم بند کر کے گرانقدر اظہارِ عقیدت کیا ہے۔

مولانا حافظ امانت علی سعیدی صاحب اس امانتوں کے تسلسل میں کراماتِ کاظمی ۲۷ ویں عرس مبارک کے مقدس لمحات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس میں غزالی زماں رازیٔ دوراں حجت الاسلام قبلہ سید

احمد سعید کاظمی شاہ صاحب کے غلاموں کی خدمت میں نہایت امانت و دیانت کے ساتھ آپ کی کرامات کو یکجا کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ ''کراماتِ کاظمی'' پڑھ کر غزالی زماں رازیٔ دوراں کی شانِ ولایت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ اپنے عہد کی ایک نادرِ روزگار منصب ولایت پر فائز المرام ہستی تھے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں کو علم و عرفان کے فیضان کی دولت عطا ہوئی۔ ان کی عظمت کو زمانہ قیامت تک سلام عقیدت پیش کرتا رہے گا۔

گل گلشنِ زہرا کا ہے اولادِ علی ہے
دیتے ہیں ولی تیری ولایت کو سلامی

معجزات کا ظہور انبیاء کرام سے اور کرامات کا ظہور اللہ تعالیٰ کے محبوبانِ کاملین سے ہوتا ہے۔ کرامات کو فروعی اور اختلافی مسئلہ کے طور پر زیرِ بحث نہیں لایا جا سکتا۔ کرامت کی شرعی حیثیت اظہر من الشمس ہے۔ حافظ امانت علی سعیدی صاحب نے کاظمی کریم کی کرامات ماہنامہ ''السعید'' ملتان، منظور احمد شوق سعیدی کا رسالہ ''کراماتِ کاظمی'' اور دیگر ذرائع سے حاصل کر کے حوالہ جات کے ساتھ آپ کے معتقدین، متوسلین، مریدین اور عقیدت مندوں کی خدمت میں پیش کر کے توشہ آخرت تیار کیا ہے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ''کراماتِ کاظمی'' کو قبولیتِ عام اور شہرتِ دوام عطا فرمائے۔

دعا گو
دریوزہ گر بارگاہِ کاظمی
محمد امین ساجد سعیدی
حاصل پور

تقدیم

سردار محمد اکرم بٹر (ایم-اے) صدر ادارہ نوید سحر، لاہور

دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عظیم فریضہ بنیادی طور پر حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے اور امم سابقہ میں یہ عظیم اور اہم فریضہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) ہی سرانجام دیتے رہے۔ ماضی میں کوئی دور بھی شریعت سے خالی نہیں رہا اور رشد و ہدایت، تعلیم و تزکیہ اور تبلیغ و انداز کا کام جاری و ساری رہا۔ اس وقت نبوت و رسالت جاری تھی، اس لئے نبی کے بعد نبی اور رسول کے بعد رسول مبعوث ہوتے رہے لہٰذا یہ فریضہ بخوبی ادا ہوتا رہا اور یہ کام جاری رہا، یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ گذشتہ انبیاء کا دائرہ تبلیغ ان کی اقوام، بستیوں اور علاقوں تک محدود رہا، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپ کی نبوت و رسالت عالمگیر اور ہمہ گیر ہے۔ آپ پوری کائنات کے لئے رسول معظم اور ہادیٔ اعظم ہیں۔ آپ کا پیغام ابدی اور دائمی ہے۔ آپ کی تعلیم جامع، ہدایت واضح اور کامل و اکمل ہے، آپ کا دین تمام ادیانِ عالم پر غالب اور آپ کی شریعت شرائع سابقہ کی ناسخ اور جامع ہے۔ آپ عالمین کے لئے حجتِ کامل ہیں اور آپ کا دین تمام ادیانِ عالم سے اکمل و اتم، افضل و بہتر، واضح اور روشن ہے، آپ کی اتباع اور پیروی ہی میں نجات ہے۔ خداوند ذوالجلال نے آپ پر نبوت و رسالت کو ختم فرمایا۔ ہدایت آپ پر ہی پہنچ کر تمام ہوئی۔ ختم نبوت کا سہرا آپ ہی کے سر مبارک پر بندھا، آپ کی

شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں اور یوں ہی آپ کی امت کے بعد کوئی امت نہیں، آپ کا پیغام سرمایۂ حیات اور سرِ نجات ہے۔ آپ کی عظمت وفضیلت، رفعت وشوکت مسلّم اور اظہر من الشمس ہے، آپ آسمانِ نبوت کے نیر اعظم اور ماہِ تمام ہیں۔ آپ نے ۲۳ برس کے مختصر عرصہ میں جو کام کیا، انبیائے ماسبق میں اس کی نظیر ومثیل نہیں، یہ آپ کی نبوت ورسالت، عزت وعظمت، رفعتِ شان کا روشن نشان اور عظیم دلیل وبرہان ہے۔ یہ عظیم کام یا کارِ نبوت کیا تھا، اس کی تفصیل تو ممکن ہی نہیں اور نہ کسی فرد بشر میں اتنی طاقت ہے کہ اس کا احاطہ کر سکے یا اس پر قدرت رکھے، تاہم اس سلسلہ میں چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

(پ۴، آل عمران)

پڑھتا ہے تم پر اس کی آیات اور ستھرا کرتا ہے تمہیں اور تمہیں سکھاتا ہے کتاب وحکمت۔

اس آیت مبارکہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام اور منصب کی توضیح ہے اور اس میں رسول کے ذمے جو کام لگائے گئے وہ یہ ہیں۔

(۱) آیاتِ الٰہی کی تلاوت۔

(۲) تزکیۂ نفوس۔

(۳) تعلیم کتاب وحکمت۔

قسم اول تو وصولِ وحی، حفاظتِ وحی اور تعلیم وحی سے متعلق ہے تاکہ پیغام خالق مخلوق تک پہنچے اور آپ کی تلاوتِ آیات سے وہ احکام، اوامر ونواہی، اخبار وغیوب اور حقائقِ امور سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ امر آپ کے ساتھ خاص ہے۔

دوم، تزکیہ نفوس ہے اور یہ منصب عظیم ہے، لوگوں کے احوال کی جانچ، ان کی طہارت و صفائی، کدورتوں کا مٹانا اور اپنے اخلاقِ حسنہ سے انہیں قریب لا کر قلوب کی دنیا میں انقلاب برپا کرنا اور انہیں فیضانِ نظر اور کرامتِ صحبت سے صیقل کرنا اور انہیں اس قدر جلا بخشنا کہ وہ معرفتِ ربانی کے متحمل ہو جائیں اور ان کے ظاہر و باطن میں مطلوبہ روحانی استعداد پیدا ہو جائے۔ یہ بھی آپ ہی کا خاصہ ہے اور اس میں آپ حرفِ آخر ہیں اور آپ کا اسوۂ حسنہ اس پر شاہدِ عدل ہے۔

سوم: تعلیم کتاب و حکمت ہے، اس کا مقصد لوگوں کے عقائد، اعمال و افعال کی درستگی اور انہیں بحفاظتِ تمام جادۂ مستقیم پر گامزن کرنا اور منزل کی صعوبتوں اور خطرات سے آگاہ کرنا، ذوق و شوق، طلب و جستجو کا پیدا کرنا ہے، اس ضمن میں آپ ہی کی ذات اور آپ کا ہر قول و فعل و عمل حجتِ تمام ہے۔ آپ نے حیاتِ ظاہری کے دوران یہ سارا کارنامہ بکمال خوبی سرانجام دیا۔ آپ نے آیاتِ الٰہی کی تلاوت اور تزکیہ نفوس کے تحت ایک عظیم قدسی جماعت تیار کی جس کا ہر فرد نجم ہدایت اور اختر رشد و عرفان ہے، آپ نے انہیں معلم کتاب ہونے کی حیثیت سے کتاب و حکمت کی تعلیم سے مزین اور آراستہ کیا، آپ کا فیضان عام تھا اور جو نفوس اس سے بہرہ مند ہوئے، ان کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ" میرے اصحاب ہدایت کے ستارے ہیں اور پھر مزید ارشاد فرمایا "کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" ان میں سبھی عادل ہیں، یعنی ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہر فرد ہادیٔ و مہدی، عادل و مکرم ہے اور یہ ایسا عظیم شرف ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مزید برآں ارشاد گرامی ہے "بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" (تم جس کسی کی بھی اقتداء و پیروی کرو گے، ہدایت پا لو گے) یہ قدسی جماعت فی نفسہٖ وہی جماعت ہے جو پیغام رسول اور کارِ منصبِ رسول کی بالکلیہ امین ہے، لیکن آپ

نے کارِ تبلیغ کے سلسلہ میں ایک ٹھوس قدم اٹھایا اور مسجدِ نبوی میں ایک چبوترہ بنوایا، اُس پر سائبان لگوایا اور درس و تدریس، تعلیم و تربیت، تبلیغ و ہدایت کے عملی پروگرام کی بنیاد رکھی۔ اصحابِ صفہ کا یہ پاکیزہ گروہ اسی لئے ترتیب دیا گیا کہ وہ "دعوت اِلَی الْخَیْرِ"، "اَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ"، "نَھِیَ عَنِ الْمُنْکَرِ" کا فریضہ ادا کرے۔ اس درس گاہ سے فیضان حاصل کرنے والے بے شمار تھے۔ گو اصحابِ صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی، لیکن یہ قدسی گروہ اپنے مشن میں ہمیشہ سرگرم عمل رہا۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، ابوذر غفاری، ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) اسی قدسی جماعت کے افرادِ مکرم ہیں۔

چونکہ آپ پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی اور وحی کا دروازہ بند ہو گیا، لہٰذا کارِ نبوت کی ذمہ داری امت کے سپرد کر دی گئی، کیونکہ امت فیضانِ رسول کے باعث اس کی اہل تھی اور ان پر لازم کر دیا گیا کہ وہ تبلیغی ذمہ داریاں خود سنبھالیں۔ امت میں سے ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے لگ جائے، بلکہ اس کے لئے ایک مخصوص گروہ کی نشان دہی کی گئی جیسا کہ مِنْکُمْ اُمَّۃٌ سے ظاہر ہے، تبلیغ دین ایک عظیم منصب اور کارگراں ہے جس کا دائرہ تعلیم کتاب و حکمت سے تزکیہ نفوس تک ہے۔ یہ عام لوگوں کا کام نہیں کہ وہ تبلیغ کے نام پر مخلوقِ خدا پر تفاخر کریں اور خود کو صحابہ کے مثل سمجھنے لگ جائیں، حالانکہ یہ امر صحابہ کی خصوصیات سے ہے نہ کہ یہ ہر کس و ناکس اس خصوصیت میں شرکت کرنے لگ جائے۔ یہ عظیم فریضہ بالواسطہ خدمتِ رسالت ہے اور یہ منصب اہلیت و خصوصیت کا متقاضی ہے، لہٰذا یہ اس گروہ کا فرض ہے جو ان خصوصیات کا حامل ہو جو ایک معلم، حکیم، مصلح اور مزکی میں پائی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان خصوصیات کے بغیر یہ خدمت کما حقہ انجام نہیں پا سکتی۔ وہ خصوصیات

اور وہ خوبیاں کیا ہیں، تو جاننا چاہیے کہ وہ خصوصیات اور محاسن حسب ذیل ہیں جن کے بغیر مراد تک پہنچنا مشکل ہے۔

(۱) کتاب وسنت کا علم

(۲) عمل

(۳) خلوص اور احساسِ فرض

اعمال کا دارومدار خلوص ونیت پر ہے اور نیت وخلوص کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَانَوٰی" (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی) جب تک کسی کام میں نیت خالص لوجہ اللہ نہ ہو، نہ ہی وہ عمل مقبول ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں برکت ہوتی ہے، لہٰذا خلوص لازم ہے اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ" دین خلوص کا نام ہے اور یہ خلوص حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں کو محیط ہے اور اس کے بغیر دین داری مکمل نہیں ہوتی۔ اخلاص احساس فرض کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہے اور اس کے بغیر فرض کی ادائیگی ہو ہی نہیں سکتی۔ چوتھی شرط محبت رسول ہے اور یہ امر اصل الاصول ہے، محبت رسول، سرِ دین، مغز قرآن اور روح ایمان ہے۔ یہ بنیادی اور حقیقی شرط ہے اور باقی تمام شرائط اس کی فرع ہیں۔ محبت رسول کے بغیر رضائے الٰہی، مغفرت باری اور تقرب الی اللہ ممکن ہی نہیں اور یہ محبت تمام امور سے فائق ہونا لازم ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا، جب تک کہ مجھے اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے) اس فرمان کریم سے

ظاہر ہے کہ اکمال ایمان محبت رسول کے بغیر ممکن نہیں، محبت اتباع وعمل کا تقاضا کرتی ہے، لہٰذا محبت تب صادق ہے، جب اتباع رسول کا شرف بھی حاصل ہو، مختصراً ان چاروں شرائط کی وضاحت کے ساتھ یہ امر بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان خصوصیات کے حامل صرف وہی لوگ ہیں جنہیں ہم علماء ربانی یا اولیاء اللہ کہتے ہیں اور یہی وہ قدسی گروہ ہے جن پر تبلیغ دین کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ ان حضرات کی تبلیغی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اوپر کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا دائرہ عمل حسب ذیل ہے۔

(۱) تعلیم کتاب وحکمت (۲) تزکیہ نفوس

یہ دونوں امور باہم لازم وملزوم ہیں اور ایک دوسرے کا منطقی نتیجہ ہیں۔ امر اول تعلیم کتاب وحکمت سے متعلق ہے اور یہ کام اہل علم وفضل کا ہے اور یہی وہ طبقہ ہے جس سے اولیاء اللہ منتخب ہوتے ہیں۔ یہاں یہ جاننا لازم ہے کہ یہ اصحاب علم وفضل علماء حق کا گروہ ہے اور مذہب برحق اہل سنت و جماعت ہے اور اس کے علاوہ تمام فرقے ضلالت وگمراہی کا شکار اور حق وصواب سے دور ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جس کی حقانیت کے شاہد متقدمین اور متاخرین ہیں اور ہمیں اس پر تفصیل وتوضیح کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' اور اہل سنت کی حقانیت کی ایک واضح برہان اس میں اہل علم وفضل اور اولیاء اللہ کی کثرت ہے اور ولایت الٰہی حق کو مستلزم ہے، ولایت کے لئے بھی علم شرط ہے۔ لہٰذا اہل اللہ کا اہل علم ہونا لازم ٹھہرا۔ پس ہم یہاں کہہ سکتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ قدسی جماعت دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور ان میں ایک طبقہ علماء کا اور دوسرا گروہ اولیاء اللہ کا ہے اور یہ دونوں آپس میں مربوط ہیں۔ لہٰذا تعلیم کتاب وحکمت کا فریضہ دونوں کی ذمہ داری ہے، کیونکہ دونوں میں ایک طرح کی

مناسبت اور خصوصی تعلق ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ولایت بدوں علم حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا علماء بنیادی طبقہ ہے اور اس سے اولیاء اللہ منتخب اور خاص ہیں، علم شرط ولایت ہے اور ولایت بالعموم بغیر علم کے ممکن نہیں، البتہ یہ الگ بات ہے کہ پروردگار عالم اپنے فضل سے کسی کو خاص کر لے، مگر سنتِ الٰہیہ یوں عام نہیں، لہٰذا جب خداوند ذوالجلال کسی اَن پڑھ کو اپنے فضل سے نوازے، تو اسے علم سے بھی نواز دیتا ہے اور وہ "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" ہے اور یہ کہ اس پر کچھ واجب نہیں تاہم وہ اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ امت مرحومہ میں جس قدر اولیاء اللہ گزرے ہیں، وہ سب علماء ہی تھے۔ راہِ سلوک جاہل کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی وہ اس منزل کا راہی اور اہل ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

علمے باہجھ جے کوئی کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو

تعلیم کتاب و حکمت کا فریضہ ان دونوں طبقوں پر ہے اور دونوں ہی اسے ادا کرتے رہے اور کر رہے ہیں، لیکن تزکیہ نفوس کا کام اولیاء اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ یہ امر دوم ہر ذی علم کا کام نہیں، اس کے لئے روحانیت، عرفان کی ضرورت ہے اور یہ کام تعلیم کتاب و حکمت کا منطقی نتیجہ اور ثمرہ ہے، لہٰذا یہ منصب اولیاء اللہ کا ہے جو دونوں مقامات پر حاوی ہیں اور یہ بات مطالعاتی نہیں بلکہ مشاہداتی ہے کہ اولیاء اللہ کی فقط ایک نگاہِ فیض وہ کام کرتی ہے کہ برسوں کا وعظ و نصیحت نہیں کر سکتا۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو کیا خوب بیان فرمایا ہے، کہتے ہیں:

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یہ اہل اللہ کا کمال اور ان کی صحبت کا اثر ہے کہ شقی سعید، ناقص، کامل،

جاہل، عالم، فاسق، عاشق، کاذب، صادق اور بد بخت، نیک بخت بن جاتے ہیں۔ گم کردۂ منزل نہ صرف منزل پا لیتے ہیں، بلکہ ہادیٔ منزل، غواصِ طریقت اور شناور بحرِ حقیقت بن جاتے ہیں۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل اللہ کی صحبت اور اس کی تاثیر یوں بیان فرمائی ہے۔

گر تو سنگِ خارائی مر مر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

یہ اولیاء اللہ کی جماعت کیا ہے؟ یہ اولیاء اللہ کی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی نائب ہے جن کے وجود خیر و برکت کا ذریعہ، ہدایت کا واسطہ، عرفان کا زینہ اور روحانیت کے مظہر ہیں، جن کی ذات معرفت ربانی کا خزینہ ہے جو ماسوئی سے بیگانہ اور صحبت حق کی بدولت یگانہ ہیں جو عشق رسول میں فنا اور واصل بالحق ہیں جن میں سے ہر فرد کا قدم کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہے اور جن کا عمل و اخلاص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت مستحکم ہے جن کا ظاہر، پاکیزہ و صاف باطن روشن و شفاف ہے۔ یہ لوگ خطراتِ دنیا سے آزاد اور غم آخرت سے محفوظ ہیں۔ پروردگار عالم نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد ہے "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ" (خبردار! بے شک جو اللہ کے دوست ہیں، ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے)۔

(د) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ چاروں خصوصیات صرف علماء ربانی (اولیاء اللہ) میں پائی جاتی ہیں اور وہی ان محاسن کے حامل ہیں۔ علماء کی عظمت علم و عمل سے ہے اور عالم ربانی کے لئے یہی اولین شرائط ہیں، علم اساس ہے اور عمل تعمیر، عمل کے لئے علم شرط

ہے اور علم سے مراد ''تبلیغی نصاب'' نہیں بلکہ پختہ وراسخ علم مراد ہے، علم پر عمل اس کا حق اور تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم بغیر عمل کے اور عمل بدوں علم بیکار اور سعی لاحاصل ہے۔ علم حکمت کا متقاضی ہے اور عمل حکمت کی متابعت کا نہ کہ ''چلہ کشی'' کا جیسا کہ ہمارے زمانے میں ''تبلیغیوں'' کا چلن ہے۔ حقیقت میں علم وعمل لازم ملزوم ہیں اور تحصیل علم بھی عمل ہے، لہٰذا فقط عمل پر انحصار خطا ہے اور یوں ہی علم کا معاملہ ہے، جہل علم کی ضد ہے اور جہل ظلمت وتاریکی ہے، جبکہ علم نور اور روشنی ہے اور نور کے بغیر راہ نہیں ملتی اور راہ پر چلنا عمل ہے تو عمل جب درست اور بے خطر ہے۔ جب علم ہو ورنہ نہ ہی عمل درست ہوتا ہے اور نہ ہی خطرات سے نجات ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کو جاہل پر فضیلت ہے اور اسی لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں، کیونکہ علم صفت ہے اور اس صفت سے ہی فہم وادراک کے باب کھلتے ہیں جیسا کہ علم کی تعریف ہی یہی ہے۔ "اَلْعِلْمُ صِفَةٌ يَصِيْرُبِهَا الْجَاهِلُ عَالِمًا" (علم ایک صفت ہے جس سے جاہل عالم بن جاتا ہے) اس آیت میں واضح اشارہ ہے کہ علم ہی کی بدولت تفہیم وادراک، تحقیق ومعرفت کے بستہ ابواب کشادہ ہوتے ہیں، جبکہ جاہل اس نعمت سے بیگانہ ومحروم ہیں، لہٰذا علم نعمت غیر مترقبہ ہے جو ذات باری کی معرفت اور صفات الٰہی کی پہچان کے لئے ضروری ہے۔ علم کا مقصد حقائق اشیاء کی معرفت، خالق کی پہچان، خشیت وخوف الٰہی، حصول رضا اور تقرب الٰہی ہے اور ایسا علم بامقصد ہے اور بے مقصد اور غیر نفع بخش علم سے سرکار دو عالم ﷺ نے پناہ چاہی ہے۔ ارشاد اقدس ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِلْمِ لَايَنْفَعُ" (اے اللہ! میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے) پس علم مفید وہی ہے جو بندے میں

عاجزی، فروتنی، تواضع، انکساری، حلم اور بردباری پیدا کرے اور اسے علم سے عمل میں لطف و آسانی، روح کو تسکین اور رضائے الٰہی حاصل ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" (پ۲۲) (اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں) جو علم خوف وخشیت الٰہی سے بیگانہ کردے، وہ درحقیقت علم ہی نہیں اور اگر ہے تو غیر مفید، بے کار اور لاحاصل ہے اور جو لوگ علم کی بدولت خوف وخشیت الٰہی کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے ہیں وہی سچے عالم ہیں اور ایسوں ہی کی شان میں ارشاد رحمٰن ہے۔ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (اور جنہیں علم دیا گیا، ان کے درجات بلند فرمائے گا)۔

حقیقی اور مفید علم کتاب وسنت کا علم ہے اور یہی علم مقبول ومنظور، محبوب وصواب ہے اور یہی علم اصل الاصول ہے اور علم پر عمل نورٌ علی نور ہے، علم بغیر عمل کی مثال پروردگار عالم نے یوں ارشاد فرمائی ہے۔ "مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا"۔ (ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم بُرداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے) یعنی علم بغیر عمل حیوانیت اور حماقت ہے، اعمال رضاءِ الٰہی اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں اور عمل سے ہی ایمان کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے اور عمل ہی ادعائے ایمان کا ثبوت ہے۔ اعمال وکسب پر ہی جزا وسزا ہے، اچھے اعمال تقرب الی اللہ اور محبت الٰہی کا واسطہ ہیں اور بُرے اعمال اس کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا ذریعہ ہیں، حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلِ" (بندہ نفل پڑھ پڑھ کر تقرب الٰہی حاصل کرتا ہے) اور فرمان عالی شان ہے "اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ" (اللہ کے نزدیک وہی اعمال پسندیدہ ہیں جو دائمی ہوں، اگرچہ مقدار میں قلیل ہوں) پس یہ بات واضح ہوگئی

کہ علم نعمت ہے اور عمل تحدیثِ نعمت اور دونوں کے بغیر مراد حاصل نہیں ہوتی اور علماء ربانی کی یہ اولین شرطیں ہیں۔ تیسری شرط خلوص ہے۔ خلوص سے مراد کسی کام کا خالص اللہ ہی کے لئے کرنا یعنی نیت کا ستھرا ہونا۔

ان دوستوں کی علامت کیا ہے، ارشاد ہے "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" (یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ" (اس کے دوست تو بس وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں) تقویٰ، خوفِ خدا، معصیت سے پرہیز، خلوصِ عمل اور تسلیم و رضا کا نام ہے، تقویٰ ایمان کی جان ہے، لہٰذا اہل اللہ کا گروہ اربابِ ایمان و تقویٰ ہے، اصحاب ذکر و فکر ہے، یہ ذوق مجاہدہ میں مشغول اور شوق مشاہدہ میں مصروف ہیں، ان کے قلوب کشف براہین اور اسرار معرفت کے امین اور ان کے وجود نصرتِ الٰہی کے نشان ہیں، ان کی دوستی خدا کی دوستی اور ان کی عداوت خدا سے بغاوت ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے مینار اور عظمت دین کے سراج ہیں۔ یہ عشق رسول کے نقیب، خالق کے حبیب ہیں اور ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں خدا کی قسم کھائیں تو اللہ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ زمین ان کے قدموں سے آباد ہے اور یہ ہی ملکِ خدا کے سچے منتظم اور والی ہیں اور یہی وہ گروہ ہے جو فی الحقیقت اربابِ حل و عقد ہے اور یہی اصحاب تصرف ہیں۔

ان ہی کے تصرفات و کرامات کی بدولت تزکیہ نفوس کا کام ہوا اور ہو رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ سلاطین اسلام نے باستثنائے چند تبلیغ اسلام نہیں کی بلکہ اس کا سہرا بھی اولیاء اللہ ہی کے سر ہے، اسلام بادشاہوں کی کوششوں سے نہیں، اولیاء اللہ کی بدولت پھیلا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، ہر طرف اولیاء اللہ کی عملداری ہے اور ان کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں بھی تبلیغ اسلام کا فریضہ حضرات اولیاء کرام نے سرانجام دیا۔ حضرت علی بن عثمان جلابی (المشہور حضرت داتا گنج بخش) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت بوعلی قلندر، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور ان بزرگوں کے خلفاء وارشد تلامذہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی عظیم مساعی نے کفرستان ہند میں اسلام کی شمع فروزاں کی انوار اسلام سے ہندوستان کو منور و روشن کر دیا۔ اگر یہ قدسی گروہ نہ ہوتا تو آج پاکستان بھی موجود نہ ہوتا۔ یہ گروہ سپاہ ولشکر سے بے نیاز توکل علی اللہ اپنے فرض کو ادا کرتا رہا جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ برصغیر کروڑوں مسلمانوں سے آباد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیانِ برصغیر پاک و ہند اہل اللہ سے بے تحاشا اور والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے تذکار خیر سے اپنی محافل کو آباد اور روشن رکھتے ہیں اور ان کے ذکر خیر سے روحانی سکون پاتے ہیں۔

سلسلہ ہائے تصوف کے تمام اکابر نے برصغیر پاک و ہند کو قرآن وسنت کے علوم اور خزائن معرفت کی تابناکیوں سے منور فرمایا۔ قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی، بزرگوں نے اس خطہ میں ایسے ایسے نقوش چھوڑے ہیں کہ آنے والی نسلیں جن پر چل کر غلبۂ اسلام کے لئے جدوجہد کرتی رہیں گی۔ ایسی ہی نامور ہستیوں میں خواجہ خواجگان ولی الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، امام الواصلین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور فنافی اللہ شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے گلشن تصوف کے ایک گل سرسبد غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ جن کی خدمات دینیہ کا ایک زمانہ معترف ہے۔

آپ ایک عظیم روحانی پیشوا اور عظیم المرتبت عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان مبلغ، عدیم المثال مصلح اور قائد بھی تھے۔ آپ نہایت راست باز اور حق گو تھے۔ جو بات بھی فرماتے بڑی دلیری اور جرأت سے فرماتے تھے۔ آپ 1935ء میں امروہہ سے ملتان تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے تقریباً نصف صدی تک تقریر و تحریر کے ذریعے اشاعت دین مصطفیٰ کے لئے جدوجہد فرمائی۔ جمعیت علماء پاکستان جماعت اہلسنت، دعوت اسلامی اور انجمن طلباء اسلام آپ کی متحرک زندگی کا بہترین ورثہ اور اثاثہ ہیں۔ جامعہ عربیہ انوار العلوم کی شکل میں آپ کی عظیم الشان علمی یادگار بھی متلاشیان علم و حکمت کے لئے آغوش مادر کا کام دے رہی ہے۔

آپ ایک درویش کامل، صوفی باصفا اور تعظیم شرع میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ آپ کو علماء و مشائخ اور عوام الناس میں جو مقبولیت و محبوبیت حاصل ہوئی وہ آپ کی عظمت ولایت کا روشن ثبوت ہے۔ آپ 4 جون 1986ء کو اپنا سفر زندگی مکمل کر کے خالق حقیقی کی بارگاہ میں جا پہنچے لیکن آپ کا مشن آج بھی زندہ ہے اور فیضان کاظمی کا سلسلہ روز افزوں بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء و تلامذہ نے اس تحریک کی بقا اور پھیلاؤ کے لئے ہر میدان میں جدوجہد جاری رکھی ہے۔

صاحبزادہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی امیر جماعت اہلسنت پاکستان، صاحبزادہ سید سجاد سعید کاظمی، صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر مذہبی امور، صاحبزادہ ڈاکٹر سید راشد سعید کاظمی، صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار العلوم ملتان اور صاحبزادہ سید طاہر سعید کاظمی اپنے عظیم باپ کی علمی و روحانی میراث کی حفاظت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ مرشد زماں،

قطب الاقطاب امام سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے بحر علم و فضل کی غواصی کرنے والوں میں شیخ الحدیث علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سیّد شجاعت علی قادری سابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت، علامہ سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا مشتاق احمد چشتی گولڑوی، علامہ مقصود احمد سابق خطیب جامعہ مسجد داتا گنج بخش، علامہ حسن الدین ہاشمی، علامہ غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد شریف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی، علامہ عبدالستار سعیدی، مفتی محمد اقبال سعیدی، مولانا پیر محمد چشتی پشاوری، شیخ الحدیث علامہ عبدالغفور الوری رائیونڈ، مولانا عبدالرحمٰن حسنی خوشاب جیسی شخصیات شامل ہیں۔

قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت علامہ عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات نے ہمیشہ امام کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو صائب مانا اور آپ کے احکامات کی روشنی میں اپنی سیاسی زندگی کے فیصلے کیے۔

مرشد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پر علمی، تحریری کام کرنے کے لئے ایک باقاعدہ ادارہ کی ضرورت ہے جو آپ کی حیات جاوداں کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کے لئے زادراہ بنائے۔

زیر نظر کتاب آپ کی کرامات کا مجموعہ ہے جسے برادر مکرم حافظ امانت علی سعیدی نے اکٹھا کر کے ایک معطر گلدستہ بنا دیا ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضور مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہو رہی ہے۔ قبلہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مقدسہ سراپا کرامات تھی۔ آپ کی زندگی کے ''عظیم لمحات'' کو الفاظ کی قید میں بند کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس بحر بے کنار کا ایک ایک قطرہ وابستگان کے لئے ''گوہر حیات'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

شاید ایسی ہی ہستیوں کے متعلق شاعر نے کہا ہے کہ:

بقا مل جائے گی اور تم آنسو بہاؤ گے
ہمارے بعد ہم جیسے کہاں سے لوگ لاؤ گے
بگولے تھک کے سو جائیں گے صحراؤں کے سینوں میں
ہمارے نقش پا ہوں گے وہاں تم سر جھکاؤ گے
ہم ایسے لوگ یارو آئے دن پیدا نہیں ہوتے
پھرو گے ڈھونڈتے لیکن ہمیں ہرگز نہ پاؤ گے

لائق صد مبارکباد ہیں محترم حافظ امانت علی سعیدی صاحب جنہوں نے نقوشِ کاظمی کو محفوظ کرنے کے لئے مساعی جمیلہ کی ہے۔ حافظ صاحب بہت ہی محنتی نوجوان ہیں جو اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اپنے مرشد کریم کی تعلیمات کو عام کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل راقم الحروف کی مشاورت و معاونت سے حافظ صاحب نے تحریری کام شروع کیا تھا اور اب تک حیات غزالی زماں (اول، دوئم) گلشن کاظمی، گلشن ابراہیمی سمیت مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات عوام و خواص سے شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ امید ہے کہ کرامات کاظمی بھی وابستگان آستانہ عالیہ سعیدیہ کاظمیہ کے لئے روحانی تسکین کا سبب بنے گی۔

غزالی زماں ایک نظر میں

نام: سید احمد سعید کاظمی

لقب: غزالی زماں

نسب مبارک: آپ کا سلسلۂ نسب ۲۹/ واسطوں سے سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

والد گرامی: سید مختار احمد کاظمی

ولادت: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء

مقام ولادت: محصیل امروہہ، ضلع مراد آباد، صوبۂ اتر پردیش (انڈیا)

تعلیم وتربیت: آپ کی پوری تعلیم وتربیت آپ کے بڑے بھائی مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی نے کی۔

اعلیٰ تعلیم اور فراغت: اپنے بڑے بھائی مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت سولہ سال کی عمر میں ۱۹۳۹ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور مدرسہ محمدیہ امروہہ سے سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ: مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مخصوص تلامذہ: پروفیسر طاہر القادری، مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا حسین الدین ہاشمی، جسٹس مفتی شجاعت علی قادری، مفتی سعادت علی قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مولانا محمد شفیع اکاڑوی، مولانا عبدالقادر، مولانا مشتاق احمد چشتی، مفتی غلام سرور قادری،

مولانا پیر محمد چشتی، مولانا غلام فرید ہزاروی، مولانا محمد شریف ہزاروی، مولانا عبدالحکیم شجاع آبادی، مولانا محمد عبدالغفور الوری۔

اجازت حدیث: مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور مفتی محمد صدیق ہزاروی کو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات پڑھا کر سند حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔

بیعت وارادت: مولانا سید محمد خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ۔

تدریسی خدمات: جامعہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ محمدیہ امروہہ، بہاؤل پور اسلامی یونیورسٹی میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک سال علم حدیث کا درس دیا۔

درس قرآن و حدیث: ۱۹۳۵ء سے ملتان میں آپ نے بیرون لوہاری دروازہ ۱۸ سال تک درس قرآن کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ حضرت چپ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد حدیث کا درس بھی شروع کیا اور درس مشکوٰۃ و بخاری شریف دیتے رہے۔

انوارالعلوم کا قیام: ۱۹۴۴ء میں ملتان میں جامعہ انوارالعلوم قائم کیا۔ اس عظیم درس گاہ سے اب تک ۲۲ ہزار سے زائد طلبہ دورہ حدیث کی تکمیل کر چکے ہیں۔ ۱۳ ہزار نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور ۸ ہزار تجوید وقرأت کی تعلیم سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

اہم تصانیف: حیات النبی، معراج النبی، میلاد النبی، تقریر منیر، مکالمہ کاظمی و مودودی، اسلام اور سوشلزم، اسلامی معاشرے میں طلبہ کا کردار، اسلام اور عیسائیت، فتویٰ حنفی، آئینہ مودودیت،

التبیان (تفسیر پارۂ الم) البیان (ترجمۂ قرآن) مقالات کاظمی (تین جلدیں)۔

مناظرے اور مباحثے: آپ نے قادیانیوں اور وہابیوں سے متعدد مناظرے کیے، جن کی وجہ سے سیکڑوں لوگ غلط عقائد سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت سے وابستہ ہوئے۔

ملی و سیاسی خدمات: قائداعظم کے ساتھ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جمعیۃ علمائے پاکستان کی تشکیل کے بعد آپ کو اس کا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ (۱۹۷۷ء) اور تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔

وصال: ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ مطابق ۴ جون ۱۹۸۶ء

پیکر محبت صاحب علم و دانش

(ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، کراچی)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مینارہ نور جیسی شخصیت سے کون واقف نہیں عہد حاضر میں ایسے بہت کم لوگ ہوئے ہوں گے جنہوں نے عہد طفولیت سے زندگی کے آخری ایام تک نہایت صاف ستھری اور کھری زندگی گزاری ان کا ظاہر و باطن ایک سا تھا..... ان کے آئینہ کردار میں عکس گفتار صاف و شفاف اور عیاں تھا..... آج کے پر آشوب دور میں حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے کہ جسے دیکھ کر سلف و صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی.....

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں امروہہ کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جس میں علم اور روحانیت کا چرچا تھا..... والد ماجد علامہ سید محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے نامور علماء میں شمار ہوتے تھے..... آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے چنانچہ اسی نسبت سے آپ کاظمی کہلاتے ہیں، ابھی آپ چند برس کے تھے کہ والد ماجد نے دنیا کو خیر باد کہہ دیا..... والد کے انتقال پر آپ کے برادر اکبر حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری نبھائی اس وقت کے جید ترین علماء میں آپ نہایت ممتاز مقام کے حامل تھے۔ شعر و ادب سے گہرا لگاؤ تھا، خاکی تخلص فرماتے تھے آج تک انڈیا کے علمی حلقوں میں آپ کا نام جلالت علمی اور زہد و تقویٰ کے حوالے سے زندہ ہے حضرت خاکی محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ غزالی

دوراں کے برادر اکبر ہونے کے ساتھ ساتھ مشفق استاد اور سب سے بڑھ کر شیخ کامل بھی تھے اور ان دنوں شاہ جہانپور کے مدرسہ جامعہ بحر العلوم میں درس و تدریس فرما رہے تھے جس کی وجہ سے حضرت غزالی زماں کو حصول تعلیم میں کوئی دشواری درپیش نہ ہوئی اور صرف سولہ برس کی قلیل عمر میں علوم وفنون سے فراغت حاصل کر کے سند حاصل کی..... حضرت سید شاہ حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پُر وقار تقریب میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نثار احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی جید علمی شخصیات کی موجودگی میں دستار بندی فرمائی.....

تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۹ء میں لاہور تشریف لے آئے، یہاں حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ سید احمد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم اکابر ہستیوں کی صحبت میسر آئی..... ایک روز آپ لاہور کی تاریخی وقدیم درسگاہ جامعہ نعمانیہ دیکھنے گئے وہاں علامہ حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ، مسلم الثبوت کا درس دے رہے تھے، آپ درس میں بیٹھ گئے جب آخر میں طلبہ سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے بھی اس میں حصہ لیا..... آپ کی دینی قابلیت اور ذہانت نے حافظ محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر متاثر کیا کہ بعد میں انہوں نے تفصیلی گفتگو کر کے آپ کو جامعہ نعمانیہ میں مدرس کے عہدے کی پیشکش کی جسے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول کر لیا..... آپ کے مسند تدریس پر رونق افروز ہونے اور علمی جاہ و جلال کا جلد ہی دور دور تک چرچا ہونے لگا اور شیدائیان علم گروہ در گروہ یہاں آنے لگے..... پھر وطن کی یاد نے ستایا تو آپ آبائی علاقہ امروہہ چلے گئے اور وہیں مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں درس و تدریس شروع کر دی..... تقریباً چار سال بعد آپ اوکاڑہ کے حکیم جان عالم کے بے حد اصرار پر اوکاڑہ

تشریف لے آئے یہاں ایک سال درس و تدریس اور اشاعت اسلام میں مشغول رہے..... ایک روز حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کی تقریبات میں شرکت کے لئے آپ ملتان حاضر ہوئے یہاں آپ نے جو سحر انگیز خطاب فرمایا تو حاضرین کے دل نور معرفت سے جگمگانے لگے..... خطاب سے متاثر ہو کر ملتان کے اکابر علماء و مشائخ نے آپ کو ملتان میں سکونت اختیار کرنے کی دعوت دی اور پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملتان کو مسکن بنا لیا اور یوں مدینۃ الاولیاء میں ایک اور ولی کا اضافہ ہو گیا۔ حضرت غزالی زماں کو درس و تدریس کی عادت تھی چنانچہ یہاں بھی آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا اور اپنے گھر پر ہی درس و تدریس شروع کر دی..... دور دراز سے لوگ حصول علم کو آنے لگے تو جگہ تنگ ہونے لگی پھر ۱۹۳۵ء میں ملتان میں ایک عظیم الشان درسگاہ ''جامعہ انوار العلوم'' کے نام سے قائم کی اور تا حیات یہیں سے علم و فن کے گوہر لٹاتے رہے۔ اصلاح عام کی غرض سے جگہ جگہ درس قرآن اور درس حدیث کا سلسلہ بھی جاری فرمایا کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بھی علم کے موتی بکھیرے.....

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے موقع پر بھی علماء و مشائخ کے ہراول دستہ میں شامل رہے..... آپ نے اکابر علماء و مشائخ کی رفاقت میں قیام پاکستان کے لئے بھرپور سعی کی اور جگہ جگہ جلسے جلوس اور تحریر و تقریر کے ذریعہ قیام پاکستان کی راہ ہموار کی..... انہوں نے قیام پاکستان سے قبل قائد اعظم محمد علی جناح سے عہد لیا تھا کہ ملک میں قرآن و سنت کی بالا دستی ہو گی اس کے سوا اور کوئی نظام قبول نہیں کیا جائے گا..... اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جلسے جلوسوں میں بھی شرکت کی اور بھرپور تقاریر سے تحریک کو پروان چڑھایا..... آپ نے قرار داد پاکستان کی تجدید و توثیق کے لئے علماء و

مشائخ کے ساتھ بنارس میں ہونے والی ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' میں بھی شرکت کی..... قیام پاکستان کے بعد ملک میں قرآن وسنت کے قانون کے نفاذ کے لئے ۱۹۴۸ء میں جامعہ انوار العلوم ملتان میں ملک بھر کے علماء و مشائخ کا تین روزہ اجلاس طلب کیا جہاں جمعیت علماء پاکستان تشکیل دی گئی جس کے اول صدر حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم اعلیٰ غزالی دوراں علیہم الرحمۃ منتخب ہوئے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۵۳ء میں مسلم لیگ کے ایک بہت بڑے جلسے میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ایک قرارداد پیش کی جس کی سب نے تائید وحمایت کی۔

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی اشاعت کے لئے کئی تنظیمیں قائم کیں..... ۱۹۷۸ء میں آپ کو اہلسنت کے مدارس کی نمائندہ تنظیم ''تنظیم المدارس'' کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا..... ۱۷-اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی صدر منتخب ہوئے ..... ۱۶، ۱۷-اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جماعت اہلسنت کے زیر اہتمام ملتان میں کل پاکستان سنی کانفرنس منعقد ہوئی جہاں پاکستان میں ''نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا بھرپور مطالبہ کیا گیا..... اس تاریخ ساز کانفرنس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی جبکہ سینکڑوں کی تعداد میں علماء شریک ہوئے.....

حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی تعلیمات سے حد درجہ متاثر تھے جس کا اثر ان کی پوری زندگی پر محیط ہے..... آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے یہی وجہ کہ آپ دن رات امام احمد رضا کے مسلک عشق کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے..... آپ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے کہ الٰہی مسلمانان عالم کو شریعت وسنت کی اتباع اور حضرت امام

احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت ونعمت سے مالا مال فرما.....

حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ بلند پایا مدرس وخطیب تھے..... جب درس حدیث فرماتے تو لگتا مفسر اعظم ہیں الغرض جو مضمون پڑھاتے یوں لگتا کہ اس فن کے امام ہیں اور لگتا بھی کیوں نہیں کہ وہ خود امام علم وقت حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کاروان علوم وفنون اور مسلک عشق رسول سے وابستہ تھے ..... عشق رسول کا وہ دھارا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے منتقل ہو کر حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ملا تھا اس سے حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ بھی فیضیاب ہوئے۔

حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار کتب و رسائل بھی تصنیف و تالیف فرمائے مگر آپ کا زیادہ رجحان تدریس کی جانب رہا.....

حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ قرآن پاک کا اردو ترجمہ ہے جو کہ البیان کے نام سے معروف ہے۔ قرآن پاک کے اردو تراجم میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' پہلے سے موجود ہے..... جب علامہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ دریافت کیا کہ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کے ہوتے ہوئے ترجمہ کی کیا ضرورت تھی..... فرمایا کہ میں نے ترجمہ نہیں کیا، یہ ترجمہ تو اعلیٰ حضرت ہی کا ہے میں نے بعض مشکل الفاظ کے معنی اور متروک الفاظ کو تبدیل کیا ہے..... اس سے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت کا پتہ چلتا ہے.....

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب بندے کو علم وعرفان کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا..... آپ کی شخصیت مسلمانوں کے لئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے

ایسا مینارہ نور جس کی روشنی بڑھتی ہی جارہی ہے۔ آج آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ تلامذہ و مریدین دنیا بھر میں دین کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں..... آپ کا قائم کردہ ادارہ ''جامعہ انوار العلوم'' آج بھی انوار علم و حکمت بکھیر رہا ہے .....آپ کے سلسلہ رشد و ہدایت سے وابستہ حضرات آپ کی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ ''سعیدی'' لکھا کرتے ہیں ..... گو کہ علم و عرفان کا یہ آفتاب ۲۵ رمضان المبارک ۱۹۸۶ء کو غروب ہو گیا مگر اس کے علم و کردار کی روشنی سے آج بھی ایک عالم منور و تاباں ہے۔



تحقیقِ کرامات

(علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری)

زمانہ نبوت سے آج تک کبھی بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے درمیان اختلاف نہیں ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامتیں حق ہیں اور ہر زمانے میں اللہ والوں کی کرامتوں کا صدور وظہور ہوتا رہا اور انشاء اللہ قیامت تک کبھی بھی اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا، بلکہ ہمیشہ اولیاء کرام سے کرامات صادر وظاہر ہوتی ہی رہیں گی۔

اور اس مسئلہ کے دلائل میں قرآن مجید کی مقدس آیتیں اور احادیث کریمہ، نیز اقوال صحابہ وتابعین کا اتنا بڑا خزانہ اوراق کتب میں محفوظ ہے کہ اگر ان سب موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو ایک ایسا گراں قدر وبیش قیمت ہار بن سکتا ہے جو تعلیم وتعلم کے بازار میں نہایت ہی انمول ہوگا اور اگر ان منتشر اوراق کو صفحات قرطاس پر جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم وعظیم دفتر تیار ہوسکتا ہے۔

کرامت کیا ہے:

مومن متقی سے اگر کوئی ایسی نادر الوجود وتعجب خیز چیز صادر وظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔ اسی قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو ''ارھاص'' اور اعلانِ نبوت کے بعد ہوں تو ''معجزہ'' کہلاتی ہیں اور اگر عام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو ''معونت'' کہتے ہیں اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے، تو اس کو ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔

معجزہ اور کرامت

اوپر ذکر کی ہوئی تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ معجزہ اور کرامت دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ بس دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ خلاف عادت و تعجب خیز چیزیں اگر کسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ ''معجزہ'' کہلائیں گی اور اگر ان چیزوں کا ظہور کسی ولی کی جانب سے ہو تو ان کو ''کرامت'' کہا جائے گا چنانچہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نشر المحاسن الغالیہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ امام الحرمین ابوبکر باقلانی و ابوبکر بن فورک و حجۃ الاسلام امام غزالی و امام فخر الدین رازی و ناصر الدین بیضاوی و محمد بن عبدالملک سلمی و ناصر الدین طوسی و حافظ الدین نسفی و ابو القاسم قشیری ان تمام اکابر علماء اہلِ سنت و محققین ملت نے متفقہ طور پر یہی تحریر فرمایا کہ معجزہ اور کرامت میں یہی فرق ہے کہ خوارق عادات کا صدور و ظہور کسی نبی کی طرف سے ہو تو اس کو ''معجزہ'' کہا جائے گا اور اگر کسی ولی کی طرف سے ہو تو اس کو ''کرامت'' کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ حضرت امام یافعی نے ان دس اماموں کے نام اور ان کتابوں کی عبارتیں نقل فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ ملت نے بھی یہی فرمایا ہے، لیکن علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے ان پہاڑوں کے نام ذکر کر دینے کے بعد مزید محققین کے ناموں کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد۲، ص ۸۴۹)

معجزہ ضروری، کرامت ضروری نہیں

معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لئے کرامت کا ہونا ضروری نہیں ہے، مگر ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ولی کے

لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اپنی ولایت کا ثبوت دے، بلکہ ولی کے لئے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی جانے کہ میں ولی ہوں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی ہوئے کہ ان کو اپنے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ ولی ہیں بلکہ دوسرے اولیاء کرام نے اپنے کشف و کرامت سے ان کی ولایت کو جانا پہنچانا اور ان کے ولی ہونے کا چرچا کیا، مگر نبی کے لئے اپنی نبوت کا اثبات ضروری ہے اور چونکہ انسانوں کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو نہیں سکتا، اس لئے ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

کرامت کی قسمیں

اولیاء کرام سے صادر و ظاہر ہونے والی کرامتیں کتنی اقسام کی ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا کہ میرے خیال میں اولیاء کرام سے جتنی قسموں کی کرامتیں صادر ہوئی ہیں، ان قسموں کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف الصدر نے قدرے تفصیل کے ساتھ کرامت کی پچیس قسموں کا بیان فرمایا ہے جن کو ہم ناظرین کی خدمت میں کچھ مزید تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۱) مُردوں کو زندہ کرنا:

یہ وہ کرامت ہے کہ بہت سے اولیائے کرام سے اس کا صدور ہو چکا ہے۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابو عبید بُسری جو اپنے دور کے مشاہیر اولیاء میں سے ایک مرتبہ جہاد میں تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے وطن کی

طرف واپسی کا ارادہ فرمایا تو ناگہاں ان کا گھوڑا مر گیا، مگر ان کی دعا سے اچانک ان کا مرا ہوا گھوڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر اپنے وطن ''بُسر'' پہنچ گئے اور خادم کو حکم دیا کہ اس کی زین اور لگام اتار لے۔ خادم نے جوں ہی زین اور لگام کو گھوڑے سے جدا کیا، فوراً ہی گھوڑا مر کر گر پڑا۔

اسی طرح حضرت شیخ مفرج جو علاقہ مصر میں ''صعید'' کے باشندہ تھے، ان کے دسترخوان پر ایک پرندہ کا بچہ بھُنا ہوا رکھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ ''تو خدا تعالیٰ کے حکم سے اُڑ کر چلا جا''۔ ان الفاظ کا ان کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک لمحہ میں وہ پرندہ کا بچہ زندہ ہو گیا اور اُڑ کر چلا گیا۔

اسی طرح حضرت شیخ ابدل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مری ہوئی بلی کو پکارا تو وہ دوڑتی ہوئی شیخ کے سامنے حاضر ہو گئی۔

اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دسترخوان پر پکی ہوئی مرغی کو تناول فرما کر اس کی ہڈیوں کو جمع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے مرغی! تو اس اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جا جو سڑی گلی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ زبان مبارک سے ان الفاظ کے نکلتے ہی مرغی زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔

اسی طرح حضرت شیخ زین الدین شافعی مدرس مدرسہ شامیہ نے اس بچے کو جو مدرسہ کی چھت سے گر کر مر گیا تھا، زندہ کر دیا۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

اسی طرح عام طور پر یہ مشہور ہے کہ بغداد شریف میں چار بزرگ ایسے ہوئے جو مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے شفا دیتے تھے اور اپنی دعاؤں سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ شیخ ابو سعد قیلوی و شیخ بقا بن بطور و شیخ علی بن ابی نصر ہیتی و شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (بہجۃ الاسرار شریف)

(۲) مُردوں سے کلام کرنا

کرامت کی یہ قسم بھی حضرت شیخ ابو سعید خراز اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہ بہت سے اولیاء کرام سے بارہا اور بکثرت منقول ہے۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی کا بیان ہے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گیا اور سلام کیا، تو قبر انور سے آواز آئی کہ وعلیک السلام یا سید اہل الزمان۔ (بہجۃ الاسرار)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی اور بقا بن بطو، یہ دونوں بزرگ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے تو ناگہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ قبر شریف سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے عبدالقادر جیلانی! میں علم شریعت وطریقت اور علم قال وحال میں تمہارا محتاج ہوں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۳) دریاؤں پر تصرف

دریا کا پھٹ جانا، دریا کا خشک ہو جانا، دریا پر چلنا بہت سے اولیاء کرام سے ان کرامتوں کا ظہور ہوا۔ بالخصوص سید المتاخرین حضرت تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تو ان کرامتوں کا بار بار ظہور عام طور پر مشہور خلائق ہے۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

(۴) انقلابِ ماہیت

کسی چیز کی حقیقت کا ناگہاں بدل جانا یہ کرامت بھی اکثر اولیاء کرام سے منقول ہے۔ چنانچہ شیخ عیسیٰ مہتار یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بطور مذاق کے کسی بد

باطن نے شراب سے بھری ہوئی دو مشکیں تحفہ میں بھیج دیں۔ آپ نے دونوں مشکوں کا منہ کھول کر ایک دوسرے میں شراب کو انڈیل دیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ اس کو تناول فرمائیں۔ حاضرین نے کھایا تو اتنا نفیس اور اس قدر عمدہ گھی تھا کہ عمر بھر لوگوں نے اتنا عمدہ گھی نہیں کھایا۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

(۵) زمین کا سمٹ جانا

سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت کا چند لمحوں میں طے ہونا یہ کرامت بھی اس قدر زیادہ اللہ والوں سے منقول ہے کہ اس کی روایات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، چنانچہ طرطوس کی جامع مسجد میں ایک ولی اللہ تشریف فرما تھے۔ اچانک انہوں نے اپنا سر گریبان میں ڈالا اور پھر چند لمحوں میں گریبان سے سر نکالا تو وہ ایک دم حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

(۶) نباتات سے گفتگو

بہت سے حیوانات و نباتات اور جمادات نے اولیاء کرام سے گفتگو کی جن کی حکایات بکثرت کتابوں میں مذکور ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کے راستہ میں ایک چھوٹے سے انار کے درخت کے سایہ میں اُتر پڑے تو اس درخت نے بآواز بلند کہا کہ اے ابو اسحٰق آپ مجھے یہ شرف عطا فرمایئے کہ میرا ایک پھل کھا لیجئے، اس درخت کا پھل کھٹا تھا، مگر درخت کی تمنا پوری کرنے کے لئے آپ نے اس کا ایک پھل توڑ کر کھایا، تو وہ نہایت ہی میٹھا ہو گیا اور آپ کی برکت سے وہ سال میں دوبار پھلنے لگا اور وہ درخت اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ اس کو رُمَّانَۃُ الْعَابِدِیْنَ (عابدوں کا انار) کہنے لگے۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۶)

(۷) شفائے امراض

اولیائے کرام کے لئے اس کرامت کا ثبوت بھی بکثرت کتابوں میں مرقوم ہے، چنانچہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک پہاڑ پر میں نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو اپاہجوں اندھوں اور دوسرے قسم قسم کے مریضوں کو خدا کے حکم سے شفایاب فرماتے تھے۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۸) جانوروں کا فرماں بردار ہو جانا

بہت سے بزرگوں نے اپنی کرامت سے خطرناک درندوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیا تھا چنانچہ حضرت ابو سعید بن ابی الخیر مہینی رحمۃ اللہ علیہ نے شیروں کو اپنا اطاعت گزار بنا رکھا تھا اور دوسرے بہت سے اولیاء شیروں پر سواری فرماتے تھے جن کی حکایات مشہور ہیں۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۹) زمانہ کا مختصر ہو جانا

یہ کرامت بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ ان کی صحبت میں لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ پورا دن اس قدر جلدی گزر گیا کہ گویا گھنٹہ دو گھنٹہ کا وقت گزرا ہے۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۱۰) زمانہ کا طویل ہو جانا

اس کرامت کا ظہور سینکڑوں علماء و مشائخ سے اس طرح ہوا کہ ان بزرگوں نے مختصر سے مختصر وقتوں میں اس قدر زیادہ کام کر لیا کہ دنیا والے اتنا کام مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ امام شافعی و حجۃ الاسلام امام غزالی و علامہ جلال الدین سیوطی و امام الحرمین شیخ محی الدین نووی وغیرہ (اور چودھویں صدی ہجری کے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے تقریباً ایک ہزار

کتب پچاس علوم میں تصنیف فرمائیں)۔ علماء دین نے اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ اگر ان کی عمروں کا حساب لگایا جائے تو روزانہ اتنے زیادہ اوراق ان بزرگوں نے تصنیف فرمائے ہیں کہ کوئی اتنے زیادہ اوراق کو اتنی قلیل مدت میں نقل بھی نہیں کر سکتا، حالانکہ یہ اللہ والے تصنیف کے علاوہ دوسرے مشاغل بھی رکھتے تھے اور نفلی عبادتیں بھی بکثرت کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح منقول ہے کہ بعض بزرگوں نے دن رات میں آٹھ آٹھ ختم قرآن مجید کی تلاوت کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے اوقات میں اس قدر اور اتنی زیادہ برکت ہوئی ہے کہ جس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۱۱) مقبولیتِ دُعا

یہ کرامت بھی بہت زیادہ بزرگوں سے منقول ہے۔

(۱۲) خاموشی و کلام پر قدرت

بعض بزرگوں نے برسوں تک کسی انسان سے کلام نہیں کیا اور بعض بزرگوں نے نمازوں اور ضروریات کے علاوہ کئی کئی دنوں تک مسلسل وعظ فرمایا اور درس دیا ہے۔

(۱۳) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا

سینکڑوں اولیائے کرام سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ جن بستیوں یا مجلسوں میں لوگ ان سے عداوت و نفرت رکھتے تھے۔ جب ان حضرات نے وہاں قدم رکھا تو ان کی توجہات سے ناگہاں سب کے دل ان کی محبت سے لبریز ہو گئے اور سب کے سب پروانوں کی طرح ان کے قدموں پر نثار ہونے لگے۔

(حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۱۴) غیب کی خبریں

اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اولیاء کرام نے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات وخطرات کو جان لیا اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہے اور ان کی پیش گوئیاں سو فیصدی صحیح ہوتی رہیں۔

(۱۵) کھائے پیئے کے بغیر زندہ رہنا

ایسے بزرگوں کی فہرست بہت ہی طویل ہے جو ایک مدت دراز تک بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رہ کر عبادتوں میں مصروف رہے اور انہیں کھانا یا پانی چھوڑ دینے سے ذرہ برابر کوئی ضعف بھی لاحق نہیں ہوا۔

(۱۶) نظام عالم میں تصرفات

منقول ہے کہ بہت سے بزرگوں نے شدید قحط کے زمانے میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرمایا تو ناگہاں آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوالعباس شاطر رحمۃ اللہ علیہ تو درہموں کے بدلے بارش فروخت کیا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ، ج۲، ص ۸۵۷)

(۱۷) بہت زیادہ مقدار میں کھالینا

بعض بزرگوں نے جب چاہا بیسیوں آدمیوں کی خوراک اکیلے کھا گئے اور انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

(۱۸) حرام غذاؤں سے محفوظ

بہت سے اولیاء کرام کی یہ کرامت مشہور ہے کہ حرام غذاؤں سے وہ ایک خاص قسم کی بدبو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب بھی کوئی حرام غذا لائی جاتی تھی تو انہیں اس غذا سے ایسی ناگوار بدبو

محسوس ہوتی تھی کہ وہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ حرام غذا کو دیکھتے ہی ان کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو العباس مری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لوگوں نے امتحان کے طور پر حرام کھانا رکھ دیا، تو آپ نے فرمایا اگر حرام غذا کو دیکھ کر حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی تو میرا یہ حال ہے کہ حرام غذا کے سامنے میری ستر رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔

(۱۹) دور کی چیزوں کو دیکھ لینا

چنانچہ شیخ ابو اسحٰق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ وہ بغداد شریف میں بیٹھے ہوئے کعبہ مکرمہ کو دیکھا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ ج ۲، ص ۸۵۷)

(۲۰) ہیبت و دبدبہ

بعض اولیاء کرام سے اس کرامت کا صدور اس طور ہوا کہ ان کی صورت دیکھ کر بعض لوگوں پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ ان کا دم نکل گیا، چنانچہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت سے ان کی مجالس میں ایک شخص مر گیا۔ (حجۃ اللہ، جلد ۲، ص ۸۵۷)

(۲۱) مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا

اس کرامت کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ''خلع ولیس'' کہتے ہیں، یعنی ایک شکل کو چھوڑ کر دوسری شکل میں ظاہر ہو جانا۔ حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اس عالم مثال میں ایک ہی شخص کی روح مختلف جسموں میں ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرآن مجید کی آیت کریمہ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

سَوِیًّا سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے سامنے ایک تندرست جوان آدمی کی صورت میں ظاہر ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ عالم مثال میں ہوا تھا۔

یہ کرامت بہت سے اولیاء نے دکھائی ہے، چنانچہ حضرت تضیب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ جن کا اولیاء کے طبقہ ابدال میں شمار ہوتا ہے، کسی نے آپ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔ یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے اور فوراً ہی اپنے آپ کو اس کے سامنے چند صورتوں میں ظاہر کیا اور پوچھا کہ بتا تو نے کس صورت میں مجھ کو ترک نماز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۸)

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ نقشبندیہ میں بہت ہی ممتاز بزرگ ہیں۔ جب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ اقدس پر ان کو داغ دھبے نظر آئے جس سے ان کے دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی تو اچانک آپ ان کے سامنے ایک ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہو گئے کہ بے اختیار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور وہ فوراً ہی بیعت ہو گئے۔ (رشحات العیون)

(۲۲) دشمنوں کے شر سے بچنا

خداوند قدوس نے بعض اولیاء کرام کو یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ ظالم اور امراؤ سلاطین نے جب ان کے قتل یا ایذا رسانی کا ارادہ کیا، تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بغداد ہارون رشید نے ایذا رسانی کے خیال سے دربار میں طلب کیا، مگر جب وہ سامنے گئے تو خلیفہ خود ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا کہ ان

کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۸)

(۲۳) زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا

بعض اولیائے کرام کو یہ کرامت ملی ہے کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے، اور اس کو اپنی کرامت سے باہر نکال لیتے تھے، چنانچہ شیخ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے مقام پر جہاں پانی نایاب تھا، زمین پر ایک ٹھوکر مار کر پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۷)

(۲۴) مشکلات کا آسان ہو جانا

یہ کرامت بزرگانِ دین سے بار بار اور بے شمار مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے جس کی سینکڑوں مثالیں ''تذکرۃ الاولیاء'' وغیرہ مستند کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۲۵) مہلکات کا اثر نہ کرنا

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک بدباطن بادشاہ نے کسی خدا رسیدہ بزرگ کو گرفتار کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ کوئی تعجب خیز کرامت دکھائیں، ورنہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ آپ نے اونٹ کی مینگنیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اٹھا لاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟ جب لوگوں نے ان کو اکٹھا کر کے دیکھا تو وہ خالص سونے کے ٹکڑے تھے پھر آپ نے ایک خالی پیالے کو اٹھا کر گھمایا اور اوندھا کر کے بادشاہ کو دیا تو وہ پانی سے بھرا ہوا تھا اور اوندھا ہونے کے باوجود اس میں سے ایک قطرہ بھی پانی نہیں گرا۔ یہ دو کرامتیں دیکھ کر یہ بد عقیدہ بادشاہ کہنے لگا کہ یہ سب نظر بندی کے جادو کا کرشمہ ہے۔ پھر بادشاہ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو بادشاہ نے مجلس سماع منعقد کرائی۔ جب ان درویشوں کو سماع سن کر جوش وجد میں حال آ گیا، تو یہ سب

لوگ جلتی ہوئی آگ میں داخل ہو کر رقص کرنے لگے۔ پھر ایک درویش بادشاہ کے بچے کو گود میں لے کر آگ میں کود پڑا اور تھوڑی دیر تک بادشاہ کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ بادشاہ اپنے بچے کے فراق میں بے چین ہو گیا، مگر پھر چند منٹوں میں درویش نے بادشاہ کے بچے کو اس حال میں بادشاہ کی گود میں ڈال دیا کہ بچے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے ہاتھ میں انار تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹا تم کہاں چلے گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک باغ میں تھا جہاں سے میں یہ پھل لایا ہوں۔ یہ دیکھ کر بھی ظالم و بدعقیدہ بادشاہ کا دل نہیں پسیجا اور اس نے اس بزرگ کو بار بار زہر کا پیالہ پلایا مگر ہر مرتبہ زہر کے اثر سے اس بزرگ کے کپڑے پھٹتے رہے اور ان کی ذات پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ (حجۃ اللہ، ج ۲، ص ۸۵۸)

کرامت کی یہ وہ پچیس قسمیں ہیں اور ان کی چند مثالیں ہیں جن کو حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے، ورنہ اس کے علاوہ کرامات کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان کی مثالیں اس قدر زیادہ تعداد میں ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ہزاروں اوراق کا ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے، مگر بطور مثال جس قدر ہم نے یہاں تحریر کر دیا وہ طالب حق کی تسکین روح و اطمینانِ قلب کے لئے بہت کافی ہے رہ گئے بدعقیدہ منکرین تو ان کی ہدایت کے لئے دلائل تو کیا دورِ رسالت میں ان کے لئے معجزہ ''شق القمر'' بھی سودمند نہیں ہوا، مثل مشہور ہے کہ:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

عزم کا کوہِ گراں

شان دیں کے پاسباں ہیں حضرت احمد سعید
جس کے میر کارواں ہیں حضرت احمد سعید

رہبر عصر رواں ہیں حضرت احمد سعید
آپ کا علمی تبحر آپ کی فکر جمیل

دین کی تفہیم میں فیضان کی تقسیم میں
اپنے اندر اک جہاں ہیں حضرت احمد سعید

کامیاب و کامراں ہیں حضرت احمد سعید
صلح جوئی عاشقی ہے ان کی تعلیمات میں

اک شعاع نور اس کی کہیے انوار العلوم
ضامن امن و اماں ہیں حضرت احمد سعید

آفتاب ضوفشاں ہیں حضرت احمد سعید
شارح دستور قرآں مانتے ہیں آپ کو

علم و دانش کی اگر ہو گفتگو تو بالیقیں
اور محدث بے گماں ہیں حضرت احمد سعید

ایک بحر بے کراں ہیں حضرت احمد سعید
ہے کوئی ایسا بھی جو ان کا نہ ہو حلقہ بگوش

رات دن اک کر دیے دیں کی اشاعت کیلئے
سب دلوں پر حکمراں ہیں حضرت احمد سعید

عزم کا کوہ گراں ہیں حضرت احمد سعید
آستانِ کاظمی پر ڈھ سنانے جائیں گے

آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جس کے سارے غنچے سارے پھول
غمزدوں پر مہرباں ہیں حضرت احمد سعید

وہ مہکتا گلستاں ہیں حضرت احمد سعید
گلستان کاظمیت کی بہاروں کو سلام

زلزلہ باطل کے ایوانوں میں طاری کر دیا
دافع عہد خزاں ہیں حضرت احمد سعید

دہر میں حق کی اذاں ہیں حضرت احمد سعید
منقبت لکھتا رہوں ساجد میں اپنے شیخ کی

راستہ حق کا نہ چھوڑے گا کبھی وہ کارواں
راحت روح و رواں ہیں حضرت احمد سعید

(محمد امین ساجد سعیدی، حاصل پور)

باب نمبر 1

کراماتِ کاظمی

اور

صاحبزادگانِ ذی وقار

کراماتِ کاظمی

تم نے تو کل آنا تھا؟

بیعت سے کچھ دن بعد پردہ

اس شدید حالت میں

اللہ مجھے دنیا میں رسوا نہ فرمائے گا

مریض کی حق تلفی

اللہ کے بندے کے قدم

ابھی میرا وقت نہیں آیا

میں ان باتوں کو نہیں مانتا

خاموش رہنے کا حکم

اس نیک بندی کے صدقے ہم سب کو بخش دے

سڑک پر ایک سیدزادہ آرہا ہے

کسی عام آدمی کے لئے قدرت یہ اہتمام نہیں کرتی

کراماتِ کاظمی

غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر کرامات آپ کی حیات مبارکہ میں ظہور پذیر ہوئیں جبکہ بعد از وصال بھی کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے نامساعد حالات میں بھی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور کسی قسم کا شکوہ زبان پر نہیں لائے۔ لاکھ آندھیاں آئیں، ہزاروں طوفان اُٹھے مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آئی اور آپ علم و عمل کا غیر متزلزل پہاڑ بنے رہے۔ ارباب نظر نے آپ کی بیشمار کرامات کا مشاہدہ کیا جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم اس کتاب ''کراماتِ کاظمی'' میں کریں گے۔ جس کی ابتدا سب سے پہلے مظہر غزالی زماں جانشین حضور امام اہلسنت حضرت علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ سے کریں گے۔

تم نے توکل آنا تھا؟

جانشین امام اہلسنت پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی نے لاہور میں غزالی زماں کانفرنس کے موقع پر بیان کیا کہ:

ابھی چند دن پہلے میں سیالکوٹ گیا وہاں جماعت اہلسنت کی طرف سے ایک بہت بڑا پروگرام تھا یہ ڈنمارک کے خاکوں کے احتجاج کے سلسلے میں بہت بڑا پروگرام تھا اور مجھے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ سیالکوٹ کے لوگوں میں کتنا جذبہ اور ولولہ ہے اور جماعت اہلسنت کی آواز پر کتنی کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوئے اور اتفاق سے اس دن سیالکوٹ میں بڑی موسلا دھار بارش ہوئی جلسے میں سے ایک

شخص بھی وہاں سے غائب نہیں ہوا اور اسٹیج پر بھی کوئی شامیانہ نہیں تھا میں اور علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب سمیت تمام حضرات بارش میں بھیگتے رہے اور خطابات ہوتے رہے اور سب سنتے رہے تو میں جب وہاں سیالکوٹ گیا تو وہاں ہمارے ایک پیر بھائی اشرف صاحب ہیں۔ محمد اشرف ان کا نام ہے سمبڑیال میں رہتے ہیں اور سمبڑیال میں لیدر کی فیکٹری ہے اس میں وہ ملازم ہیں اب شاید وہ ریٹائر ہو گئے ہوں میں آج سے ۱۵ پندرہ سال پہلے کی بات کر رہا ہوں کہ پندرہ سال پہلے وہ میرے پاس آئے میں انہیں نہیں جانتا تھا۔ حضرت غزالی زماں کی وفات کو تو اب ۲۲ سال ہونے والے ہیں وہ پندرہ سال پہلے میرے پاس ملتان آئے اور آ کر مجھے ملے پریشانی تھی ان کی کہنے لگے میں دعا کے لئے آیا ہوں میری یہ پریشانی ہے آپ دعا کریں کہ میرے شیخ کریم کے صدقے میں میرا مسئلہ حل ہو جائے فقیر نے شیخ کریم کی نسبت سے دعا کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کا کام ہو گیا۔ انہوں نے اس وقت پندرہ سال پہلے مجھے کہا کہ حضرت میں آپ کو اپنی بیعت کا واقعہ سنانا چاہتا ہوں میں نے کہا بتائیں کہنے لگے میں ملتان آیا مدینۃ الاولیاء میں بزرگان دین اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دینے کے لئے میں اس وقت تک بیعت نہیں ہوا تھا۔

مزارات پر میں نے حاضری دی آخر میں مَیں حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا رات کا وقت تھا بڑا لطف آیا وہ حاضری بڑی پُرکیف حاضری تھی تو میں پھر رات کو مزار پر ہی رہ گیا مزار پر میں نے رات گزاری میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک تانگا اور گھوڑا ہے اور اس پر ایک بینر لگا ہوا ہے غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی اور اس میں ایک نہایت ہی نورانی شکل وصورت والے بزرگ بیٹھے ہیں یہ منظر میں دیکھ رہا

ہوں کہ تانگا آرہا ہے اور میں نے دیکھا کہ شاہ رکن عالم صاحب تشریف لائے اور انہوں نے مجھے کہا کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے تو اس وقت اس سے کامل ہستی روئے زمین پر کوئی نہیں ہے تم نماز فجر پڑھ کر جاؤ ان کے آستانے پر جا کر بیعت ہو جاؤ یہ حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ کہنے لگا میں صبح اُٹھا تو مجھے خواب یاد تھا لیکن مجھے وہاں مزار مبارک پر اتنا لطف آرہا تھا کہ سارا دن میں نے وہاں ہی گزار دیا رات کو سویا پھر اگلے دن مجھے خیال آیا کہ مجھے تو شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں جاؤں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا پتہ کیا انہوں نے مجھے پتہ بتا دیا میں آیا تو حضرت سامنے تشریف فرما تھے بالکل وہی شکل وصورت تھی جو میں نے تانگے میں دیکھی تھی جب میں آگے بڑھا تو حضرت نے مجھے دیکھا فرمانے لگے تم نے تو کل آنا تھا آج کیوں آئے ہو میں قدموں میں گر گیا اور عرض کیا حضور معاف فرما دیں مجھے اپنی غلامی میں لے لیں اپنی غلامی کا طوق میرے گلے میں ڈال دیں مجھے بیعت فرمالیں (۱)۔

بیعت سے کچھ دن بعد پردہ:

جانشین امام اہلسنت قبلہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک شخص لاہور کا رہنے والا ہے اس کا نام ظفر اقبال ہے وہ میرے پاس آیا۔ حضرت غزالی زماں کی وفات کے تقریباً دو مہینے بعد وہ بڑا غم و اندوہ کا موقعہ تھا دن رات ہماری آنکھوں سے آنسو گرتے تھے حضرت کی یاد میں مرغ بسمل کی طرح ہوتے تھے وہ شخص آیا عصر اور مغرب کے درمیان بڑا ہجوم تھا لوگوں کا وہ آیا اور آ کر ملا وہ اجنبی آدمی تھا کہنے لگا میں آپ کو ایک قصہ سنانا چاہتا ہوں میں نے کہا سنائیں، کہنے لگا یہ آج سے آٹھ سال پہلے کی بات ہے میرا

بیعت ہونے کا ارادہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں میں لاہور کا رہنے والا تھا میرا اپنا خیال تھا کہ حضرت پیر کرم شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں ان سے بڑی محبت تھی ان کی میں نے بڑی تقاریر سنی تھیں لیکن میں نے ابھی پکا ارادہ نہیں کیا تھا کہ ایک رات میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بڑی عظیم الشان مسجد ہے اور نہایت نورانی شکل والے بزرگ موجود ہیں اور وعظ فرما رہے ہیں اور وعظ فرمانے کے بعد لوگ آئے اور آپ سے بیعت ہوئے۔ تو میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں تو ایک سفید لباس میں نہایت ہی نورانی شکل والے بزرگ آتے ہیں اور آ کر کہتے ہیں کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے تو ان کی بیعت ہو جا اس وقت روئے زمین پر سب سے کامل ہستی یہ ہیں تو میں نے پوچھا ان کا نام کیا ہے تو کہنے لگے ان کا نام ہے علامہ سید احمد سعید کاظمی تو پھر انہوں نے کہا کہ جب تو بیعت ہو گا تو تیرے بیعت ہونے کے کچھ دن بعد یہ دنیا سے پردہ فرما جائیں گے اور بیعت کے وقت جو دعا تو ان سے منگوائے گا وہ دعا قبول ہو گی۔ وہ کہنے لگا میں نے خواب دیکھا صبح اُٹھا تو مجھے خواب یاد تھا لیکن میں نے حضرت کا نام نہیں سنا تھا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ علامہ سید احمد سعید کاظمی کون ہیں کہنے لگے وہ تو بڑی کامل ہستی ہے وہ تو ملتان میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو پھر میں نے ملتان کا پروگرام بنایا اور میں ملتان آیا جمعے کا دن تھا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ شاہی عید گاہ میں جمعہ پڑھاتے ہیں پھر میں عید گاہ میں آیا بالکل وہی مسجد تھی جو میں نے دیکھی تھی اور وہی شکل وصورت تھی حضرت کی جو تقریر فرما رہے تھے میں نے وعظ سنا ایمان تازہ ہوا ایسا وعظ بھی میں نے زندگی میں کبھی نہیں سنا تھا تقریر ختم ہوئی جمعہ پڑھا صلوٰۃ وسلام ہوا اس کے بعد لوگ بیعت ہونے نکلے اور وہی منظر جو میں نے دیکھا تھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں میں بھی بیعت

ہونے کے لئے آگے بڑھا کہ میں بیعت ہو جاؤں لیکن مجھے خیال آیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ جب تو بیعت ہو گا تو اس کے چند دن بعد حضرت وصال فرما جائیں گے میں پیچھے ہٹ گیا اور میں واپس چلا گیا وہ کہنے لگا ایک سال میں نے گزارہ اور ایک سال کے بعد پھر تڑپ ہوئی اور میں آیا جمعے کا دن تھا اسی طرح میں نے تقریر سنی اور حضرت کی زیارت کی اور پھر لوگ بیعت ہونے لگے میں بھی آگے بڑھا اور میں نے کہا کہ میں بیعت ہو جاؤں پھر مجھے وہ بات یاد آئی کہ بزرگ نے کہا تھا کہ جب تو بیعت ہو گا تو حضرت چند دن بعد پردہ فرما جائیں گے میں پھر پیچھے ہٹ گیا اور دو سال گزر گئے کہنے لگا پچھلے رمضان میں آیا ہوں کہ حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں اور بیعت جب میں ہوا تو مجھے یقین تھا کہ اب چند دن کے بعد تو حضرت پردہ فرما جائیں گے۔ میں نے عرض کی حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے والدہ کو حج کرانے کی سعادت عطا فرمائے۔ حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے فرمایا بھئی تم نے دیر کر دی میں نے بڑے لاڈ کے انداز عرض کی حضور آپ کے ہاں دیر سویر نہیں کرم فرمائیں مجھے یہ سعادت مل جائے تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ہم دعا کرتے ہیں یہ سعادت تمہیں ضرور نصیب ہو گی۔ حضرت نے دعا فرمائی پھر میں نے عرض کی حضور ایک عا اور کر دیجئے فرمایا کیا عرض کیا حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے چاند سا بیٹا عطا فرمائے پھر آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا دے گا اس کا نام محمد احمد رکھ دینا کہنے لگا حضرت نے دعا فرما دی اور میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہیں کہ یہ میری اور میرے شیخ کی پہلی اور آخری ملاقات ہے اور حضرت تو پردہ فرما جائیں گے اور میں لاہور چلا جاؤں گا۔

کہنے لگا جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت حضرت کو جوڑوں کی بہت سخت تکلیف تھی ویل چیئر پر حضرت ہوتے تھے اور حضرت ویل چیئر پر جا رہے

ہیں اور میں پیچھے ہوں اور میں رو رہا ہوں کہ کاش یہ دست کرم میرے شانے پر آجاتا تو یہ میرے دل میں گمان ہو تو حضرت نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور مجھے اشارے سے بلایا اور میں قریب آیا تو ہاتھ میرے شانے پر رکھا اور پھر میں کار تک اسی طرح چلتا گیا اور پھر حضرت ویل چیئر سے اُتر کر گاڑی میں بیٹھے اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ حضرت چلے گئے اور میں لاہور آ گیا اور چند دن کے بعد حضرت کا وصال ہو گیا(۲)۔

اس شدید حالت میں

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر مذہبی اُمور فرماتے ہیں کہ آپ کئی دن سے شدید علیل تھے۔ اور عشاء کی نماز کے وضو کے دوران آپ کی حالت مزید اتنی بگڑی تھی کہ آپ کی سانسیں نبض چند منٹ کے لئے معدوم ہو گئی تھی۔ اس شدید علالت میں بھی باقاعدہ طہارت اور وضو کا اہتمام یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ پھر وہ وقت جب ڈاکٹر بھی ناامید تھے، جوتا پہننے کے حوالے سے سنت غیر مؤکدہ کا اہتمام آپ ہی کا حصہ تھا۔ پھر ہسپتال میں علاج معالجہ شروع ہونے سے پہلے اشاروں سے نماز کی ادائیگی یہ آپ ہی کا کمال تھا اور پھر جبکہ طبیعت بحال نہیں ہوئی اور معالجین ملاقاتیوں کو اجازت دینے کے روادار نہیں، مدرسہ کے طلباء کو سبق پڑھانے کا اشتیاق اور ان کے ناغے پر تاسف، یہ آپ ہی کی خصوصیت تھی۔ اگر آپ کی باقی تمام زندگی، عبادت، ریاضت، زہد وتقویٰ، دین کی خدمت اور اس راہ میں مشقت، سب سے صرف نظر کر لیا جائے تو بھی آپ کی زندگی کی یہ ایک رات آپ کے مرتبے اور مقام اور اللہ رسول سے آپ کے تعلق (Commitment) کی گواہی کے لئے کافی ہے(۳)۔

اللہ مجھے دنیا میں رسوا نہ فرمائے گا

علامہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر مذہبی اُمور فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے جو فرمایا تھا اور انہوں نے اپنی تحریر میں ذکر کیا تھا وہ یہی موقع تھا جب مصلے پر تشریف فرما ہوئے اور چار پانچ منٹ کے لئے آپ کی سانسیں اور نبض معدوم تھیں بعد میں آپ نے پوچھا کہ مجھے اس کیفیت میں کتنا وقت گزرا ہم نے بتایا کہ چار پانچ منٹ گزرے ہوں گے۔ آپ نے بڑی حیرت اور تعجب سے فرمایا ''وہاں تو بڑا وقت تھا'' جب مولانا عبدالستار نیازی اور ہم نے وضاحت چاہی تو تفصیل میں جانے کی بجائے فرمایا کہ ''مجھے اب یقین ہے کہ اللہ مجھے اس دنیا میں رسوا نہ فرمائے گا[۴]۔

مریض کی حق تلفی

حافظ اللہ یار فریدی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج جلال پور پیروالہ راوی ہیں کہ ایک بار اباجی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے باہر خاصی دور دیہاتی علاقے میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً آپ کو کچھ تکلیف ہوئی جو زیادہ شدید نہ تھی۔ اس لئے مقامی طور پر ایک ڈاکٹر صاحب سے رجوع کرنے کا سوچا گیا۔ چونکہ تکلیف معمولی نوعیت کی تھی اس لئے اباجی قبلہ نے ڈاکٹر صاحب کو گھر بلانے کی بجائے ان کی دکان پر جانے کو ترجیح دی۔ یہ بھی ان کی انسان دوستی کا ایک انداز تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کے پاس تو ہر طرح کے مریض آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کی حالت بہت خراب ہوتی ہے وہ ڈاکٹر کی فوری توجہ کے مستحق ہوتے ہیں اگر ڈاکٹر صاحب کو ہم یہاں بلائیں گے تو ایسے کسی مریض کی حق تلفی ہو سکتی ہے اور اس کے لئے کوئی شدید پریشانی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم اگر خود ان کی دکان پر

چلے جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

بہرحال اباجی قبلہ اس ڈاکٹر کی دکان پر پہنچے، چند ایک مریض دکان پر موجود تھے۔ لیکن کوئی ایمرجنسی نہ تھی اس لئے ڈاکٹر صاحب نے اباجی قبلہ کو پہلے دیکھنے کو ترجیح دی۔ بیماری کی علامت، تکلیف کی نوعیت پوچھنے کے بعد اور معائنہ سے فارغ ہوکر جب وہ نسخہ تحریر کرنے لگے تو ساتھ ہی گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ رات آپ جلسے سے خطاب کر رہے تھے۔ میرے گھر کے قریب جلسہ گاہ تھی اس لئے آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ آپ دلائل اور زور بیان کے ذریعے ثابت کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور کے اندر جسمانی حیات کے ساتھ متصف ہیں اور اسی طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اباجی قبلہ نے انکی تائید فرمائی کہ بالکل میں نے یہ سب کچھ کہا تھا اور جو کچھ کہا تھا اس کے لئے دلائل پیش کئے تھے۔ کوئی بات بغیر دلیل کے بغیر ثبوت کے تو نہ کی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جناب میں کوئی عالم دین تو ہوں نہیں کہ ان دلائل کا تنقیدی جائزہ لے کر فیصلہ کرسکوں کہ وہ دلائل کس حد تک درست اور صحیح تھے اور قابل قبول تھے۔ میں تو ایک ڈاکٹر ہوں اور عملی زندگی پر یقین رکھتا ہوں۔ آپ جو بات کر رہے ہیں وہ طبی اور عقلی اعتبار سے ناقابل یقین ہے۔ اگر آپ کا اصرار ہے کہ آپ نے درست کہا ہے تو آیئے ایک تجربہ کر لیتے ہیں۔ اسی جگہ ہم ایک قبر کھودتے ہیں۔ آپ کو اس میں لٹاتے ہیں اور دو چار دن کے بعد یہ قبر سب کے سامنے کھولتے ہیں۔ زبانی کلامی باتوں کے مقابلے میں تجربے کی بات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ پتہ چل جائے گا کہ آپ نے جو کچھ کہا اس میں کتنی حقیقت ہے۔

اباجی قبلہ کے ہمراہی ڈاکٹر صاحب کے اس انداز اور گفتگو سے بہت جز

بز ہوئے اور انہیں بہت غصہ بھی آیا۔ لیکن اباجی قبلہ بڑے تحمل سے مسکراتے ہوئے ان کی گفتگو سنتے رہے اور ہمراہیوں کو بھی حوصلے کی تلقین کرتے رہے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے بات مکمل کی تو اباجی قبلہ نے فرمایا۔ میں نے انبیاء کرام کی جسمانی حیات کی بات کی تھی میں تو نبی نہیں ہوں لیکن آقا کریم ﷺ کی غلامی کے صدقے میں اس تجربے اور آزمائش کے لئے بھی تیار ہوں لیکن قبر کھودنا، مجھے لٹانا اور پھر دو چار دن انتظار کرنا پھر قبر دوبارہ کھودنا اس طرح تجربہ کرنا ان سب بکھیڑوں کی بجائے اگر ابھی یہاں اپنی بات ثابت کر دوں تو کیسا ہے؟

ڈاکٹر صاحب بہت حیران ہوئے۔ ''یہاں آپ یہ بات کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ وہ دیہاتی علاقہ تھا مریض کو ڈاکٹر تک لانے کے لئے ایمبولینس اور کاریں وغیرہ میسر نہ تھیں ویسے بھی وہ آج سے ۳۰، ۳۵ برس پہلے کی بات ہے۔ مریض بیل گاڑیوں پر گھوڑوں پر اونٹوں پر مطب تک آتے تھے۔ اتفاق سے ایک مریض ایک اونٹنی پر آیا تھا اور وہ اونٹنی کلینک کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ اونٹنی حاملہ تھی۔

اباجی قبلہ نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ تو ماشاء اللہ علم طب میں دسترس رکھتے ہیں۔ آپ بتایئے اس اونٹنی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ زندہ ہے یا مردہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر بچہ پیٹ میں مرجاتا تو یہ اونٹنی اس اطمینان سے کیسے رہ سکتی تھی۔ خود اس کی جان کے لالے پڑے ہوتے، اس کی حالت بتا رہی ہے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ زندہ ہے اور ٹھیک ٹھاک ہے۔ اباجی قبلہ مسکرائے اور فرمایا اگر میں آپ کی بات کو چیلنج کروں اور کہوں کہ یہ کیسے ممکن ہے اونٹنی کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو۔ آیئے چلیں تجربہ کرتے ہیں۔ میں آپ کو ایک اور اونٹنی کے پیٹ میں ڈال کر اس کا پیٹ سی دیتا ہوں اور دو دن کے بعد پھر پیٹ چاک کر کے دیکھ لیں گے آپ زندہ بچتے ہیں کہ نہیں تو کیا آپ اس تجربے کے

لئے تیار ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کی خاموشی ہی ان کا جواب تھی۔ اس لئے اباجی قبلہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہیں گے کہ پیٹ میں بچے کی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خصوصی انتظام فرمایا ہے۔ اس کو غذا ماں کے خون سے ملتی ہے اس کو زندگی کے لئے ہوا بھی ماں کے توسط سے میسر آتی ہے۔ اس لئے وہ بچہ تو زندہ ہے میں زندہ نہیں رہ سکوں گا لیکن بہر حال آپ یہ مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ پیٹ میں بچہ زندہ ہے تو وہ اللہ جو اس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی دیتا ہے وہ اگر قبر میں اپنے محبوبوں کو زندگی عطا فرمائے اور اس کے لئے وہ مخصوص انتظامات فرمائے تو اس میں ایسی کونسی نا قابل یقین بات ہے۔

وہ ڈاکٹر صاحب جو عقیدے کے اعتبار سے دوسرے خیالات کے حامل تھے اس طرز استدلال کے سامنے ششدر رہ گئے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ ان کے عقائد درست ہوئے یا نہیں لیکن اس وقت بہر حال وہ اباجی قبلہ کے علم اور قوت استدلال کے بے حد معترف ہوئے اور اس کے اعتراف کے اظہار مین انہوں نے بخل سے کام نہیں لیا۔ (۵)

اللہ کے بندے کے قدم

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر مذہبی امور ماہنامہ ''السعید'' میں ''ماضی کے جھروکوں کے عنوان'' سے بیان کرتے ہیں کہ جب سندھ کے شہر سانگھی میں سوئی گیس کی نئی پائپ لائن بچھانے کے سلسلے میں سائٹ کیمپ قائم ہوا تو قواعد وضوابط اور روایت کے مطابق جنگل میں منگل کی کیفیت ہو گئی۔ یہاں حسب روایت مسجد بھی بنانا تھی جس میں باقاعدہ نماز کی ادائیگی کا اہتمام ہوتا

ہو۔ عبدالرشید ارشد بیان کرتے ہیں کہ ''سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد موجود تھی جس کو عرف میں ''مصلی'' کہا جاتا ہے کہ بس دو چار افراد نماز ادا کرسکیں۔ نجانے کیوں میں نے یہ سوچا کہ یہ جگہ بہت اچھی اور مبارک لگتی ہے۔ نجانے اللہ کے کسی نیک بندے نے اس جگہ رب کی بارگاہ میں سجدے کئے ہوں۔ ہمیں اس کا احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اور مسجد تو ہمیں بنانا ہی ہے تو کیوں نہ اس مصلے کی جگہ کو کشادہ کر کے مسجد کی باقاعدہ شکل دے دی جائے۔ اس بارے میں مالک زمین ناصر شاہ (ناظم سکھر) سے بھی بات کرلی گئی۔ ہم نے وہ مسجد بنالی۔ وہاں نمازیں ادا کرتے رہے۔ جب ہمارا اس ''سائٹ'' پر کام مکمل ہو گیا اور ہم روانہ ہونے لگے تو گھوٹکی میں مقیم مولانا عبدالکریم سعیدی مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور انہوں نے کہا کہ مجھے تو اب معلوم ہوا کہ اس کیمپ کے انچارج ہمارے سعیدی بھائی ہیں اور ایسے سعیدی جنہیں اپنی نسبت کا ہمیشہ پاس رہتا ہے۔ اب آپ جارہے ہیں لیکن میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ نے جس مصلی کو باقاعدہ مسجد کی شکل دے دی ہے۔ ایک بار ہمارے اور آپ کے مرشد حضور غزالی دوراں علیہ الرحمہ کے ساتھ دوران سفر ہم یہاں رکے تھے اور حضرت کی اقتداء میں ہم نے یہاں نماز ادا کی تھی۔

ان سے یہ بات سن کر مجھے خیال آیا کہ میں نے مسجد بناتے ہوئے یہی تو سوچا تھا کہ نجانے اللہ کے کس محبوب بندے کے سجدے کے صدقے میں یہ جگہ بن رہی ہے تو اب پتہ چلا کہ یہ میرے اپنے مرشد کریم کا فیض تھا۔ (۶)

ابھی میرا وقت نہیں آیا

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ آپریشن کے بعد آپ کی طبعیت سنبھلنے میں نہ آتی تھی۔ ایک دن ڈاکٹرز نے آپ کی حالت و کیفیت کے پیش نظر بھائی جان قبلہ کو بلا کر کہا کہ ہم آپ کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتے۔ حضرت صاحب کی طبعیت بہت زیادہ نازک ہے کسی بھی وقت کچھ ہوسکتا ہے۔ ہم آپ کو اس لئے پہلے بتا رہے ہیں کہ آپ حضرات ذہنی طور پر ہر قسم کی صورت حال کے لئے تیار رہیں۔ ڈاکٹروں کی یہ بات سن کر بھائی جان کی جو حالت ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ رنگ فق ہے' حواس باختہ ابا جی قبلہ کے کمرے میں آئے۔ ڈاکٹر حضرات بھی پیچھے پیچھے تھے۔ ابا جی قبلہ نے جب بھائی جان کی یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوکر پوچھا کہ بیٹے آپ کو کیا ہوا۔

بھائی جان نے نم آنکھوں سے صورت حال بتائی اور ڈاکٹروں کی رائے سے آگاہ کیا۔ حافظ اللہ یار فریدی بھی اس وقت ابا جی قبلہ کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے فوراً اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ابا جی قبلہ سے پوچھا کہ حضرت میں سورۃ یٰسین پڑھوں۔ ابا جی قبلہ نے پہلے ڈاکٹروں سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ البتہ آپ کی بات میرے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ آپ ان بچوں کو کیوں دہلائے دے رہے ہیں۔ پھر حافظ اللہ یار فریدی سے فرمایا۔ حافظ صاحب سورۃ یٰسین نہیں سورۃ فاتحہ پڑھیں یہ سورۃ شفا ہے۔ اس میں اللہ نے صحت رکھی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی اور تقریباً پانچ برس آپ حیات رہے اور دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ (۷)

میں ان باتوں کو نہیں مانتا

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی مزید بیان فرماتے ہیں کہ سوئی گیس

کے محکمے میں ہمارے پیر بھائی انجینئر عبدالرشید ارشد صاحب نے بتایا کہ نشتر ہسپتال کے بعد ڈاکٹر شبیر ناڑو صاحب لاہور کے سروسز ہسپتال میں ٹرانسفر ہو گئے تھے۔ عبدالرشید ارشد ایک کام کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب سے ملے اور باتوں باتوں میں اباجی قبلہ سے اپنی نسبت کا ذکر کیا تو پوچھا کہ آپ نے حضرت کا آپریشن کیا۔ کافی دن تک حضرت آپ کے زیر علاج رہے۔ آپ اس دوران کی کوئی بات سنا سکتے ہیں تو انہوں نے یہی واقعہ سنایا اور بتایا کہ ہمارا علم ہمیں بتا رہا تھا کہ یہ مریض اب چند لمحوں کا مہمان ہے لیکن آپ نے بڑے یقین سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ابھی ہمارا وقت نہیں آیا۔ اور حافظ صاحب کو بھی سورۃ یٰسین کی جگہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس سے پہلے میں ان باتوں کو نہیں مانتا تھا۔ بلکہ ماننے والوں کو ضعیف الاعتقاد کہہ کر ان کا مذاق اڑاتا تھا۔ مگر حضرت کے علاج کے دوران جو مشاہدات سامنے آئے انہوں نے میری کایا پلٹ دی (۸)۔

خاموش رہنے کا حکم

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی ہی فرماتے ہیں کہ محترم ممتاز العیشی مرحوم کے ایک قریبی عزیز اباجی قبلہ کے مرید بھی تھے ایک واقعہ حلفاً بیان کر رہے تھے نہایت سلجھے ہوئے معقول انسان ہیں۔ قسم اٹھا کر بتاتے ہیں کہ میں ایک بار حج و عمرہ کی سعادت کے حصول کیلئے حرمین شریفین گیا ہوا تھا۔ طواف کعبہ کے دوران میری نظر حضرت پر پڑی تو اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنے لگا کہ اپنے مرشد کی زیارت اور ان کی رفاقت میں طواف..... یہ سعادتوں کی معراج ہے حضرت کچھ فاصلے پر تھے ہجوم بے تحاشا تھا مگر میں دھکم پیل کرتا اپنے ذوق و شوق اور ارادت مندی کے ہاتھوں مجبور کسی نہ کسی طور حضرت کے قریب پہنچ گیا۔ مصافحہ کیا' اپنی خوش بختی پر

ناز کیا اور دعاؤں کی درخواست کی۔ حضرت نے بہت شفقت فرمائی۔ پھر دوران طواف کوشش کے باوجود میں حضرت کے ساتھ نہ رہ پایا اور اس بھیڑ میں آگے پیچھے ہو گئے تو میں دوبارہ حضرت کو تلاش نہ کر پایا۔ اس کے بعد جتنا عرصہ وہاں رہا آنکھیں آپ کو ڈھونڈتی رہیں لیکن پھر آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ لیکن میں بہر حال اس پر نازاں رہا کہ اپنے مرشد کریم کے ساتھ حج کے دوران طواف کعبہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

بالآخر سفر تمام ہوا۔ واپس اپنے وطن اپنے شہر پہنچا تو باتوں باتوں میں دوستوں کو عزیزوں' رشتہ داروں کو بتایا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں۔ حج کا طواف اپنے مرشد کریم کے ساتھ کیا اور آپ سے دعائیں لیں۔ یہ سن کر عزیزوں' رشتہ داروں نے مذاق اڑانا شروع کیا کہ یہ اونچی اونچی مت چھوڑو۔ حضرت تو حج پر گئے ہی نہیں۔ ہزاروں افراد نے آپ کی اقتدار میں شاہی عیدگاہ ملتان میں نماز عید ادا کی ہے اور تم کہتے ہو کہ حج کا طواف حضرت کے ساتھ کیا..... یہ بات کسی اور کے سامنے کہو گے تو مذاق اڑے گا اور لوگ تمہیں نظر ٹیسٹ کرانے کا مشورہ دیں گے۔ جب کوئی ماننے پر تیار ہی نہ تھا تو ناچار میں چپ ہو گیا۔ مگر دل میں خلش رہی سوچا کہ یہ عقدہ کشائی تو حضرت خود ہی فرمائیں گے۔ چنانچہ میں حضرت کی زیارت کے لئے آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ آپ اس وقت کتب خانے میں مصروف تھے۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ میں حضرت سے علیحدگی میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ کوشش کر کے میں نے ایسی صورت نکالی کہ میری ملاقات تنہائی میں ہو گئی۔ میں نے عرض کی حضرت میری خوش نصیبی کہ حج کے طواف میں آپ کی رفاقت ملی۔ دعائیں لینے کی سعادت ملی لیکن یہاں کوئی ماننے کیلئے تیار ہی نہیں' میں نے اس حیرت انگیز صورت حال کی وضاحت چاہی تو آپ نے انگلی ہونٹوں

پر رکھ کر خاموش رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کے راز کھولنا جائز نہیں۔ اس لئے میری زندگی میں تم یہ واقعہ کسی کو نہیں سناؤ گے۔ (۹)

اس نیک بندی کے صدقے ہم سب کو بخش دے

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی فرماتے ہیں کہ ابا جی قبلہ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید نبی بخش والد میاں سوتانرا قوم ملن ہانس، جو موضع تاجپور سدیلہ بستی شاہ غوث آباد تحصیل وضلع ملتان کے رہائشی ہیں حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۷۸ء یا ۱۹۷۹ء کی بات ہے سورج میانی موضع تاجپور سدیلہ میں ایک عورت کا انتقال ہوا اور اس کی نماز جنازہ کے لیے اس کے ورثاء نے غزالی دوراں سے درخواست کی اس عورت اور اس کے اہل خانہ سے حضرت کی پہلے کوئی شناسائی نہ تھی، جس طرح لوگ آتے ہیں اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں اسی طرح اس کے ورثاء بھی آئے تھے اور حضرت نے وعدہ فرمایا کہ میں نماز جنازہ پڑھانے ضرور آؤں گا۔ حسب وعدہ حضرت تشریف لائے، نماز جنازہ پڑھائی اور نماز کے بعد آپ نے دعا مانگنے سے پہلے مراقبہ فرمایا، چند لمحے اسی کیفیت میں گزرے اور پھر حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا ''اے اللہ! اپنی اس نیک بندی کے صدقے میں تو ہم سب حاضرین کو بخش دے'' دعا کے یہ الفاظ بہت چونکا دینے والے تھے وہ اس لئے کہ نماز جنازہ کے بعد تو میت کی مغفرت کی دعا کی جاتی ہے جبکہ غزالئ زماں اس کے برعکس میت کے صدقے میں شرکاء نماز جنازہ کی بخشش کے لیے دعا مانگ رہے تھے دعا مانگنے کے بعد ضعف وعلالت کے باوجود آگے بڑھ کر آپ نے جنازے کو کندھا بھی دیا۔ اور پھر اس کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے، ہم چونکہ اس علاقے کے

رہنے والے تھے اس لیے ہم جانتے تھے کہ اس عورت نے ساری زندگی بچیوں کو قرآن شریف پڑھانے میں بسر کی تھی، حضرت کی دعا کے بعد ہمیں مزید یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کی عمر بھر کی خدمت کو اس طرح قبول فرمایا ہے کہ غزالی دوراں اس کے واسطے سے ہم سب کی بخشش کی دعا کر رہے تھے۔

نبی بخش صاحب نے یہ واقعہ ۲۰ شوال المکرم بروز ہفتہ یعنی ۲۸ جون ۱۹۸۶ء کو باقاعدہ تحریر کر کے دیا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے۔ (۱۰)

سڑک پر ایک سید زادہ آ رہا ہے

محترم خواجہ محمد اجمل مہاروی ارشاد فرماتے تھے کہ ''آپ کا ہمارا تعلق آج کا نہیں، چند ماہ چند برس پرانا نہیں بلکہ یہ نصف صدی سے زیادہ قدیمی رشتہ ہے''۔ انہوں نے بتایا کہ ۱۹۴۵ء میں قیام پاکستان سے پہلے قبلہ خواجہ حضرت محمد غوث مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں حضرت قبلہ خواجہ جمال اللہ ملتانی قدس سرہٗ العزیز کے مزار مبارک پر عرس مبارک کی محفل میں حاضر تھے۔ محفل سماع اپنے جوبن پر تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد غوث مہاروی کا غزالی دوراں سے تعارف تک نہ تھا۔ محفل سماع کے آداب ان اللہ والوں سے پوچھیے جن کے حزم و احتیاط اور جن کی طرف سے شرائط کی پابندی نے رنگ و راگ اور ساز و مضراب کو دل کے تاروں پر چھڑے نالہ سحرگاہی سے ہم آہنگ کر دیا تھا۔ اسی محفل سماع میں حاضرین حیرت اور تعجب سے میر محفل جان محفل حضرت خواجہ محمد غوث مہاروی کو مضطرب اور بے چین دیکھتے ہیں اور پھر یکا یک آپ کھڑے ہو جاتے ہیں اور محفل خانے سے باہر کا قصد کرتے ہیں۔ کچھ ماتھوں پر شکنیں بھی پڑی ہوں گی۔ کچھ نگاہیں برہم بھی ہوئی ہوں گی، مگر حضرت خواجہ صاحب باہر آتے ہیں۔ پتہ چلا

کہ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی کے دربار کا بیرونی دروازہ جو سڑک پر کھلتا ہے اس دروازے سے غزالی دوراں داخل ہو رہے ہیں اور حضرت خواجہ محمد غوث مہاروی رحمۃ اللہ علیہ وہاں ابا قبلہ کی پذیرائی کر رہے ہیں اور استقبال فرما رہے ہیں۔ اب ان سے کون پوچھے کہ آپ تو محفل سماع میں تھے۔ آپ تو حال و قال کی سرحدوں پر مجاز و حقیقت کے الجھاووں کو سلجھا رہے تھے۔ ایسے میں آپ کو کیسے علم ہوا کہ باہر سڑک پر ایک نوجوان سید زادہ آ رہا ہے۔ جس پر قدرت مائل بہ کرم ہے اور جو بجھے دلوں کو روشنی دینے والا ہے۔ اس سے پہلے تو شناسائی نہ تھی، تعارف کی نوبت بھی آئی نہ تھی پھر ہنگام سماع میں یہ خبر کس نے دی۔ یہ جرأت سوال تو کسی کو نہ ہوئی لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا اور سننے والوں نے سنا کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی عزت افزائی میں مشغول ہیں کوئی آگے چلنے کو تیار نہیں، کوئی پیش قدمی پر آمادہ نہیں۔ ایسے میں حضور قبلہ خواجہ محمد غوث مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بزرگی اپنے تجربے کی روشنی میں یہ بات کس طرح بڑھائی۔ اللہ اکبر، عزت سادات کو کس طرح اجاگر فرمایا، فرمانے لگے کہ شاہ صاحب! آپ تو شاہزادی کے لخت جگر ہیں اور میں غلام زادی کا بیٹا ہوں۔ تو اب پیش قدمی تو آپ ہی کو کرنا ہوگی۔ جب حضرت خواجہ محمد اجمل مہاروی زید مجدھم یہ الفاظ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں بزرگوں کے ظرف ان کی وضع داری پذیرائی اور عزت افزائی کے انداز سوچ سوچ کر انگشت بدنداں تھا کہ قبلہ عالم مہاروی کے خاندان کا چشم و چراغ ہو، ایک دنیا جس کے قدم چومنا باعث افتخار اور سعادت سمجھتی ہو، جس کی بزرگی اور شرف کا ہر سو چرچا ہو، وہ ایک اجنبی سیدزادے کی تعظیم و تکریم کرنے میں تواضع اور انکسار کی کس انتہا کو پہنچا ہو۔ (۱۱)

کسی عام آدمی کے لئے قدرت یہ اہتمام نہیں کرتی

مولانا حافظ فاروق خان سعیدی اور ڈاکٹر صدیق خان قادری بھائی ہیں۔ ان کے والد اور والدہ دونوں نے یہ واقعہ بارہا سنایا کہ جب حضرت غزالی دوراں ملتان میں قیام کے لئے تشریف لائے اور درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا تو دیکھتے ہی دیکھتے دنیا آپ کی دیوانی ہوگئی۔ آپ کے علم کے سامنے بڑے بڑے صاحبان علم ششدر تھے۔ ایسے میں دوسرے عقائد رکھنے والوں کی صفوں میں ماتم بپا ہوگیا کہ یہ کیا کایا پلٹ ہو رہی ہے۔ وہ بہت پریشان تھے اور کچھ بجھائی نہ دیتا تھا۔ ایک شخص جو پٹھان تھا ''اکبر'' اس کا نام تھا اس کے عقائد و نظریات اہل سنت سے متصادم تھے۔ وہ اکبر نامی شخص اپنے کاروبار یا کسی نجی مصروفیت کے باعث کچھ عرصہ ملتان سے باہر رہا۔ وہ بڑا ہتھ چھٹ، لڑائی جھگڑے کا ماہر اور اسلحہ وغیرہ استعمال کرنے میں بڑا مشاق تھا۔ غنڈہ گردی اور لڑائی بھڑائی اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ہم عقیدہ علماء اس کی واپسی کی خبر سنتے ہی فوراً اس کے گھر پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ تمہاری عدم موجودگی میں قیامت برپا ہوگئی ہے۔ امروہہ سے ایک نوجوان آیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ہماری صفوں میں کھلبلی مچا دی ہے۔ لوگ اس کے دیوانے ہو رہے ہیں۔ ہمارے کہنے سننے سے لوگ رُکتے ہی نہیں۔ اب کیا کریں؟ اس نے کہا کہ ''میں عالم تو نہیں جو مناظرہ وغیرہ کر کے مسئلہ حل کروں۔ میں تو ایک ہی طریقہ جانتا ہوں آپ تسلی رکھیں میں ذرا کھانا کھالوں ابھی ابھی آیا ہوں، ذرا سانس لے لوں پھر آتا ہوں۔ ہتھیار وغیرہ لاتا ہوں اور بس ان کا قصہ تمام کر دیتا ہوں۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری''۔ حافظ فاروق سعیدی کے والد کہتے ہیں

کہ ہم نے خود اسے یہ مذموم ارادہ کرتے اور اپنے فاسد عزائم کا تذکرہ کرتے سنا اور وہ کھانا کھانے اپنے گھر آیا ابھی کھانا شروع کیا تھا کہ پڑوس میں سانپ کا شور مچا۔ ایسے ہی بہادر اور طاقتور تجربہ کار افراد سے توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ پڑوسیوں نے بھی امید بھری نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے کہا کہ اچھا میں ابھی آتا ہوں اور اس سانپ کو مارتا ہوں۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جھٹ پٹ اُٹھا۔ پڑوس میں پہنچا لاٹھی وغیرہ لے کر سانپ کو مارنے کے لئے آگے بڑھا قدرت خدا کی دیکھئے کہ اتنے میں اس سانپ نے آگے بڑھ کر خود اس پر حملہ کر دیا اور اکبر نامی اس پٹھان کو ڈس لیا۔ وہ غنڈہ جو اپنی طاقت کے زعم میں حضور غزالی دوراں کے بارے میں ناپاک ارادے سے جانے کا اعلان کر چکا تھا وہ شہزور، وہ طاقتور، وہ اپنی قوت پر گھمنڈ کرنے والا چند لمحوں میں مردہ پڑا تھا۔ فاروق خان سعیدی کے والد کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر ہم قائل ہوئے کہ یہ کسی عام آدمی کی بات نہیں ہو سکتی۔ کسی عام شخص کی حفاظت کے لئے قدرت یہ اہتمام نہیں کرتی۔ (۱۲)

مزار یا صاحب مزار

علامہ سیّد حامد سعید کاظمی شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ سید غلام جیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابا جی قبلہ کے اولین شاگردوں میں سے تھے ان کا وصال تین سال پیشتر ہوا وہ چوک حرم گیٹ ملتان پر واقع جامع مسجد لقمان والی میں ایک مدت تک وعظ و تقریر اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ نہایت متقی، عابد، پرہیز گار، انسان تھے۔ بلکہ ان کا شمار مقربین بارگاہ الوہیت میں ہوتا تھا۔ ابا جی قبلہ کے وصال کے بعد ''السعید'' کے سابقہ شماروں کو جمع کرنے کی تگ و دو شروع کی تو احباب کی زبانی معلوم ہوا کہ ''السعید'' کے بہت سے شمارے غلام

جیلانی شاہ صاحب کے پاس ہیں اس لئے ان سے رابطہ بہت ضروری ہے چنانچہ میں ان سے ملاقات کی غرض سے گیا۔ چوک حرم گیٹ کی وہ مسجد دو منزلہ ہے۔ شاہ صاحب اوپر کی منزل پر تشریف فرما تھے میرے بھائی صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی بھی میرے ہمراہ تھے۔ استاد زادہ ہونے کی نسبت سے انہوں نے ہماری نہایت عزت افزائی اور پذیرائی فرمائی۔ اباجی قبلہ کے وصال کو ابھی چند ماہ کا عرصہ گزرا تھا اس لیے قدرتی طور پر گفتگو کا محور انہی کی ذات تھی۔ شاہ صاحب نے اپنے زمانہء طالب علمی کے بہت سے واقعات سنائے جو شومیء قسمت محضر نہ رہے۔ البتہ ایک واقعہ جو انہوں نے نہایت تفصیل سے سنایا تھا وہ یاد ہے اور قارئین کی نذر ہے، کہنے لگے "مجھے جب پہلی بار حرمین شریفین حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں حضرت قبلہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی خداوند کریم میری حاضری کو مقبول و منظور فرمائے۔ حرم بیت اللہ اور حرم نبوی میں حاضری کے آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا، میرے لیے طویل دعا مانگی اور پھر مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ وہاں جا رہے ہیں جہاں حاضری کی تڑپ ہر مسلمان کے سینے میں پلتی ہے۔ سرکار کی بارگاہ میں حاضری ہوگی، جنت البقیع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار کے مزارات کی زیارت بھی آپ کریں گے۔ اب یہ بتایئے کہ صرف مزارات دیکھ کر آ جائیں گے یا صاحبان مزار کی زیارت بھی کریں گے۔ میں نے فوراً عرض کی کہ حضرت میری اتنی اوقات کہاں۔ البتہ آپ کرم فرمائیں تو ان مقدس اور برگزیدہ ترین ہستیوں کے دیدار سے بھی مشرف ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت نے مجھے وظیفہ عطا فرمایا (جیلانی شاہ صاحب نے یہ وظیفہ بتایا تھا جو دو قرآنی سورتوں پر مشتمل تھا خاص

ترتیب اور ترکیب سے ایک خاص تعداد میں خاص ایام میں پڑھنا تھا) اور فرمایا کہ جب آپ کسی مزار پر حاضر ہوں تو یہ وظیفہ پڑھیں، اللہ نے چاہا تو آپ ان پاک نفوس کی زیارت سے بھی مشرف ہوں گے، میں نے اس عطا پر حضرت کا بے حد شکریہ ادا کیا اور پھر اجازت طلب کی۔"

پھر جب میں حرمین شریفین حاضر ہوا تو اس وظیفے اور حضرت کی دعا کے طفیل اللہ نے میری اوقات سے بڑھ کر نوازا اور مجھے وہاں پر کھانے پینے کا ہوش نہ رہتا اور میں تمام وقت ان نفوس قدسیہ کے مزارت پر حاضری میں گزار دیتا حضرت شاہ صاحب نے بتایا کہ انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کریمین کی زیارت کا شرف حاصل ہو اور سرکار نے اپنے ہاتھوں میں موجود ایک برتن سے کوئی میٹھی چیز کھانے کیلئے بھی عطا فرمائی۔ جس کا ذائقہ بھی شاہ صاحب نے اسی وقت اپنے منہ میں محسوس کیا وہ کہنے لگے جب میں واپس آیا تو حضرت کاظمی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت کے اس قدر کرم پر میں جتنا بھی ممنون ہوتا کم تھا۔ میں نے تمام کیفیات اور مشاہدات حضرت کے سامنے بیان کیے۔ جب حضرت کاظمی صاحب کا وصال ہوا تو میں بھی حضرت کی خدمت میں سلام کیلئے مزار شریف پر حاضر ہوا۔ اور جو وظیفہ حضرت نے مجھے تلقین فرمایا تھا وہی وظیفہ میں نے آپ کے مزار پر بھی پڑھا تو میں دیکھتا ہوں کہ حضرت کاظمی صاحب تشریف فرما ہیں اور عجیب وغریب قسم کی مخلوق کا آپ کے گرداگرد ہجوم ہے۔ آپ ان کے درمیان بیٹھے ہیں اور کتابیں آپ کے سامنے کھلی ہیں اور آپ تدریس میں مشغول دکھائی دیتے ہیں۔ اتنے میں آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے بے اختیار فرمایا کہ ارے مولانا آپ ہمارا بتایا ہوا داؤ ہی پر آزمانے آگئے۔ خیر ٹھیک ہے لیکن آئندہ یہ کام مت کیجئے گا میں نے عرض کی

حضرت جیسا آپ کا حکم۔ لیکن یہ تو فرما دیں کہ یہ کون لوگ ہیں اور آپ کیا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ مخلوق میری دیکھی ہوئی نہیں۔ البتہ دنیا کی طرح یہاں بھی مجھے قرآن وحدیث پڑھانے کا کام سونپا گیا ہے۔ اس ایک بار کے بعد میں نے کبھی حضرت کے مزار پر یہ عمل دوبارہ کرنے کی جسارت نہیں کی۔ (۱۳)

ڈونگے میں نوالہ

ادیب ملت علامہ صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اباجی کے ہمراہ جلالپور پہنچے تو احباب کا ہجوم منتظر تھا۔ حاجی اللہ ڈیوایا سعیدی کے گھر قیام تھا۔ ہمارے بہت جاں نثار پیر بھائی تھے جن کا چند برس پیشتر انتقال ہو چکا ہے۔ وہاں خواتین اور بچوں کا وہ اژدہام تھا کہ الاماں،۔ ادھر اباجی قبلہ کی ناسازی طبع۔ بڑی مشکل سے فراغت کے چند لمحات میسر آئے۔ پھر کھانے کا غلغلہ ہوا۔ پہلی بار میں نے اباجی قبلہ کو سالن پلیٹ میں نکالے بغیر ڈونگے میں نوالہ لیتے دیکھا۔ میں حیران تھا کہ اباجی قبلہ یہ خلاف عادت اور خلاف آداب کیسے کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ چند لقمے لینے کے بعد خرابی صحت کے باعث آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر جب اس ڈونگے پر دوست پل پڑے اور تبرک کا تقاضا ہر طرف سے ہونے لگا تب اندازہ ہوا کہ اباجی قبلہ نے ڈونگے میں کھانا کیوں کھایا تھا۔ (۱۴)

اس وقت یہ بوتل نہ لگ پائے گی

علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی بتا رہے ہیں کہ آپریشن تھیٹر سے آ کر علاج کے دوران وارڈ میں ایک بار ڈاکٹروں نے خون لگانے کی تجویز دی۔ اور فیصلہ کیا کہ اس وقت خون لگانا بہت ضروری اور مفید ہے۔ اباجی قبلہ نے منع کیا لیکن ڈاکٹر

صاحب نے اصرار کیا۔ خون کی بوتل آ گئی۔ ابا جی قبلہ نے فرمایا کہ خون کی ضرورت نہیں اور آپ ضد نہ کریں اس وقت یہ بوتل نہ لگ پائے گی۔ یہ بات تو گویا ان حضرات کی مہارت کے لئے چیلنج تھی۔ انہوں نے اپنے طور پر تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو زیادہ تکلیف نہ ہوگی ہم بڑی مہارت اور سہولت سے بوتل لگا دیں گے آپ کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ اب انہوں نے رگ تلاش کرنے اور خون لگانے کے لئے صحیح جگہ کے انتخاب کے لئے بار بار سوئی چبھونا شروع کی۔ علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی کہتے ہیں کہ ابا جی قبلہ نے میری طرف دیکھا اور ذرا شوخی کے انداز میں فرمایا "کوشش کرنے دو، لگے رہیں، لیکن یہ بوتل نہ لگے گی۔" ارشد میاں بتاتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی سی کوشش کر لی۔ نہ جانے کتنی بار کتنی جگہ سوئیاں چبھوئیں لیکن وہ بوتل نہ لگنا تھی نہ لگی۔ (۱۵)

اتباعِ سنت

ادیب ملت علامہ سید حامد سعید کاظمی سابق وفاقی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان فرماتے ہیں کہ ویسے تو ابا جی قبلہ کو عارضہ قلب کے باعث کئی بار ہسپتال میں جانا پڑا تھا۔ لیکن میں اس وقت ابا جی قبلہ کی علالت کے ان ایام کا ذکر کر رہا ہوں جبکہ آپ کو کافی دنوں کے لئے ہسپتال میں رہنا پڑا تھا۔ تیسری بار ابا جی قبلہ ۴ جنوری ۱۹۸۵ء بوقت عشاء نشتر ہسپتال کے I.C.U میں داخل ہوئے تھے۔ ابا جی قبلہ کی طبیعت کئی دنوں سے بہت ناساز چل رہی تھی۔ ۴ جنوری شام ۷ بجے کے لگ بھگ آپ عشاء کی نماز کے لئے وضو کر کے مصلی پر بیٹھے، دل کے عارضے کے باعث سانس بہت تیز چل رہی تھی بلکہ سانس لینا دوبھر محسوس ہوتا تھا۔ مصلے پر بیٹھے تو سہارے کے لئے ہاتھ آگے رکھ کر آگے کی طرف جھکے بیٹھے سانسیں قابو کرنا چاہ رہے تھے کہ یکا یک آپ آگے کی طرف گویا گر گئے اور سانسیں مفقود ہو

گئیں۔ میں اس وقت آپ کے بالکل پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور آپ کی ناسازی طبع کے باعث گھر کے بیشتر افراد آپ کے پاس ہی موجود تھے۔ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر راشد سعید کاظمی جو الحمدللہ آج کل آکسفورڈ میں (ہیموٹولوجسٹ) خون کی بیماریوں کے ماہر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس وقت نشتر میڈیکل کالج میں زیر تعلیم تھے۔ میں چونکہ اس وقت اباجی قبلہ کے پیچھے بیٹھا تھا اس لئے فوراً اباجی کو اٹھایا اور ان کا سر میری گود میں تھا، ڈاکٹر راشد سعید بھیگی آنکھوں اور کانپتے ہاتھوں سے نبض تلاش کر رہے تھے۔ پھر مایوس ہوکر ہاتھ چھوڑ کر رونے لگے۔ سارے اہل خانہ گریہ زاری کر رہے تھے۔ میرے سب سے بڑے بھانجے، بھائی جان عبدالسلام کے بڑے فرزند احمد ندیم (بعد میں ان کا نام احمد رضا قرار پایا) فوراً دوڑ کر نشتر ہسپتال سے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے بھاگے، اتنے میں مجھے محسوس ہوا جیسے اباجی نے سانس لی ہے۔ میں نے فوراً چیخ کر راشد میاں کو بتایا، فوراً آپ کے سینے کی مالش کرنی لگے۔ رفتہ رفتہ سانس لوٹتی ہوئی محسوس ہوئی، اتنے میں نشتر ہسپتال سے ڈاکٹر صاحب کو لے کر احمد ندیم بھی آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے نبض اور آپ کی حالت دیکھ کر گویا جان چھڑانے کے لئے کہا کہ یہاں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ آپ ان کو ہسپتال لے آئیں، وہاں دیکھتے ہیں۔ ہم آپ کو وہیل چیئر پر بیٹھا کر پھر گاڑی میں بیٹھا کر ہسپتال پہنچے۔ جب اس حالت میں آپ کو وہیل چیئر پر بٹھایا اس وقت جب میں نے آپ کے پاؤں میں جوتا پہنانا چاہا تو بے خیالی میں الٹے پاؤں میں پہلے جوتا ڈالا۔ اس وقت ہماری جو حالت تھی اس میں کچھ ہوش نہ تھا۔ لیکن اباجی قبلہ نے اس عالم میں بھی سنت رسول کے خلاف عمل گوارا نہیں کیا۔ بلکہ اشارے سے فرمایا کہ پہلے سیدھے پاؤں میں جوتا پہنایا جائے۔ (۱۶)

فرمانبرداری

جگر گوشہ غزالی زماں علامہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم فرماتے ہیں کہ میں اپنے احباب سے یہ بات کہا کرتا ہوں کہ بسا اوقات نہایت خوشگوار یادیں بھی بہت دل گرفتگی کا سبب ہو جاتی ہیں مثلاً ابا جی قبلہ کی بارگاہ اقدس میں بیتے ہوئے شب و روز، ساری ساری رت ان کی بارگاہ میں حاضر رہنا، درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہنا، یہاں تک کہ اذان فجر ہو جانا، رات دو بجے تین بجے ان کیلئے چائے بنانا اور رات کے کسی بھی پہر میں مہمانوں کی آمد پر ان کیلئے کھانا گرم کر کے لانا۔

چونکہ نوجوانی اور لڑکپن کا زمانہ تھا اس زمانے کی نیند اپ جانتے ہیں کتنی گہری ہوتی ہے "ڈھول پیٹ دیئے جائیں کتنا ہی ہلا گلا ہو جائے مگر آنکھ نہ کھلنا اور نیند نہ اکھڑنا کوئی تعجب خیز امر نہیں بلکہ عمر اور طبیعت کا تقاضا ہے۔ شور مچا ہو، قہقہے گونج رہے ہوں، دروازے بج رہے ہوں مگر ہم ہیں کہ نیند کی وادیوں میں گم۔ خواہ کوئی بھی خواہ اٹھانے پر تل جائے اور منہ پر پانی کے چھینٹے ہی کیوں نہ ڈالے اس کے باوجود بھی حسب عادت اور حسب پروگرام سوتے رہنا اور تھوڑا بہت ہاں ہوں کر کے کروٹ بدل کر پھر سے سو جانا یہ ہماری اس عمر کے لوازمات اور مناسبات میں سے تھا مگر نہ معلوم کیا اور کیسی تاثیر تھی کہ ایک ذات جب ایک لفظ کو اپنے مخصوص لہجے میں ادا کرتی تو وہ لفظ کانوں کے پردوں سے گزرتا ہوا نوجوانی اور لڑکپن کی نیند کی مدہوشی کو جھنجوڑتا ہوا رگ و پے میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پھیل جاتا اور ایک ہنگامہ پرتاثیر برپا کر دیتا۔ پس دوسرے ہی لمحے میں اپنے بستر سے اٹھ کھڑا ہوتا اور انتہائی عجلت میں بستر کے کسی گوشے میں پڑی ہوئی اپنی ٹوپی کو سر پر سنبھالتے ہوئے سرتاپا لبیک بنا ہوا اس آواز کی طرف

دوڑا چلا جارہا ہوتا اور دیکھتا کہ اپنے وجود کی تمام تر نورانیت اور روشن چہرے کے ساتھ اباجی قبلہ اپنے کمرے کے ادھ کھلے دروازے میں میرے منتظر کھڑے ہیں وہ مجھے ہمیشہ "اشو" کہ کر بلاتے تھے۔ ارشد میاں تو کبھی کبھار اتفاقاً ہی کہہ دیتے تھے۔

چونکہ ان کی آواز کے جواب میں حاضر ہونے میں کبھی نیند یا سستی رکاوٹ نہ بنی تھی اسی بناء پر ایک ہمارے بہت پرانے پیر بھائی مولانا اللہ وسایا سعیدی مرحوم (جن کا قیام بہاولپور میں تھا فوج میں امام وخطیب تھے اور ان کے فرزندعون محمد سعیدی آج بھی بہاولپور میں دین متین کی خدمت میں مصروف ہیں) سے فرمایا کہ میرا بیٹا اشو کیسا ہے۔ کہ میں نے اسے کبھی سوتا ہوا نہیں پایا۔ اباجی قبلہ کے وصال کے بعد بھی ایک عرصے تک یہ کیفیت رہی کہ جب بھی کوئی اشو کہتا فوراً آنکھ کھل جاتی۔ وہ دن کتنے عجیب وحسین تھے کہ جب اباجی قبلہ کے اشو کہنے کی بناء پر میں ہر ایک اکیلئے اشو تھا لیکن آج کل یا تو صرف حامد بھائی جان اشو کہتے ہیں یا میری بہنیں۔ (۱۷)

مولانا یہ شرح صدر ہے

جگر گوشہ غزالی زماں علامہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم ہی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ استاذ یم مولانا فقیر محمود صاحب تو نسوی دامت برکاتہم العالیہ مدرسہ عربیہ محمودیہ تونسہ شریف میں مدرس ہیں۔ میرے والد گرامی علیہ الرحمۃ کے اجلہ اور قدیمی تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک روز حضور غزالی زماں سے بیضاوی شریف کا سبق جو أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ سے متعلق تھا پڑھا پھر دوسرے روز بھی حضور نے وہی مقام دوبارہ پڑھایا لیکن جو تفسیر بیان فرمائی یہ بیان گزشتہ روز کے بیان سے مختلف تھا پھر تیسرے روز بھی وہی آیت' وہی مقام وہی سبق پڑھایا اور آج جو کچھ بیان کیا وہ

پہلے دونوں سے مختلف تھا اور ہم طلباء کی پوری جماعت حضور کے اردگرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھیں اور میں داہنی جانب تھوڑا سا ہٹ کر بیٹھا تھا تو میرے دل میں اچانک یہ خیال پیدا ہوا کہ کتاب ایک ہے اس کی عبارت بھی ایک ہی ہے لیکن روز اس کا مفہوم مختلف انداز پر بیان فرمارہے ہیں۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے جونہی یہ خیال میرے دل میں آیا تو حضور غزالی زماں اچانک میری طرف مڑے اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ مولانا! یہ شرح صدر ہے اور اسے شرح صدر کہا جاتا ہے۔[18]

صاحب مزار کے سپرد فرمایا

جگر گوشہ غزالی زماں علامہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم مزید فرماتے ہیں کیونکہ اباجی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۵ رمضان المبارک افطاری کے بعد ہوا اسی رمضان المبارک میں اکثر بعد نماز عصر اولیاء ملتان کے مزارات کی زیارت کیلئے حاجی محمد یعقوب علیہ الرحمہ کے بیٹے حاجی محمد ظفر صاحب کے ساتھ ان کی جیپ پر جانا ہوا کرتا تھا۔ بالخصوص حافظ محمد جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر تھے کہ اچانک اباجی قبلہ نے بیٹھے بیٹھے میرا ہاتھ پکڑا اور حافظ صاحب قبلہ کی قبر انور پر رکھتے ہوئے مجھے ان کے سپرد فرمایا۔ حاجی محمد ظفر صاحب بھی ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے بھی درخواست کی تو اباجی قبلہ نے ان کو بھی ان کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت قبلہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی کی بارگاہ میں حاضری اکثر شاہی عیدگاہ سے دولت گیٹ کی طرف جانے والی سڑک سے ہوا کرتی تھی۔ اس سڑک پر ذرا آگے جا کر لکڑیوں کا ٹال تھا جو آج بھی موجود ہے وہاں پر ایک مجذوب ہوا کرتا تھا جب ہماری جیپ وہاں سے گزرتی تو وہ ہاتھ باندھے ادب سے جھک جایا کرتا تھا اور ہم دور تک اسے اسی حالت میں دیکھتے جاتے تھے۔ اسی قسم کے ان

گنت واقعات بے شمار لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ کاش کوئی انہیں جمع کرنے کا بیڑہ اٹھاتا۔ (۱۹)

جہاز رُک گیا

صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم اپنے سفر حرمین شریفین کے حوالے سے ایک واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہم پاکستان سے حجاز مقدس کی سرزمین جدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کا وقت تھا، جہاز کو پرواز کئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ آپ اچانک فرمانے لگے بیٹا! لگتا ہے کہ جہاز رُک گیا ہے۔ ذرا نیچے دیکھو، بار بار یہ جملہ فرماتے۔ مجھے ہنسی بھی آئے اور حکم کی تعمیل میں کھڑکی سے نیچے بھی دیکھوں اور عرض کروں کہ ابا جی نیچے تو سمندر ہے اور اندھیرے کی وجہ سے کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد ہوائی جہاز میں اعلان ہوا کہ ہمارا جہاز اتنے فٹ کی بلندی سے پرواز کر رہا تھا کہ اچانک اس کے پچھلے حصے میں آگ لگ گئی مگر ہماری خوش قسمتی تھی کہ وہ آگ خود بخود بجھ گئی۔ جب یہ خبر سنی معلوم ہوا کہ جہاز کے رکنے کا بار بار ذکر کیوں فرما رہے تھے۔ (۲۰)

وہ کونسی غیبی طاقت تھی

غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے داماد محترم اعجاز الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ڈیوٹی انجام دینے کی غرض سے سعودی عرب کے شہر آبہا جانا ہوا۔ واپسی پر جہاز میں بیٹھا تھا کہ برابر والی سیٹ پر ایک صاحب آ کر بیٹھ گئے۔ تعارف ہونے پر پتہ چلا کہ وہ پاکستانی ہیں اور آبہا میں بحیثیت ڈاکٹر کام کر رہے ہیں۔ جدہ میں ایک صاحب سے ملنے جا رہے ہیں جو کہ پاکستان سے آ چکے ہوں گے۔ انہیں اس پریشانی کا سامنا تھا کہ وہ جدہ شہر سے بالکل ناواقف تھے اور وہاں کسی کو بھی نہیں جانتے تھے۔ بس اللہ توکل جا رہے تھے۔ میں نے ان کے ساتھ ہمدردی

کی۔ ظاہر ہے اس کے سوا اور کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔ میں نے اس بے یقینی کی کیفیت میں سفر کرنے کی وجہ پوچھی تو بتایا جب اطلاع ملی کہ میرے مرشد میرے بزرگ میرے استاد آرہے ہیں تو اندر کی کیفیت ایسی ہوگئی کہ رہا نہ گیا اور میں نکل پڑا اب مجھے نہیں معلوم ان سے کہاں ملاقات ہوگی وہ کہاں تشریف فرما ہوں گے آگے اللہ مالک ہے۔ مزید بات چیت ہوئی تو پتہ چلا کہ ملتان سے تشریف لانے والی بزرگ ہستی یعنی ہم دونوں کے پیرومرشد کا تذکرہ ہو رہا تھا میں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ جس بزرگ سے آپ ملنے کے خواہش مند ہیں دو روز پہلے تشریف لا چکے تھے۔ میرے گھر قیام کرنے کے بعد طائف روانہ ہوئے ہیں۔ وہاں فلاں صاحب کے گھر فلاں ٹیلی فون پر رابطہ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ وہ کون سی غیبی طاقت تھی جس نے ان کو اس شخص سے ملا دیا جس سے حضرت کا پتہ مل سکتا تھا۔ (۲۱)

بورڈنگ کارڈ

اعجاز الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ شریف سے اباجی کے ہمراہ جدہ روانہ ہونے کے لئے سفر اختیار کیا تو گھر سے نکلنے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ انسانی عقل کے مطابق فلائٹ پکڑنا تقریباً ناممکن تھا۔ حضرت کے چہرے پر پریشانی کے کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔ ائیر پورٹ پہنچے تو تمام مسافر بریف ہو چکے تھے۔ ہال خالی تھا اور مسافروں کو لیکر آخری بس بھی جا چکی ہے۔ حضرت کو دیکھتے ہی اسٹاف کا ایک آدمی لپکا اور اس نے میرا، میری اہلیہ یعنی حضرت کی صاحبزادی اور آپ کا بورڈنگ کارڈ نکال دیا لیکن اب مسئلہ یہ تھا جہاز تک جو کہ دور کھڑا تھا کیسے جایا جائے۔ ہم لوگ ہال سے باہر نکل کر کھڑے ہوئے تھے تو ایک اور غیبی مدد آئی جہاز کی جانب سے ایک ملازم سروس گاڑی کو جو کہ مسافروں

کیلئے نہیں ہوتی دوڑاتا ہوا لایا اور صرف حضرت صاحب کو بٹھا کر جہاز پر لے گیا اور ہم دونوں کو پیدل آنے کیلئے کہا لوگ جانتے ہیں کہ وہاں کے اسٹاف سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہاں پر بزرگوں کے احترام اور خصوصاً پاکستانیوں کے ساتھ ایسے حسن سلوک کا کوئی تصور نہیں لیکن حضرت کا کام ہر جگہ آسان ہو جاتا تھا۔

حضرت کی توجہ کا اثر

حضرت کے داماد جناب اعجاز الدین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بہت ہی عجیب وغریب واقعہ مشاہدے میں آیا۔ ہمیں سعودی عرب میں چند ماہ کا عرصہ گزرا تھا اور میرے شیخ ہمارے قیام کے دوران سعودی عرب پہلی مرتبہ تشریف لا رہے تھے۔ کیونکہ پروگرام کنفرم نہیں تھا اس لئے میں کمپنی کی مصروفیت سے تبوک چلا گیا۔ جا کر گھر سے رابطہ ہوا تو پتہ چلا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے دورہ مختصر کیا اور اگلی ہی فلائٹ پکڑنے ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ دو چار دن بعد حج شروع ہونے والا تھا اس لئے جگہ ملنا محال تھی۔ میں بہت خوش ہوا جب مجھے بغیر بکنگ کرائے ہوئے بورڈنگ کارڈ مل گیا جہاں میں سوار ہوئے تو آخری وقت انکشاف ہوا کہ ایک آدمی زیادہ سوار ہے کھڑا ہے اور اس کے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں عملے نے جانچ پڑتال کے بعد مجھے بتایا کہ میرے بورڈنگ کارڈ جاری ہونے میں غلطی ہوئی ہے اور مجھے جہاز چھوڑنا پڑے گا ویسے بھی پاکستانی ہونے کے ناطے میری شنوائی نہ ہونی تھی۔ اب آپ اس کو کہا کہیں گے کہ اس فلائٹ کا کپتان جو کہ انگریز تھا تیار ہو گیا کہ وہ ایک آدمی کو زیادہ لے جائے گا جدہ پہنچنے پر علم ہوا کہ حضرت تشریف لا چکے ہیں اور مکان ڈھونڈنے میں دشواری کے باعث ایک مقام پر انتظار فرما رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے ساتھ اور ساتھی بھی تھے۔ میں بھاگم بھاگ وہاں پہنچا اور حضرت کو ہمرائیوں سمیت فوری طور پر گھر لیکر آیا۔ مجھے یقین ہے یہ آپ کی توجہ کا اثر تھا۔ (۲۳)

باب نمبر 2

علماء و مشائخ کا خراجِ تحسین

علماء و مشائخ کا خراجِ تحسین

خواب میں اظہار ناراضگی

آپ جلدی فرما رہے ہیں

میں نے آپ کو صاحبِ مزار کے حوالے کر دیا ہے

خواب کے پانچویں یا چھٹے روز انتقال

میری زندگی میں اس ملک میں سوشلزم نہیں آئے گا

اس وقت ملو گے جب دنیا سے چلے جائیں گے

کشف غزالی زماں

مرنے کے بعد تمنا پوری ہو گی

مولانا، میں تمہارا کھانا لے کر آیا ہوں

ابھی اپنے ارادے کو ملتوی رکھو

جو میری بیوی کے ماموں تھے

تصرف و اختیار

خواب میں اظہار ناراضگی

حضرت علامہ مفتی غلام مصطفیٰ رضوی صاحب کی صاحبزادی رضیہ سلطانہ بیان کرتی ہیں کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ہوا یہ کہ میں اپنے سسرال ہی میں تھی کہ وہاں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ میرے ابا جی کے ہاں تشریف لائے ہوئے ہیں آپ ایک مسہری پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے دائیں بائیں حضرت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی صاحب بیٹھے ہیں۔ میں سلام کرنے کے لئے اس توقع کے ساتھ آگے بڑھی کہ ابھی آپ حسب معمول مسکراتے ہوئے میرے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیریں گے اور میری خیریت معلوم کریں گے آپ نے میرے سلام کا جواب تو دیا لیکن توجہ نہیں فرمائی تو بڑے صاحبزادہ صاحب نے کہا: ابا جی! یہ بھائی غلام مصطفیٰ کی بیٹی رضیہ ہے آپ نے فرمایا میں نے پہچان لیا ہے لیکن میں اس سے ناراض ہوں کیونکہ یہ کبھی بھی میرے مزار پر مجھے سلام کرنے نہیں آئی۔ خدا گواہ ہے۔ یہ خواب دیکھ کر میری حالت عجیب ہوگئی خاصی دیر تک میں روتی رہی اور دل میں طے کرلیا کہ آج ہی ملتان جا کر مزار پر حاضری بھی دوں گی اور معافی بھی مانگوں گی اتفاقاً اسی دن میرے ابا جی مجھے لینے آگئے تو میں نے ابا جی سے کہا کہ پہلے ہم دادا جان (امام اہلسنت) کے مزار پر چلیں گے اور یہ جملہ میں نے راستے میں بار بار دہرایا تو ابا جی نے پوچھا کیا بات ہے آج مزار کی حاضری کے لئے اتنی بے چینی کیوں ہے؟ تو میں نے ابا جی کو یہ خواب سنایا تو ابا جی بھی یہ خواب سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ پھر میں نے مزار پر حاضری دی اور کافی دیر تک امام اہلسنت کی بے پایاں شفقتوں اور عنایتوں

کو یاد کر کے روتی رہی اور اپنی اس کوتاہی پر معافی مانگتی رہی یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ ہمارے مربی ہمارے مشفق اور ہمارے آقائے نعمت اب راضی ہو گئے ہیں۔ (۲۴)

آپ جلدی فرمارہے ہیں

قاری محمد حنیف سعیدی پیر جوگوٹھ قبلہ بابو جی سرکار کے کشف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میری زندگی کا وہ دن عجیب تھا، وہ بابرکت تھا کہ پورا دن حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں گزارا اور دعائیں لیتا رہا غالباً رات گزری دوسرے دن حاضری ہوئی تو حضرت صاحب قبلہ کی قدم بوسی کے بعد پاؤں دبا رہا تھا کہ مولانا ممتاز احمد مہروی تشریف لائے اور عرض کیا کہ قبلہ حضرت قبلہ بابو جی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت قبلہ نے مجھے فرمایا مولانا کرسیاں ٹھیک کر دو میں نے جو کرسیاں پڑی تھیں سیدھی کیں اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بہت مختصر ملاقات کی زیادہ دیر تشریف فرما نہ رہے۔ اس پر حضرت مرشد کریم نے کہا قبلہ آپ جلدی فرما رہے ہیں۔ حضرت بابو جی صاحب قبلہ نے فرمایا نہیں اب یقین ہو گیا ہے کہ آپ کو کچھ دن رہنا ہے پھر دعا کی اور تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب قبلہ کے سرہانے کچھ پیسے بھی پوشیدہ طریقے سے رکھ دیئے اور پھر سال بعد قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ وصال کی خبر کے بعد بات یاد آئی کہ ''آپ جلدی فرما رہے ہیں''۔ (۲۵)

میں نے آپ کو صاحب مزار کے حوالے کر دیا ہے

قاری محمد حنیف سعیدی حضور غزالی زماں کے کشف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بندہ کی بار بار کی گزارش پر پیر جوگوٹھ جلسہ دستار فضیلت

پر رجب کی ۲۷ تاریخ کو تشریف آوری ہوئی اور آخری خطاب ختم بخاری بھی فرمایا اور پھر مزار حضرت سید محمد ارشد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف (روضہ دھنی) پر فاتحہ پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا مولانا میں نے آپ کو صاحب مزار کے حوالے کر دیا ہے آپ نے یہیں پر رہنا ہے۔

ایک مرتبہ پیر جوگوٹھ کو چھوڑا تھا لیکن حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا پیر گوٹھ واپس چلے جاؤ۔ الحمد اللہ ابھی تک پیر جوگوٹھ میں ہوں۔ چھوڑنے کا ارادہ کرتا بھی ہوں تو چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت قبلہ کا حکم نامہ بندہ کے پاس موجود ہے جس میں فرمایا تھا کہ پیر جوگوٹھ واپس چلے جاؤ بات کو بہت مختصر کرتے ہوئے آخری بات عرض کرتا ہوں کیونکہ یہ قلب تو حضرت صاحب قبلہ کی شفقتوں کا بے کراں بحر ہے۔ (۲۶)

خواب کے پانچویں یا چھٹے روز انتقال

مولانا حافظ محمد اسماعیل فیروزہ سے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کرتے ہیں کہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے تقریباً پانچ دن پہلے بندہ ناچیز گرڈ اسٹیشن کہروڑ پکا کی مسجد میں مصلی پڑھا رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے جنازہ پر بہت لوگ شریک ہوئے اور نماز جنازہ جانشین امام اہلسنت نے پڑھائی۔ بعد میں تمام لوگ چلے گئے اور کیفیت یہ کہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں چارپائی کے قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دست بستہ عرض کی کہ حضور آپ کا وصال ہو گیا اور ابھی ہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ میں فوت نہیں ہوا، زندہ ہوں، لوٹے میں پانی لاؤ، مجھے ضرورت ہے، تو میں نے اسی وقت لوٹے میں پانی پیش کیا اور اس خواب کے

پانچویں یا چھٹے روز حضرت صاحب کا وصال باکمال ہوا اور جنازہ پڑھانے کا منظر وہی میرے سامنے تھا جو کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (۲۷)

میری زندگی میں اس ملک میں سوشلزم نہیں آئے گا

زینت القراء قاری غلام رسول لاہور غزالی زماں سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کانفرنس کے حوالے سے ایک واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ غزالی زماں اور رازی دوراں جیسے خطابات کے بجا طور پر مستحق تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ، علم کلام اور تقریر و تحریر غرض ہر معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ میری حضرت کاظمی صاحب سے پہلی ملاقات سنی کانفرنس دارالسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے موقعہ پر ہوئی۔ پہلے اجلاس میں آخری تقریر آپ کی تھی اور آپ نے ''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ'' کو عنوان بنا کر معاشی، اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی غرض ہر اعتبار سے دین اسلام کی وضاحت فرمائی۔ اسی زمانہ میں ہمارے ہاں سوشلزم کا فتنہ ابھی نیا نیا شروع ہوا تھا۔ مولانا بھاشانی ہر جگہ کہتے پھرتے تھے کہ ہم اس ملک میں سوشلزم لائیں گے کیونکہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سوشلزم لائے تھے۔ اپنے خطاب کے دوران ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھاشانی کی یہ باتیں سن کر مجھے افسوس ہوا ہے کیونکہ ایک ''مولانا'' کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں اور ساتھ ہی ان کی باتوں کا ابطال فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی میں اس ملک کے اندر سوشلزم نہیں آ سکتا۔ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور اس میں صرف اور صرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نافذ ہوگا۔ (۲۸)

اس وقت ملو گے جب دنیا سے چلے جائیں گے

ابوالحسان محمد رمضان چشتی اپنی ایک آپ بیتی کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ازالہ ناراضگی کے کئی جتن کئے اور میرے دوسرے دو دوستوں کی معافی ہوگئی لیکن مجھ پر حضرت ناراض تھے اس کا ذکر میں نے اپنے احباب سے کیا سب نے معافی کے لئے استاد معظم خورشید ملت کو وسیلہ بنانے کا مشورہ دیا۔ میں نے استاد موصوف سے رابطہ کیا عرض کی حضرت مجھ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بلاوجہ ناراض ہیں۔ میں بے قصور ہوں آپ حضرت والا شان کو میری طرف سے معافی کے لئے عرض کریں اس پر خورشید ملت نے فرمایا۔ آپ اپنی طرف سے نیازمندی اور خلوص سے رہیں واقعی تم بے قصور ہو اور حضرت بھی کریم ہیں اپنی وابستگی برقرار رکھیں حضرت اِنْ شَاءَ اللّٰہ شان کریمانہ کے تحت خود بخود کرم فرمائیں گے۔ میں اس مشورہ پر خاموش رہا لیکن پہلے کی طرح دلی وابستگی برقرار رکھی جہاں بھی آپ کا خطاب ہوتا میں پہنچ جاتا لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رعب و لحاظ اور بزرگی کے سبب سے دور دور رہتا، قصور، لاہور، اوکاڑہ، چیچہ وطنی جہاں بھی آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملتی حاضری دیتا۔ لیکن بہاولپور جامعہ اسلامیہ کے ایام میں اپنے دوستوں کے ہمراہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتا رہتا لیکن دور سے اسی طرح کئی سال گزر گئے اس سے پہلے تو مہینے میں چار سے زیادہ مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات سننے کا موقع میسر ہوتا تھا لیکن الحمدللہ ان دوری کے دنوں میں کم از کم ایک مرتبہ ملک کے کسی گوشہ میں حضرت کے خطاب سے استفادہ کرنے کا موقع ملنے کا اتفاق ضرور ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ حضرت زینت القراء قاری غلام رسول صاحب کے ایک خصوصی اجتماع (ماڈل ٹاؤن لاہور) میں سب

عادت دور بیٹھا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجتماع میں بیٹھا دیکھ کر خود بلایا اور کمال شفقت سے فرمایا۔ مولانا کافی عرصہ ہو گیا ہے آپ سے ملے ہوئے دل بہت چاہتا تھا۔ آج ملاقات ہو گئی۔ آپ کو میں کہتا ہوں کہ آپ پڑھایا کریں، یہی شیوہ بزرگان دین ہے پھر میری التجاء کے بغیر میرے لئے ہاتھ اٹھا کر اجتماع عام میں بہت بہت دعائیں دیں، مجھے زندگی میں ایسی خوشی بہت کم نصیب ہوئی ہے۔ پھر دل میں جذبہ حاضری و ذوق ملاقات بڑھ گیا کئی مرتبہ خواب میں دعا دیتے ملے۔ ایک شب خواب میں ملے ایسا معلوم ہوا کہ قدم بوسی کے لئے بلا رہے ہیں میں پتوکی سے رخت سفر برائے زیارت باندھ رہا تھا کہ میرے مشفق سید مشفق شاہ صاحب ڈہرکی کے صاحبزادے سید محمد سلیم شاہ صاحب میرے ہاں تشریف لائے کہ آپ مجھے اس وقت کسی کامل عالم پیر سے بیعت کراؤ جو بھی آپ کی نگاہ میں مرشد برحق نظر آئے۔ میں مرید ہونے کے لئے تیار ہوں میں اسے فوراً ملتان شریف لایا جس طرح خواب میں دیکھا تھا وہی نقشہ نظر آیا۔ سید محمد سلیم شاہ کراچی سے تشریف لائے تھے میں نے عرض کی کہ حضور برائے بیعت شاہ صاحب حاضر خدمت ہیں۔ آپ نے شرف قبولیت بخشا۔ کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کھانا تیار ہو رہا ہے کھا کر جانا۔ ہم نے عرض کی، حضرت گاڑی نہیں ملے گی۔ آپ رخصت عنایت فرما دیں، اس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر ضروری جانا ہے تو ذرا ٹھہر جاؤ دور سے آئے ہو اور بعد مدت کے آئے ہو مٹھائی لے کر جاؤ اتنے میں حضرت اندر گھر تشریف لے گئے اور ایک بڑا ڈبہ مٹھائی کا لائے اور نہایت کریمانہ انداز میں ہم غلاموں کو دعائیں دے کر رخصت کرتے ہوئے فرمایا، مولانا ملتے رہا کریں۔ بہت جلد ہی ملاقات کا پروگرام بنا لیا کریں۔ فقیر مولانا شیخ الحدیث سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو سچا درد

مند دین اور عاشق رسول سمجھتا ہے اور پھر جلد آنے کی تاکید فرماتے ہوئے فرمایا کیا تم لوگ ہمیں اس وقت ملو گے جب ہم دنیا سے چلے جائیں گے؟

حضرت کی اس بات پر میں سہم گیا اور کچھ دیر کے لئے رُک گیا پھر میں حیران تھا کہ وقت الوداع میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تذکرہ و تبصرہ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیسے کر دیا آگے مجھے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور میں ہمراہ سید سلیم شاہ صاحب بغیر کچھ بولے قدموں پر ہاتھ رکھ کر رخصت ہو گئے۔ بس یہ آخری ملاقات تھی چند ماہ بعد اس محسن مرشد کا انتقال ہو گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشق و عالم و مرشد را۔ (۲۹)

کشف غزالی زماں

مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ لاہور فرماتے ہیں کہ ہمارے ذہن میں ایک سوال تھا۔ وہ یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبداللہ بن ابی (منافق) کو اپنا کرتہ پہنایا اور لعاب مبارک لگایا تو اسے عذاب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اساتذہ کرام سے بھی اس سلسلے میں تسلی بخش جوابات ملتے رہے لیکن خواہش تھی کہ حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلے کا حل معلوم کیا جائے۔ صحیح بخاری کا درس ہو رہا تھا۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بات تھی لیکن کسی ساتھی نے سوال نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت امام اہلسنت نے ایک حدیث کے ضمن میں خود ہی ارشاد فرمایا کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ جب چاہے کسی چیز کی تاثیر کو جاری کر دے اور جب چاہے روک دے۔ جس طرح آگ کا کام جلانا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کی اس تاثیر کو روک دیا۔ اسی طرح جو چیز بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے لگ جاتی تھی، آگ کی یہ

مجال نہ تھی کہ اسے جلا سکے۔ لیکن عبداللہ بن ابی چونکہ حضور ﷺ کا دشمن تھا اس لئے اللہ نے آگ کی تاثیر اس تک پہنچائی کہ مؤثر حقیقی وہی ہے اور پھر حضرت غزالی دوراں رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور خوبصورت بات بھی فرمائی کہ ایک طبیب، ایک ڈاکٹر کسی مریض کو کوئی دوا تو دے سکتا ہے لیکن ڈاکٹر، طبیب کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ کسی مریض کے لئے دوا کے اثر کو جاری رکھے اور کسی مریض کے لئے دوا کے اثر کو روک دے۔ اس کے مقابلے میں حضور ﷺ نے مستعمل قمیص مبارک تو عطا فرما دی لیکن عبداللہ بن ابی کے نفاق کے باعث اس تبرک کی برکتیں وہاں پہنچنے سے روک دیں۔ اندازہ کیجئے ایک سوال دل میں ہے زبان پر نہیں لایا گیا لیکن آپ نے معلوم کر کے اس کا جواب بھی ارشاد فرمایا۔ یقیناً یہ حضرت امام اہلسنت کی ولایت کا ثمرہ تھا کہ کشف کے ذریعے دلوں کا حال ہی نہیں کیا بلکہ الجھن کو بھی دور کر دیا۔ (۳۰)

مرنے کے بعد تمنا پوری ہوگی

میاں خالق داد ایم اے اپنے والد کی تمنا کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ امام اہل سنت کے وصال مبارک کے بعد صاحبزادگان میں قبلہ مظہر سعید کاظمی، قبلہ حامد سعید کاظمی اور ارشد سعید کاظمی ہمارے جلسوں پر تشریف لا چکے تھے۔ والد صاحب قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے قبلہ سجاد سعید کاظمی کو نہیں دیکھا کبھی ان کو قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دو۔ مرض الموت میں بھی ایک سے زائد دفعہ فرمایا کہ میں نے سجاد سائیں کی زیارت نہیں کی۔ ۴ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعرات میرے والد صاحب وصال فرماتے ہیں۔ اور میں اپنے بھانجے فیض رسول ایم-اے کو ملتان قبلہ مظہر سعید سائیں کی خدمت میں جنازہ پڑھانے کی

درخواست کے ساتھ بھیجتا ہوں۔ وہ کہیں باہر تشریف لے جا رہے تھے، پھر وہ حامد سعید قبلہ سے ملتا ہے وہ بھی شدید مصروفیت میں تھے انہوں نے سجاد سعید کی خدمت میں حاضر ہونے کا فرمایا جو کمال شفقت سے مان گئے اور محمود کوٹ تشریف لا کر میرے والد ماجد کی نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے قبلہ سجاد سعید صاحب سے عرض کیا کہ والد مرحوم مرض الموت میں بھی آپ کی زیارت کے خواہاں رہے تو انہوں نے تواضعاً فرمایا کہ ایسی نیک شخصیت کا جنازہ پڑھانا ہمارے لئے ہی لکھا تھا۔ خواہ والد صاحب کے وصال کے بعد ہی ہوا میں ان کے ملاپ کو ہر دو کی کرامت سمجھتا ہوں۔ (۳۱)

مولانا، میں تمہارا کھانا لے کر آیا ہوں

مولانا اللہ وسایا سعیدی بہاول پور سے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نئے مکان میں جانے کی تیاریاں شروع ہوئیں بعض اہل خانہ پرانے گھر کا سامان اکٹھا کرتے رہے اور بعض نئے گھر میں اسے ترتیب دیتے رہے اور میں بیل گاڑیوں پر اسے پہنچانے میں مصروف رہا۔ حضرت صاحب قبلہ کو گھٹنوں میں شدید درد کی شکایت تھی آپ صاحب فراش رہے۔ عشاء کے قریب آخری پھیرا لے کر میں جانے لگا تو سرکار نے فرمایا تانگے کا انتظام کر کے بچوں کو واپس بھیج دینا اور تم وہیں سو جانا ہم انشاء اللہ صبح کو آ جائیں گے۔

اس مصروفیت میں گھر والوں کو میرا کھانا یاد نہ رہا اور میں نے بھی جان بوجھ کر نہ مانگا واپسی پر مجھے راستے میں احساس ہوا کہ اب تو ساری رات بھوکا رہنا پڑے گا مانگ لیتا تو اچھا تھا۔ خیر! انہیں سوچوں میں سرمست سامان لے کر نئے مکان پر پہنچا اور اسے اتارنا شروع کر دیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور ساری رات فاقہ

کشی کے تصور نے پریشانی میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا تھا میں اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ اچانک حضرت صاحب قبلہ کی رس گھولتی ہوئی آواز سنائی دی، اللہ وسائے! میں حیران و پریشان سڑک کی طرف دوڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب قبلہ بڑی تکلیف کے ساتھ سائیکل رکشے (بہاولپور کی معروف سواری جو اب ختم ہو چکی ہے) سے اتر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کھانے کا ٹفن ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارا کھانا لے کر آیا ہوں یہ لے لو..... بندہ نے سرائیکی ظاہرداری سے کام لیتے ہوئے عرض کیا حضور! مجھے بھوک نہیں تھی آپ تکلیف نہ کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "میاں تمہیں بھوک ہو یا نہ ہو ہمیں تو تمہاری بھوک کا خیال ہے" پھر آپ نے حکم دیا تو میں بھاگ کر تانگہ لے آیا اور حضرت صاحب بچوں کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ میں نے بڑے مزے سے کھانا کھایا اور آرام سے سو رہا۔

آپ مزید حیران ہوں گے کہ اس دن جب حضرت صاحب کو میرے بھوکے رہ جانے کا علم ہوا تو آپ شدید تکلیف کے باوجود محلہ کجل پورہ سے چوک بازار تک پیدل چل کر آئے پھر وہاں سے آپ کو سائیکل رکشہ ہی مل سکا اپنی لطیف طبیعت کی وجہ سے آپ اس پر سوار ہونا پسند نہیں کرتے تھے مگر اپنے خادم کی وجہ سے یہ ساری تکلیف گوارا فرمائی۔ (۳۲)

ابھی اپنے ارادے کو ملتوی رکھو

مولانا اللہ وسایا سعیدی ہی فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۱ء میں ملکی حالات بہت خراب تھے حکومت پاکستان نے کافی تعداد میں فوج مشرقی پاکستان روانہ کر دی ایک یونٹ کے خطیب صاحب مشرقی پاکستان جانے کے لئے تیار نہ تھے بندہ ان

کی جگہ جانے کے لئے رضامند ہو گیا اور حضرت صاحب سے اجازت حاصل کرنے کے لئے ایک عریضہ ارسال کیا سرکار نے حسب سابق ذرہ نوازی فرماتے ہوئے جواب بھیجا اور آ ما:

''مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان دونوں حصوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ متحد رکھے اور استحکام عطا فرمائے۔ سردست اپنے ارادے کو وہاں کے لئے ملتوی رکھو انشاء اللہ العزیز مناسب وقت پر مشورہ دوں گا۔ اس وقت ہر مسلمان پر خلوص قلب کے ساتھ پاکستان کی سالمیت و استحکام کے لئے دعا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک وطن کی مقدس سرزمین کو دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے۔ آمین''۔

میں حضرت صاحب کے حکم کے مطابق وہاں جانے سے رُک تو گیا مگر دل میں یہ حسرت باقی تھی کہ آپ اجازت عطا فرما دیتے تو کتنا اچھا تھا۔ مفت کی سیر، مشرقی پاکستان کی سیاحت اور فضائی سفر وغیرہ کے مزے لے لیتا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ مذکورہ خط آپ نے ۲۵ مئی ۱۹۷۱ء کو تحریر فرمایا اور دسمبر ۱۹۷۱ء میں پاکستان دولخت ہو گیا اب آپ کا فیصلہ دل و جان سے تسلیم کیا اور آپ کو بے شمار دعائیں دیں کیونکہ جتنی فوج وہاں گئی تھی یا تو شہید ہو گئی یا پھر ہندوؤں کے پاس تین سال بامشقت قید میں رہی اگر بندہ وہاں چلا جاتا تو بنگلہ دیش میں دریائی مچھلیوں کی خوراک بن جاتا یا تین سال ہندوستان کی کال کوٹھڑیوں میں مقید رہتا۔ اگر آپ خط کے الفاظ پر غور فرمائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دسمبر کا سانحہ آپ کے لئے عیاں تھا۔ (۳۳)

جو میری بیوی کے ماموں تھے

علامہ منظور احمد رحمت بہاولپور کے مشہور صحافی تھے۔ ہفت روزہ مدینہ''

کے مدیر اور جامعہ عباسیہ بہاولپور سے علامہ کی ڈگری کے حامل تھے، قلم میں بلا کا زور تھا۔ جب حضرت صاحب قبلہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہوئے تو دیوبندی علماء کو زبردست دھچکا لگا، خاصے پریشان ہوئے اور خوب واویلا کیا۔ وفد کی صورت میں گورنر امیر محمد سے ملے مگر وہاں بھی دال نہ گلی، مقامی اخبارات اور رسائل میں آپ کے خلاف بڑے بڑے مضامین لکھے اور خوب زہر اگلا۔ علامہ منظور احمد رحمت نے بھی اپنے زور قلم سے آپ کے خلاف ایک مضمون لکھ دیا۔ حضرت صاحب قبلہ نے ان کا مضمون بندہ کو دکھاتے ہوئے مسکرا کر ارشاد فرمایا ہمارے پڑوس میں علامہ منظور احمد رہتے ہیں انہوں نے اپنے اخبار میں میرے خلاف ایک مضمون لکھا ہے اور اخبار ایک طرف رکھ دیا (اس وقت حضرت صاحب قبلہ محلہ کجل پورہ میں رہائش پذیر تھے اور علامہ موصوف اس سے متصل محلہ عام و خاص میں رہتے تھے) یہاں سے ایک نئی کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حضرت صاحب نے میری شادی بہاولپور کی مشہور معزز اور محترم شخصیت علامہ قاضی منظور احمد صاحب اویسی مہروی کی دختر نیک اختر سے کرادی۔ شادی کے تمام اخراجات حضرت صاحب نے خود برداشت کئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ میرے جیسے بے سہاروں کی شادیاں اپنے ذاتی خرچ پر کرادیا کرتے تھے اور اس کار خیر میں ہماری امی حضور بھی برابر کی شریک ہوتی تھیں۔ حسب معمول بندہ کی شادی کے سلسلہ میں بھی امی حضور نے بہت زیادہ کوشش فرمائی۔ شادی طے پا گئی حضرت صاحب نے خود نکاح پڑھایا۔ اس تقریب میں علامہ منظور احمد رحمت (مرحوم) بھی شریک تھے۔ وہ میری بیوی کے حقیقی ماموں تھے اس سے پہلے ان کی حضرت صاحب سے کوئی ملاقات نہ تھی محض مسلک کے اختلاف اور سنی سنائی افواہوں پر یقین کر کے آپ کی مخالفت میں ایک مضمون سپرد قلم کر دیا

تھا مگر ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے مصداق پہلی ملاقات میں ان کی دور بین اور جوہر شناس نگاہیں آپ کے مقام رفیع کے سامنے عقیدت سے جھک گئیں۔ ایسے گرویدہ ہوئے کہ اس کے بعد حضرت صاحب کی زیارت کے لئے اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ جب حضرت صاحب واپس ملتان تشریف لے گئے تو وہاں بھی بندہ کے ساتھ کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب کی مدح سرائی میں اکثر رطب اللسان رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ کاظمی صاحب تو اسلاف کی نشانی ہیں آپ کو دیکھ کر ہمیں اپنے شیوخ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ان کی شفقت لازوال اور بندہ پروری بے مثال ہے۔ جب حضرت صاحب قبلہ کا وصال ہوا تو علامہ صاحب سسکیاں بھر بھر کے زار و قطار روئے اپنے اخبار میں تعزیتی مضمون لکھا اور پھر ہر سال عرس کے موقع پر آپ کی شخصیت کے بارے میں ایک انوکھا اور نیا مضمون لکھتے رہے جب بھی حضرت صاحب کا ذکر ہوتا بلکہ خود ہی آپ کا ذکر مبارک چھیڑتے اور بے ساختہ رو پڑتے تھے محبت بھرے کلمات سے نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ علامہ موصوف بہترین نقاد، صاحب علم اور اعلیٰ پائے کے صحافی تھے۔ عام علماء کرام کو خاطر میں نہیں لاتے تھے مگر حضرت صاحب کا علم و عمل حسن اخلاق اور حوصلہ و سخاوت ہی ایسے تھا کہ علامہ صاحب ان کے دیوانے ہو گئے۔ (۳۴)

تصرف و اختیار

مولانا اللہ وسایا سعیدی لکھتے ہیں کہ ہر ولی کو کشف و کرامت کی نعمت عطا ہوتی ہے مگر اللہ کا ولی ہر وقت اس کا اظہار نہیں کرتا بلکہ حکمت خداوندی کے تحت بعض مواقع پر وہ اس کا اظہار کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب قبلہ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ''اللہ کے ولی کو زمین و آسمان میں تصرف کا اختیار ہوتا

ہے لیکن وہ اسے تنکے برابر بھی نہیں سمجھتا اگر اللہ کا ولی روتا ہے تو اپنے خاتمہ کے لئے روتا ہے'' ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کشف و کرامت کو اپنے لئے باعث فخر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ لوگوں کے کام سنوار کر بھی اسے اپنی طرف منسوب نہیں فرماتے تھے۔ (۳۵)

والدہ کی بیماری

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ بیمار ہو گئیں بہاولپور کے مشہور فزیشن ڈاکٹر آفتاب صاحب نے ٹی بی تشخیص کی اور نو ماہ علاج کرانے کا مشورہ دیا۔ میں نے علاج شروع کرا دیا مگر اپنی تنگ دستی کے باعث پریشان تھا کہ پیسے کہاں سے آئیں گے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ سرکار نے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ مولانا! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ٹی بی بھی دور کر سکتا ہے۔ ابھی ایک مہینہ علاج کیا تھا کہ والدہ صاحبہ گولیوں اور ٹیکوں سے تنگ آ کر میرے بڑے بھائی کے ساتھ گاؤں چلی گئیں کچھ عرصہ بعد اطلاع ملی کہ وہ بالکل ٹھیک ہو گئی ہیں میں خاموش ہو گیا۔ کوئی تین چار سال بعد انہیں کھانسی اور بخار کی شکایت ہوئی تو میں انہیں دوبارہ ڈاکٹر آفتاب صاحب کے پاس لے آیا اور ساری حقیقت سنائی پرانے ایکسرے بھی دکھائے۔ انہوں نے نیا ایکسرے کرایا اور کافی دیر متفکر ہو کر اسے دیکھتے رہے، پھر پرانا ایکسرے اٹھا کر دیکھا اور یکے بعد دیگرے یہی عمل دہراتے رہے کبھی نیا دیکھتے اور کبھی پرانا۔

ان کی اس کیفیت نے مجھے پریشان کر دیا میں سمجھا کہ بیماری خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ اتفاقاً ایک دوست ڈاکٹر جو ان کے پاس اتفاقاً بیٹھے

ہوئے تھے ان سے مخاطب ہو کر کہا ڈاکٹر صاحب مجھے سمجھ نہیں آ رہی اس خاتون کو آج سے تین سال پہلے ٹی بی تھی ایک مہینہ اس کا علاج بھی ہوا اور اب نئے ایکسرے میں ٹی بی نہیں ہے بغیر علاج کے ٹی بی کہاں چلی گئی۔ ان کے دوست نے بھی دونوں ایکسرے دیکھے اور حیرت سے کہا واقعی اب تو ٹی بی نہیں ہے۔ ان کی باتیں سن کر میری جان میں جان آئی اور میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میں حضرت کاظمی صاحب کا مرید ہوں انہوں نے میری والدہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کاظمی صاحب بہت بڑے بزرگ ہیں۔ حضرت صاحب سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں گذشتہ دنوں جب میرے برادر نسبتی قاضی حسین احمد اپنے والد صاحب کو چیک کرانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے تو ان کے سامنے حضرت صاحب کا ذکر خیر بھی ہوا، انہوں نے کہا میں تو حضرت کاظمی صاحب کا مرید ہوں۔

حضرت صاحب کے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے میں تقریباً ہر ہفتے آپ کی خدمت میں بہاولپور سے ملتان حاضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ دل میں خیال آیا کہ دو سو روپے تو ہر مہینے زیارت کے لئے خرچ ہو جاتے ہیں اس لئے گھر کا خرچہ تنگی سے پورا ہوتا ہے اس کے بعد جب سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تو سرکار نے میری طرف دیکھ کر فرمایا ''اللہ تعالیٰ بہت پیسے دے گا، بہت پیسے دے گا'' آپ کی اس دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ کی اس عاجز بندے پر واقعی بے شمار رحمتیں ہیں۔ (۳۶)

سارے پیسے میرے سامنے رکھ دیئے

مولانا اللہ وسایا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ زیارت کے لئے ملتان شریف

جانے کا ارادہ کیا۔ مہینے کی آخری تاریخیں تھیں گھر میں تھوڑی سی رقم موجود تھی، وہ کرایہ کی خاطر اٹھالی اور راستے میں سوچتا رہا کہ اب خرچ کیسے پورا ہوگا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دوسرے کچھ پیر بھائی بھی حاضری کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سرکار کو نذرانہ پیش کیا میں نے تھوڑا سا نذرانہ پیش کیا سرکار نے نذرانوں کے سارے پیسے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیئے اور بار بار فرمایا کہ یہ پیسے تم میرے بچوں کے لئے لیتے جاؤ یہ پیسے تم میرے بچوں کے لئے لیتے جاؤ میں نے شرمندہ ہو کر وہ پیسے جیب میں رکھ لئے۔ (۳۷)

کاغذات بھیج دیئے

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں سرکار کے در دولت پہ حاضر ہوا تو وہاں لیاقت پور کے ایک پیر بھائی سے ملاقات ہوئی انہوں نے بتایا کہ لیاقت پور میں سرکار کی زمین ہے اور میں ان کی طرف سے زمین کا مختار عام ہوں۔ میرے دل میں خیال آیا نجانے حضرت صاحب کی وہاں کتنی زمین ہوگی اب میرے لئے بھی زمین خریدنے کا راستہ کھل گیا ہے پائی پائی جوڑ کر زمین خریدوں گا۔ انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں شیخ چلی کی طرح سبز باغ دیکھتے ہوئے واپس بہاولپور روانہ ہوا۔ اگلی دفعہ جب ملتان شریف حاضری کا موقع ملا تو سرکار اتفاقاً اکیلے تشریف فرما تھے بندہ نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو آپ نے بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھا لیا اور اپنے مخصوص پیار بھرے انداز میں گھر کی خیریت پوچھی پھر فرمایا۔ اللہ وسایا! بات یہ ہے کہ لیاقت پور میں میرا ایک مرید تھا (سرکار نے ان کا نام بھی لیا جو مجھے یاد نہیں رہا) اس نے مجھے دو ایکڑ زمین دینی چاہی میں نے سختی سے انکار کر دیا لیکن اس نے زمین انتقال کروا کے

کاغذات میرے پاس بھیج دیئے۔ میں نے اس کی دلجوئی کے لئے کاغذات اپنے پاس رکھ لئے ارادہ یہ تھا کہ زمین اس کو واپس کر دوں گا۔ اچانک اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس کے بیٹوں کو خط لکھا کہ تمہارے والد نے میری مرضی کے خلاف دو ایکڑ زمین میرے نام انتقال کر دی تھی وہ زمین تمہاری ہے جب بھی چاہو تم اپنی زمین واپس لے لو وہ زمین تمہاری ہے میری نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد آپ کو زمین دے گئے ہیں ہم کبھی واپس نہیں لیں گے۔ ان کے اصرار کو دیکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں میں نے ارادہ کر لیا کہ میں قرآن کریم کا ترجمہ لکھوں گا اور یہ زمین بیچ کر اس کی اشاعت پہ خرچ کروں گا۔ اب میں نے زمین بیچنے کا کہہ دیا ہے پھر فرمایا "یوں میرے پاس زمین آئی تھی" بندہ دل ہی دل میں اپنی نادانی پر شرمندگی سے ہنستا رہا۔

بندہ (اللہ وسایا سعیدی) نے بہاولپور میں ایک پلاٹ خرید کر گھر بنوایا اس کی پچھلی طرف کوئی آبادی نہیں تھی بلکہ زراعتی فارم تھا چوروں نے اسی جانب سے چوری بھی کی تھی جس کی وجہ سے میری بیوی کو اس طرف سے ڈر سا لگتا تھا جب بھی بندہ حضرت صاحب قبلہ کی زیارت کے لئے جاتا وہ کہہ دیتی کہ حضرت صاحب سے آبادی کے لئے دعا کرانا بندہ اپنی بیوی کی درخواست پیش کرتا تو حضرت صاحب قبلہ مسکرا دیتے۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ بہاولپور میں ماڈل ٹاؤن سی کی سکیم منظور ہو گئی ہے لیکن زراعتی فارم سے کافی دور جگہ منتخب ہوئی ہے میں نے حضرت صاحب قبلہ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ماڈل ٹاؤن سی ہمارے گھر کے پیچھے زرعی فارم کی جگہ بننا چاہیے اب یہ حیرت انگیز اتفاق ملاحظہ فرمائیں کہ جہاں حکومت نے سکیم منظور کی تھی وہاں زمیندار نے سٹے (Stay) لے لیا۔ آخر حکومت نے اس جگہ کو چھوڑ کر اسی زرعی فارم کو سکیم کے لئے

منظور کر لیا۔ جب سڑکیں بن گئیں پلاٹ تقسیم ہو گئے تو ہمارے گھر کے پیچھے بھی پلاٹ بن گئے اور ہمیں اس طرف سے کوئی راستہ نہ ملا۔

ع ایں گل دیگر شگفت

میں ہاؤسنگ سکیم والوں کے پاس گیا انہیں درخواست دی تو جواب ملا کہ یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ سڑکیں بھی بن چکی ہیں اور لاہور سے نقشے بھی منظور ہو چکے ہیں اب ردو بدل تو وہی کر سکتے ہیں بہرحال ہم تمہاری درخواست لاہور بھیج دیتے ہیں۔ میں درخواست دے کر حضرت صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا حضرت صاحب میری پریشانی دیکھ کر خود بھی بہت پریشان ہو گئے۔ سرکار نے زمین پر ایک لکیر کھینچی اور پھر دعا فرمائی میں نے دل میں سوچا کہ آپ نے ہماری سڑک بنا دی ہے۔ اس کے بعد جب بہاولپور واپسی ہوئی تو یہاں میرے ایک صاحب حال دوست صوفی منظور احمد صاحب (جن کا حال ہی میں رمضان ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۹ء میں انتقال ہوا ہے) نے پوچھا کہ حضرت صاحب سے دعا کرا لی میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے کہا کیا حضرت صاحب نے لکیر نہیں کھینچی تھی میں نے کہا جی کھینچی تھی۔ انہوں نے پھر کہا کیا وہ مشرق و مغرب کی طرف نہ تھی؟ میں نے کہا واقعی ایسا ہی تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تیری سڑک ہی تو بنائی ہے اور پھر ایسے ہی ہوا لاہور والوں نے نقشوں میں تبدیلی کر کے سڑک کی منظوری دے دی اور وہ بن گئی۔ (۳۸)

اتنا بڑا گھرانہ

مولانا اللہ وسایا سعیدی مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب کے اہل خانہ میں سے کچھ افراد حضرت صاحب زادہ سید حامد سعید کاظمی مدظلہ العالی

کے لئے رشتہ تلاش کرنے کی غرض سے بہاولپور تشریف لائے۔ حضرت صاحب قبلہ کے چھوٹے فرزند ارجمند صاحبزادہ سید راشد سعید کاظمی بھی اس قافلہ کے ساتھ تھے۔ بہت سے احباب کے ہاں جانا ہوا اور رات کافی گزر گئی بندہ نے اپنے یہاں قیام کی درخواست پیش کی۔ گھر والوں نے کہا ہمیں ابا جی (حضرت صاحب قبلہ) کا حکم ہے کہ تم نے ہر صورت میں واپس آجانا ہے اس لئے ہم بہرحال واپس جائیں گے۔ سردی کا موسم تھا حضور راشد سعید کاظمی صاحب کے پاس سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی چادر اور جرسی وغیرہ بھی موجود نہ تھی کیونکہ پروگرام کے مطابق انہیں دن ہی دن میں ملتان شریف واپس چلے جانا تھا۔ بندہ کے پاس ایک سادہ سی گرم چادر تھی وہی ان کو پیش کر دی اور یہ قافلہ ملتان شریف روانہ ہو گیا۔ مجھے یہ فکر دامن گیر ہو گئی کہ حضرت صاحب کا اتنا بڑا گھرانہ ہے اور آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے میری چادر کا وہاں گم ہو جانا یقینی امر ہے اس لئے میں چادر کی طرف سے ناامید ہو گیا۔ اچانک حضرت صاحب قبلہ کے بیمار ہونے اور ہسپتال میں داخل ہونے کی اطلاع ملی میں بھی عیادت کے لئے ہسپتال حاضر ہوا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کی چونکہ آپ کو زیادہ دیر ملاقات کرنے اور بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا ان ہدایات کے پیش نظر میں نے وہاں ٹھہرے بغیر اجازت لے لی۔ ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ سرکار نے اشارے سے واپس بلا لیا اور اپنے سرہانے کے نیچے سے کوئی چیز نکالی اور فرمایا یہ تمہاری چادر ہے جو راشد میاں بہاولپور سے لے آئے تھے میں نے سنبھال کر رکھی تھی جب یہ لوگ مجھے ہسپتال لانے لگے تو میں نے تمہاری چادر بھی ساتھ لے لی کہ اتنا بڑا گھر ہے تمہاری چادر کہیں گم نہ ہو جائے۔ میں نے بڑی ندامت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں سے چادر لے لی۔ وہ چادر اب تک بندہ کے پاس موجود ہے، سردیوں

میں وہی استعمال کرتا ہوں۔ (۳۹)

ضرور پڑھائے

مولانا اللہ وسایا سعیدی ہی فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے حافظ عون محمد نے ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا میں چاہتا تھا کہ وہ تراویح میں قرآن پاک سنائے کچھ بزرگوں نے حکم دیا کہ پہلے حضرت صاحب سے اجازت لے کر آؤ اور ان سے مسئلہ پوچھو کہ بچہ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ میں سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا کچھ دیر کے بعد مبہم انداز میں عرض کی حضور! اس دفعہ عون محمد مصلی پڑھائے؟ سرکار نے زوردار لہجے میں فرمایا کہ ضرور پڑھائے۔ میں خوش ہو گیا کہ حضور نے اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ رمضان المبارک میں سارا دن عون محمد کو منزل یاد کرائی جاتی اور پختہ نہ ہونے کی وجہ سے ہرگز یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مصلے پر قرآن پڑھ بھی سکے گا؟ مگر رات کو سب کچھ ٹھیک ہوتا ہم میاں بیوی حیران ہوتے کہ منزل یاد نہ ہونے کی وجہ سے دن کو تو یہ رو پڑتا ہے مگر رات کو نہیں بھولتا اور نہ ہی رکعات تراویح میں غلطی کرتا ہے کچھ دنوں بعد اس نے مجھے بتایا کہ جب میں مصلے پر کھڑا ہوتا ہوں تو حضرت صاحب میرے سامنے ہوتے ہیں اور آپ ہاتھ کے اشارے سے فرماتے ہیں کہ پڑھو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ مصلی اس سے سرکار ہی پڑھوا رہے ہیں ورنہ اس میں پڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ آپ یہ بات انتہائی تعجب سے پڑھیں گے کہ یہ وہی رمضان المبارک تھا جس میں سرکار کی وفات ہوئی تھی پچیس کی رات کو عون محمد نے قرآن ختم کیا اور اگلے دن شام سرکار کا وصال ہو گیا۔ اب ہمیں سمجھ میں آیا کہ آپ نے "ہاں ضرور پڑھے" کے زوردار الفاظ سے یہ فانی دنیا چھوڑنے کا اشارہ دے دیا تھا (۴۰)۔

مولانا خیر تو ہے؟

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں در دولت پہ حاضر ہوا۔ رات کافی بیت چکی تھی، حضرت صاحب قبلہ معمول کے مطابق کتب خانہ میں ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں مصروف عمل تھے۔ آپ نے کرم نوازی فرماتے ہوئے قدم بوسی کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی دوران آپ کی توجہ کی وجہ سے مجھ پر رقت طاری ہوگئی یہ دیکھ کر آپ نے بڑے معصومانہ انداز میں فرمایا ''مولانا خیر تو ہے کیا بات ہے؟'' مجھ سے کوئی جواب بن نہ آیا اور آپ بار بار یہی سوال دہراتے رہے کہ مولانا! بتاؤ خیر تو ہے؟ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل میں یہ بات کہ خود ہی رلا دیا اور خود ہی پوچھتے ہیں کہ ہوا کیا ہے؟ حضرت صاحب کے بار بار پوچھنے پر آپ کے ساتھ کام کرنے والوں نے بھی یہی پوچھنا شروع کر دیا۔ آپ نے ان سے فرمایا ''ہاں! تم پوچھو کہ کیا بات ہے؟ بندہ کے پاس کوئی جواب ہوتا تو پیش کرتا سو خاموش رہا۔ آپ نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ تم باہر چلے جاؤ یہ مجھے علیحدگی میں بتائے گا۔ ان کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا ''بتاؤ کیا بات ہے''؟ میں نے عرض کیا حضور خود ہی تو توجہ فرمائی ہے قیامت تک اسی طرح نظر عنایت رہے۔ سرکار خاموش ہو گئے ساتھیوں کو اندر بلایا اور ان سے فرمایا کہ یہ ایسی بات کرتا ہے۔ (۴۱)

میں اپنا کام کرتا رہا

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ جس دن سرکار کی رحلت ہوئی اور نماز جنازہ پڑھی گئی تو لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا، حد نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے جگہ اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہی لگتی تھی صفوں کا

فاصلہ معمول کے مطابق نہیں تھا بلکہ وہ بالکل قریب قریب تھیں نماز جنازہ سے فراغت کے بعد آپ کا جسد خاکی ایک وین پر رکھا گیا اور وہ چل پڑی بندہ نے دل میں حضرت صاحب سے عرض کی، حضور! آپ تو گاڑی پر سوار ہو گئے ہیں آپ کے ساتھ پیدل کیسے چل سکتا ہوں؟ یہ خیال دل میں آنا تھا کہ انبوہ عظیم میں ایک رکشہ سامنے آ گیا۔ عید گاہ چلنے کی بات ہوئی اور پچیس روپے طے ہوئے۔ رکشہ برابر جنازہ کے ساتھ چلتا رہا اور آپ کے ساتھ عیدگاہ پہنچا۔ میں نے سوچا کہ حضرت صاحب نے اپنے آخری سفر میں بھی دلجوئی فرمائی۔ وصال کے بعد میں نے حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "یہ لوگ میری وفات پر اپنا کام (تجہیز و تکفین) کرتے رہے تھے اور میں اپنا کام کرتا رہا تھا" پھر خود ہی وضاحت فرمائی "میں کلمہ شریف پڑھتا رہا تھا"۔ (۴۲)

وہ غریب آدمی تھا

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ جلال پور پیروالا کے مضافات میں ایک علاقہ غازی پور کافی مشہور ہے۔ وہاں سے میرے ایک دوست میاں مظہر صاحب نے مجھے یہ واقعہ سنایا ان کے ایک دوست بتاتے ہیں کہ "مجھے خواب میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے میرے بیٹے کاظمی کے نام کی عزت کی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے" (وہ غریب آدمی تھا اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے کاروبار میں اس کو ایسی برکت عطا فرمائی کہ اب وہ کروڑ پتی بن چکا ہے) اس آدمی نے بتایا کہ میں بازار میں جا رہا تھا میں نے دیکھا ایک اشتہار مٹی میں پڑا ہے اور اس پر قبلہ کاظمی صاحب کا نام لکھا ہوا ہے میں نے اس نیت سے وہ اشتہار اُٹھا لیا کہ حضرت

صاحب کے نام کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور محبت سے آپ کے نام کو چوم لیا جس پر مجھے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ (۴۳)

ادھر دل کی کیفیت بدل گئی

بہاولپور سے سید مظہر حسین شاہ صاحب (مرحوم و مغفور) حضرت صاحب قبلہ کے مرید تھے۔ حضرت صاحب ان کا بہت خیال رکھتے تھے کیونکہ وہ سلسلہ عالیہ صابریہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اسی وجہ سے حضرت صاحب انہیں صاحبزادہ صاحب کہہ کر پکارتے تھے انہوں نے بندہ کو درج ذیل واقعہ سنایا اور ان کی تحریر میں ہی یہ واقعہ درج ہے۔

انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں جب شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے تو آپ کے خلاف دیوبندیوں کے اٹھائے ہوئے زہریلے طوفان کا مجھ پر بھی خاطر خواہ اثر ہوا کیونکہ میں ان دنوں دیوبندی حضرات کے نرغے میں تھا۔ ایک دن میں بابا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر عرس کی تقریب میں حاضر ہوا حضرت صاحب قبلہ نے تقریر فرمائی۔ بعد ازاں لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ میں اس لئے ٹھہرا رہا کہ آج کاظمی صاحب سے کچھ سوالات کروں گا۔ آپ کمرے میں دو تین آدمیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے اور پان لگا رہے تھے میں نے بغض کی وجہ سے گستاخانہ لہجہ میں کہا مولانا!!! یہ آپ نے بہاولپور میں کیا چکر چلا دیا ہے حضرت صاحب قبلہ نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تشریف رکھیں میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا "پان کھائیں گے" میں نے جواب دیا ہاں! کھالوں گا"۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پان لگا کر مجھے دیا اور میں نے اسے منہ میں رکھ لیا ادھر پان منہ میں گیا اور ادھر

دل کی کیفیت ہی بدل گئی سب کدورتیں ختم ہو گئیں اور آپ کے لئے دل میں ایک عجیب محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے روزانہ حاضری کا معمول بنالیا اکثر میں مرید ہونے کی درخواست پیش کرتا تو آپ فرماتے نہیں! ابھی سوچ لو۔ بڑی مشکل سے آپ نے مجھے اپنا مرید بنایا۔ (۴۴)

میں انہیں بھی جانتا ہوں

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب علماء کرام کی بے حد عزت و تکریم فرماتے تھے حتیٰ کہ ابتدائی کتب پڑھنے والے بچوں کو بھی مولانا کہہ کر مخاطب کرنا آپ کا معمول تھا۔ جب بھی کوئی عالم دین سرکار کو ملنے کے لئے تشریف لاتے تو آپ ان کی اتنی عزت افزائی فرماتے کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ آپ کا یہ رویہ موافق و مخالف سب کے لئے یکساں تھا علماء کو ان کی توقع سے بھی زیادہ عزت دی جاتی۔ چند واقعات پیش کرتا ہوں جن سے معلوم ہو گا کہ آپ علم کے کتنے قدر دان اور کتنے علم دوست تھے۔ جامعہ صدیقیہ بہاولپور کے مہتمم قاری غلام یاسین صاحب جو دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے ایک دن اپنے دو ایک ساتھیوں کے ہمراہ شاداب کالونی میں حضرت صاحب کے در دولت پر شام کے وقت حاضر ہوئے۔ حضرت صاحبؒ نے حسب معمول اپنے اخلاق کریمانہ کے مطابق ان کی خاطر مدارت اور خاطر تواضع کی اور ان کی گزارش پر میاں سعید احمد قریشی صاحب (جو ان دنوں عشر و زکوٰۃ کے وزیر تھے) کے نام ایک سفارشی رقعہ لکھ دیا اور وہ چلے گئے میں اس وقت مہمان خانہ میں حضرت صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی مدظلہ العالی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک دو اور پیر بھائی بھی تشریف فرما تھے ہمیں وہیں ایک ساتھی نے آ کر یہ واقعہ سنایا تو ہر ایک

نے اس پر تبصرہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت صاحب کو ان کے دیوبندی ہونے کا علم نہ ہوگا ورنہ آپ رقعہ نہ دیتے۔ بندہ وہاں سے اُٹھ کر سرکار کے کمرے یعنی آپ کے کتب خانہ میں حقیقت حال معلوم کرنے چلا گیا۔ سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا میرے بیٹھتے ہی آپ نے فرمایا اللہ وسایا! بہاولپور سے فلاں صاحب آئے تھے میں انہیں بھی جانتا ہوں اور ان کے والد صاحب کو بھی جانتا ہوں یہ بھی دیوبندی ہیں اور وہ بھی دیوبندی تھے، رقعہ میں نے اس لئے دیا ہے کہ جب وہ میرے پاس چل کر آئے ہیں تو میں ان پر مفت کا احسان کیوں نہ کردوں؟ میں حیرت زدہ ہو کر اس سراپا اخلاق کے متعلق کافی دیر سوچتا رہا۔ (۴۵)

ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک دیوبندی مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ ہم حضرت صاحب کے پاس جامعہ اسلامیہ (حال اسلامیہ یونیورسٹی) بہاولپور میں درجہ تخصص میں بخاری شریف پڑھتے تھے اور کبھی کبھی زیارت کے لئے ساتھیوں سمیت آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے، حضرت صاحب بے حد شفقت اور انتہائی محبت سے پیش آتے اور خورد و نوش کے لئے کافی چیزیں فراہم کرتے اور بڑی خوشی سے ہمیں کھلاتے پلاتے جس کے تذکرے ہم کئی دنوں تک آپس میں کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ہم ساتھی مل کر مولانا شمس الحق افغانی صاحب کے گھر بھی جایا کرتے تھے (مولانا افغانی صاحب دیوبندی عالم تھے اور جامعہ اسلامیہ میں تخصص کے طالب علموں کو تفسیر پڑھاتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ شیخ الحدیث تھے اور وہ شیخ التفسیر تھے) وہ ہم سے رسمی طور پر بھی چائے تک کے بارے میں نہ پوچھتے تھے جب وہاں سے

واپسی ہوتی تو ہم یہی کہتے "کاظمی صاحب کتنے سخی ہیں اور ہماری کتنی خاطر تواضع کرتے ہیں اور افغانی صاحب چائے کی پیالی بھی نہیں پوچھتے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر ہم نے پروگرام بنایا کہ آج عید ملنے کے لئے افغانی صاحب کے پاس چلتے ہیں کچھ نہ کچھ تو ان سے ضرور کھائیں گے۔ جب ہم مل کر افغانی صاحب کے گھر پہنچے ان سے عید ملے تو انہوں نے ہمیں بیٹھک میں بٹھا دیا ہم دل میں بڑے خوش تھے کہ آج تو افغانی صاحب اپنی قسم توڑ ہی ڈالیں گے، گھر سے ایک بچی نے بیٹھک میں آ کر ان سے پوچھا کہ چائے بنانی ہے؟ افغانی صاحب نے نفی میں دائیں بائیں سر ہلا دیا اور ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ جب وہاں سے واپس لوٹے تو قبلہ کاظمی صاحب کی سخاوت اور شفقت کو یاد کرتے رہے۔ (۴۶)

تم نے یہ بات کیسے کہہ دی؟

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے لودھراں کے مولانا عبدالرشید نے سنایا وہ فوج میں خطیب بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت صاحب قبلہ کی مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک فقہی مسئلہ پر خط و کتابت کے ذریعے بحث شروع ہوگئی، مولانا صاحب مرحوم جب بھی کسی بات کا جواب دیتے تو سخت الفاظ استعمال فرماتے مگر حضرت صاحب ہمیشہ انہیں امام المناطقہ کے لقب سے یاد فرماتے۔ میرے پیر بھائی مولانا اللہ دتہ سعیدی صاحب (خطیب پاک آرمی) نے بتایا کہ ایک دفعہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط آیا جس میں انہوں نے سختی کی انتہا فرما دی بہت ہی سخت قسم کے الفاظ آپ نے استعمال فرمائے۔ ہم نے جب وہ خط پڑھا تو ہمیں بے حد تکلیف ہوئی اور میں نے کہہ دیا

کہ مولانا صاحب جب ملتان آئیں گے تو ہم ان سے بات کریں گے اور پوچھیں گے کہ آپ اس طرح کے سخت الفاظ کیوں لکھتے ہیں؟ مولانا اللہ دتہ صاحب فرماتے ہیں جوں ہی میری زبان سے یہ کلمات نکلے تو حضرت صاحب قبلہ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ ''مولانا! تم نے یہ بات کیسے کہہ دی، بندیالوی صاحب ایک جید عالم دین ہیں اور تم ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ آپ لوگ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ میرے دل کو زخمی کر چکے ہو جب تم نے مولوی قائم دین دیوبندی کو پکڑ کر میرا بدلہ لینے کی کوشش کی تھی، تم نے میرے اجر میں کمی کر دی ہے۔ (۴۷)

اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے

مولانا اللہ وسایا سعیدی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ملتان شریف حاضر ہوا، حضرت صاحب نے عصر کی نماز پڑھائی فراغت کے بعد ملاقاتی آنے شروع ہو گئے انہیں میں ایک عالم دین بھی تھے (جو افغانستان سے ہجرت کر کے آئے تھے ملتان شریف کے علماء ان سے کافی متاثر تھے اور ان کے علم کی بہت تعریف کرتے تھے، حضرت صاحبزادہ ارشد سعید کاظمی مدظلہ العالی کو بھی انہوں نے کچھ اسباق پڑھائے تھے اور افغانستان کی نسبت سے انہیں مولانا افغانی کا نام دیا گیا تھا) مولانا صاحب نے حضرت صاحب سے عام لوگوں جیسا مصافحہ کیا اور لوگوں کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت صاحب نے مولانا افغانی صاحب سے ہاتھ ملایا تو کافی تعداد میں لوگ ہاتھ ملا رہے تھے اس لئے آپ مولانا صاحب کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب قبلہ تو علماء کا بہت احترام کرتے ہیں اور یہ مولانا عام لوگوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے

ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آنا تھا کہ فوراً آپ نے فرمایا اے مولانا افغانی صاحب آئے ہوئے تھے وہ کہاں ہیں؟ مولانا کو بلوا کر اپنے قریب بٹھا لیا اور بہت محبت و شفقت سے ان کا حال احوال پوچھا۔ علماء کرام کی عزت اور احترام کے متعلق یہ ایک دو نمونے بندہ نے پیش کئے ہیں باقی علماء کرام ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ ان کا کتنا اعزاز و اکرام کیا کرتے تھے۔ (۴۸)

حضرت آج اچانک کیسے تشریف لائے؟

علامہ محمد فاضل عباسی فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہٗ (م ۷۲۵) کی نہایت اہم رائے۔

اگر کسے راپیری نہ باشد

چوں این را مطالعہ کند او راپیدا شود

یعنی اگر کسی کا کوئی پیر نہ ہو تو کتاب کشف المحجوب کا مطالعہ کرے تو اسے پیر میسر ہو جاتا ہے۔ کے تحت میں نے کشف المحجوب کا مطالعہ کیا اور حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر کامل پیر کے حصول کے لئے دعا مانگی اور گھر پر میں نے استخارہ بھی کیا۔ رات کو خواب میں امام اہلسنت حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ ان دنوں میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور مین بطور مدرس فرائض سرانجام دیتا تھا۔ غالباً تیسرے دن حضرت امام اہلسنت جامعہ نعیمیہ میں اچانک تشریف لائے۔ آپ جب بھی دارالعلوم میں تشریف لاتے ہم نے کئی دفعہ دیکھا کہ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کو کسی جگہ سے کھول کر حضرت موصوف کی خدمت عالیہ میں رکھ دیتے۔ تمام مدرسین اور طلباء حضرت کی زیارت اور درس سننے کے لئے ایک جگہ جمع ہو جاتے۔ حتیٰ کہ استاذی مکرم حضرت مفتی

عزیز احمد بدایونی صاحب مرحوم اپنی پیرانہ سالی کے باوجود بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بخاری شریف کا درس دیا اور ایسے ایسے نکات بیان فرمائے کہ مدرسین اور طلباء بہت لطف اندوز ہوئے۔ بعد از درس حضرت مفتی نعیمی صاحب نے دریافت فرمایا کہ حضرت آج اچانک کیسے تشریف لائے۔ مجھے آپ کے وہ الفاظ آج بھی یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور داتا صاحب کے مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ جامعہ نعیمیہ سے بھی ہوتا چلوں۔ اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ حضور داتا صاحب ہی کی طرف سے یہ کرم نوازی ہو رہی ہے اور کافی عرصے کی میری تمنا پوری ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے اپنے استاذی مکرم حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی دامت برکاتہم العالی سے عرض کی اور انہوں نے حضرت قبلہ امام اہلسنت سے گزارش فرمائی اور میں نے سیدی مرشدی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے علاوہ آپ جب بھی لاہور میں تشریف لاتے تو زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا۔ آپ کی حیات ظاہری میں صرف ایک دفعہ سنی کانفرنس ملتان شریف میں حاضر ہوا۔ یا مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ میں آخری دفعہ آپ نے صدارت فرمائی تھی۔ اس طرح ملتان میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ (۴۹)

کاش اپنے پیر و مرشد سے دعا کرائی جائے

علامہ محمد فاضل عباسی لاہور سے بیان فرماتے ہیں کہ ۱۹۸۱ء کی بات ہے کہ پہلی دفعہ بعد از قرعہ اندازی حج بائی شپ کرنے کی سعادت ہوئی۔ اپنے آبائی گاؤں بمقام سروہا ڈاک خانہ کلر سیداں ضلع راولپنڈی میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرائی بعد ازاں جامع مسجد حنفیہ محلہ کشمیری سادھواں اندرون اکبری گیٹ لاہور

میں محفل میلاد شریف کرائی گئی۔ جس میں جید علمائے کرام نے خطاب فرمایا لیکن دل میں حسرت تھی کہ کاش اپنے پیرومرشد سے بھی دعا کرائی جائے۔ لیکن اس عرصہ میں نہ آپ لاہور میں تشریف لائے اور نہ مجھے ملتان شریف حاضر ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ حج کی آخری اطلاع موصول ہوگئی۔ قبلہ والد صاحب حاجی محمد اسلم میرے ساتھ تھے۔ اور لاہور سے حاجی ٹرین میں کراچی کے لئے سوار ہو گئے۔ جب ہماری ٹرین مدینۃ الاولیاء ملتان شریف کی حدود میں داخل ہوئی۔ میں ٹرین ہی میں ادبا کھڑا رہا اور اپنے حضرت پیرومرشد کی تعظیم کے لئے اس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ ٹرین شہر سے خارج نہ ہوئی۔ آخر کراچی میں خیروعافیت سے پہنچ گئے۔ سامان اپنے عزیز واقارب کے گھر رکھا اور حاجی کیمپ میں حاضری لگوا کر دوسرے دن کراچی کے مزارات اور مساجد اور مزار قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے مزار حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی لب سمندر کلفٹن میں پہنچے۔ مزار مبارک پر سرخ اور سبز جھنڈے بمع کلمہ شریف لہرا رہے تھے۔ فاتحہ شریف پڑھی اور ایصال ثواب کے بعد میمن مسجد کراچی میں نماز ظہر ادا کی۔ مسجد کے چاروں طرف نمازیوں کی کثیر آمد کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت قائد اعظم کے مزار پر فاتحہ خوانی کر کے بندر روڈ کی طرف منہ کر کے کچھ دیر ہی بیٹھے تھے کہ اچانک امام اہلسنت سیدی مرشدی جلوہ فگن ہوئے اور سواری سے اُتر کر سیدھے مزار قائد کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ ان دنوں آپ دو اصحاب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلا کرتے تھے۔ میں نے دور ہی سے آپ کو پہچان لیا۔ اور اپنی قسمت پر ناز کرنے لگا۔ کہ اپنی دلی خواہش کے مطابق قدم بوسی کا شرف اور دیدار حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں اپنی جگہ سے دوڑ پڑا اور حضرت کے قدموں کو بوسا دیا۔ ہاتھوں کو چوما، آپ نے مجھے

پہچان لیا اور مسکراہٹ سے دل کو تسلی دی۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ سیدھے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قائد اعظم کا منہ کس طرف ہے۔ آپ نے ان کے منہ کی طرف کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی۔ بعد ازاں آپ کے احباب نے عرض کی کہ ہم قائد کے دیگر ساتھیوں کی قبور سے ہو کر آ رہے ہیں۔ آپ نے ان کو اجازت عطا فرمائی اور مجھے موقع مل گیا کچھ عرض کرنے کا۔ میں نے اسی چبوترے پر اپنا رومال بچھا دیا۔ حضرت وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اسی دوران میں نے اپنا دلی مدعا عرض کیا۔ آپ نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ بہت خوش ہوئے اور خصوصی دعاؤں سے نوازا اور واپس تشریف لے گئے۔ تیسرے دن جب ہمارا بحری جہاز روانہ ہوا تو جہاز کی مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کے لئے گیا وہاں پر حاجیوں نے مجھے امامت کے لئے پسند فرما لیا۔ مسلسل پانچ روز تک بحری جہاز کی مسجد میں نماز پڑھاتا رہا۔ بعد نماز عصر تا مغرب نعت خوانی ذکر و اذکار اور مسائل حج و عمرہ کا درس ہوتا رہا اور آخر میں درود و سلام پڑھ کر دعا مانگ کر نماز مغرب ادا کرنے کے بعد واپس اپنی نشست میں آ جاتے۔ علاوہ ازیں کچھ مخلص دوست اور بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہم نے جہاز کے ہر حصے اور ڈیک میں جا کر مردوں اور عورتوں کو مسائل حج و عمرہ سے آگاہ کیا اور درود و سلام پڑھوایا جاتا اور دعا مانگی جاتی۔ چھٹے روز جہاز کے کپتان نے مجھے اپنے دفتر میں بلوایا اور کہا کہ آپ مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں اور درس دیتے ہیں۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے کہا کہ بالکل ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کی طرف سے ایک امیر حج اور ایک امام مقرر ہوتا ہے جس کے باقاعدہ احکام موجود ہیں۔ یہ ہیں وہ احکام اور یہ ہیں وہ دونوں حضرات، کل سے مسجد میں یہ نماز پڑھائیں گے۔

میں نے کہا کہ انہیں پانچ دنوں کے بعد یاد آئی پہلے دن سے انہوں نے اپنے فرائض کیوں نہ ادا کئے تو ان دونوں نے کہا کہ ہم بیمار ہو گئے تھے اور اب ٹھیک ہوئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے پیرومرشد کی دعائیں تھیں کہ میں پورے جہاز میں متعارف ہو چکا تھا اور تقریباً چودہ سو حجاج کرام کو مسائل حج وعمر اور درود و سلام پڑھا چکا تھا۔ یہ دونوں حضرات رائے ونڈ سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن حضرت کی دعاؤں سے میری مقبولیت کو ختم نہ کر سکے۔ میں اور ہمارے ساتھی مکمل آٹھ دن حسب معمول پروگرام بعد نماز عصر جاری رکھے رہے۔ حج کے بعد ہمارا پروگرام نہ تھا کہ اس قسم کی محافل کا انعقاد کریں گے لیکن جوں ہی ہم جدہ بندرگاہ پر پہنچے تھے ایک غیر مقلد شخص ضلع قصور کا رہنے والا ملا اور کہنے لگا کہ آپ نے پاکستان سے آتے وقت لوگوں کو بڑا ذکر کرایا لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہم نے اسے کہا کہ اگرچہ واپسی پر ہمارا کوئی پروگرام نہ تھا لیکن تم نے ہمیں بیدار کر دیا۔ اب انشاء اللہ العزیز اپنے بزرگوں اور پیرومرشد کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں، ہمیں منع کر کے دیکھ لینا۔ میں نے اپنے دوستوں کو اطلاع دی اور جدہ سے سوار ہوتے ہی پہلے دن سے دوبارہ محفل شروع ہو گئی۔ محرم الحرام کی دس تاریخ بھی ہمیں بحری جہاز میں حالت سفر میں آئی۔ ہم نے حضرت امام عالی مقام شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوش مصطفیٰ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک اچھا پروگرام کیا۔ اپنی اپنی جیب سے چندہ اکٹھا کر کے جہاز کی انتظامیہ سے بچا ہوا فروٹ قیمتاً خریدا اور پورے جہاز میں اعلان کر دیا کہ دس محرم الحرام بعد نماز عشاء ایک عظیم الشان محفل کا انعقاد ہوگا۔ چنانچہ اعلان کے مطابق بعد نماز عشاء قرآن حکیم کی تلاوت، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شہادت امام عالی مقام کے موضوع پر تقریر کی گئی۔ مسجد میں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ اکثر حجاج

کرام کے پاس ٹیپ ریکارڈر موجود تھے۔ انہوں نے پروگرام ٹیپ کیا اور اپنے اپنے ڈیک میں جا کر سب حجاج مرد و زن کو تقریر سنائی اور ویسے بھی سفر کی یادگار تقریر لوگوں کو بہت پسند آئی۔ آج بھی اس جہاز میں سفر کرنے والے حضرات حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسری جگہ ملاقات میں ضرور ذکر محفل جہاز کرتے ہیں۔ یہ سب حضور سیدی مرشدی کا فیض تھا۔ ورنہ من ہما خاکم کہ ہستم۔ (۵۰)

اچانک نگاہوں سے پردے ہٹ گئے

پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی سے جناب حق نواز صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کے زیر اہتمام ملتان کی عظیم الشان سنی کانفرنس کے انعقاد کے موقع پر یہ بھی شرکت کے انتہائی خواہش مند تھے مگر ان کے پاس کرایہ نہ تھا اور یہ کسی سے مانگنا بھی نہ چاہتے تھے۔ رات کو جب یہ تہجد کے لئے اُٹھے اور نوافل ادا کئے تو اس وقت بے حد غمگین اور فکر مند ہوئے اچانک نگاہوں سے پردے ہٹے اور دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ کرسی پر جلوہ گر ہیں اور سنی کانفرنس میں خطاب فرما رہے ہیں۔ یہ حیران ہوئے کہ تقریر تو اگلے دن ہونی ہے اور ہمیں پہلے سنوادی گئی۔ اخبارات میں جب سنی کانفرنس کی تصاویر شائع ہوئیں تو جس طرح انہوں نے حضرت صاحب کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا تھا وہی منظر بعینہ تصویر میں نظر آرہا تھا۔ (۵۱)

میرا یہ پیغام گھر گھر پہنچا دو

پروفیسر علامہ حافظ عون محمد سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک اہم ترین خواب جو کہ حق نواز صاحب تمام برادران طریقت کو بہر صورت بتانا چاہتے تھے مگر انہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس کا بندوبست کیسے کیا جائے وہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے حضرت صاحب قبلہ کو عالم خواب میں ملاحظہ کیا۔ حضرت صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ بھی ان کے ساتھ جلوہ فگن ہیں۔ جو الفاظ حضرت صاحب نے ارشاد فرمائے، انہوں نے جاگنے کے فوراً بعد بعینہ انہی الفاظ کو نوٹ کر لیا۔ اس وقت گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی۔ حضرت صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - هُوَالْحَيُّ الْقَيُّوْمُ جو کچھ بھی مانگنا ہے اسی سے مانگو۔ اس کے علاوہ کسی سے مت ڈرو۔ کبھی کبھی ان (صاحبزادہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) سے ملنے کی کوشش کیا کرو اور میرا یہ پیغام گھر گھر پہنچا دو۔ (۵۲)

یہ گھر سے بھاگ جاتا ہے

پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد محترم مجھے ملتان لے گئے اور نماز جمعہ عیدگاہ میں ادا کی چونکہ سردیاں تھیں اس لئے نماز صحن میں ادا کی جا رہی تھی۔ میں بھی صفوں میں بیٹھ گیا حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد اجتماعی دعا میں ایک سفید ریش بزرگ جو حضرت صاحب کے ساتھ تھے انہوں نے بلند آواز سے سرائیکی زبان میں حضرت صاحب کے لئے یوں دعا کرائی "حضرت صاحب دی خیر، حضرت صاحب دے بچیاں دی خیر" کچھ اور جملے بھی کہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بزرگ ہر جمعہ اپنی گاڑی پر حضرت صاحب کو عیدگاہ لے آنے اور واپس لے جانے کی رضاکارانہ خدمات سرانجام دیتے ہیں اور ہمیشہ اجتماعی دعا کے دوران حضرت صاحب کی خیریت کے لئے دعا کرانا ان کا معمول تھا۔ جب نماز جمعہ سے فراغت کے بعد ہم باہر آئے تو حضرت صاحب کے اردگرد دعا کرانے

والوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہو گیا۔ میں بھی اس مجمع میں سر اُٹھا اٹھا کر حضرت صاحب کی زیارت کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور ان کے ہر قول و فعل کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ ایک آدمی نے اپنے بچے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ حضرت! یہ گھر سے بھاگ جاتا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت صاحب نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعا کرائی اور فرمایا اچھا اب آئندہ نہیں بھاگے گا۔ (۵۳)

جوئے شیر لانے کے مترادف

پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی بیان فرماتے ہیں کہ جبکہ میں ابھی قرآن حکیم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا تھا۔ جب میرا حفظ قرآن مکمل ہو گیا تو والد صاحب نے بتایا کہ ہم ملتان چلیں گے اور تمہاری ''آمین'' حضرت صاحب سے کروائیں گے۔ میں اس بات پر بڑا خوش تھا کہ میری ''آمین'' ہو رہی ہے لیکن مجھے اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ رسم آمین میری زندگی کے ان اہم ترین واقعات میں شمار ہو گی۔ جو انسان کیلئے سرمایہ حیات ہوتے ہیں۔

بہر کیف ہم ملتان پہنچے، والد صاحب نے مٹھائی خریدی، حضرت صاحب سے آپ کے گھر کے بیرونی برآمدے میں ملاقات ہوئی والد صاحب نے عرض کیا کہ عون محمد حافظ ہو گیا ہے ہم اس کی ''آمین'' کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں حضرت صاحب لوگوں کے سامنے میرا امتحان نہ لینا شروع کر دیں، اور منزل بے حد کمزور ہونے کی وجہ سے سر بزم میری رسوائی نہ ہو جائے۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

حضرت صاحب قبلہ نے بڑی شفقت سے مجھے قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

سے والناس تک سورتیں پڑھائیں، سورۃ الفلق میں ایک جگہ حضرت صاحب کچھ اٹک سے گئے اور حاضرین کے لقمہ دینے پر پھر آگے پڑھایا، غالباً یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے بھول جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ وہ سورتیں جو ہمہ وقت تلاوت کی جاتی ہیں ان کی تلاوت میں بھی آدمی بھول سکتا ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہیے، پھر حضرت صاحب نے دعائے خیر کروائی حاضرین میں مٹھائی بانٹی گئی جب مجلس برخاست ہونے پر حضرت صاحب جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو والد صاحب نے آہستگی سے پوچھا ''حضور! عون محمد اس مرتبہ مصلیٰ پڑھائے؟ فرمایا! ہاں ضرور پڑھائے، پھر والد صاحب نے حضرت کو بتایا کہ اب عون محمد کتابیں شروع کرے گا تو حضرت صاحب نے اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضرت صاحب قبلہ کی اجازت سے مجھے والد صاحب نے رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ یہ میرے لئے بالکل نیا تجربہ تھا روزانہ ۲۰ تراویح پڑھانا اور اس میں ایک ڈیڑھ سپارہ سنانا بڑے بڑے حفاظ کے لئے بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ پھر میں تو ان کے سامنے کچھ نہ تھا۔ سارا سارا دن میں قرآن حکیم یاد کرتا غلطیوں پہ غلطیاں آتیں حتی کہ یقین ہو جاتا کہ آج میرے لئے قرآن حکیم پڑھنا دشوار ہوگا لیکن رات کو جب میں مصلیٰ پہ کھڑا ہوتا تو قرآن حکیم میری زبان پر رواں دواں ہو جاتا۔ میں تصور ہی تصور میں دیکھتا کہ حضرت صاحب قبلہ میرے سامنے ہیں اور پڑھتے چلے جانے کا اشارہ فرما رہے ہیں۔ جب ۲۵ رمضان المبارک کو میرا قرآن ختم ہو گیا تو اس سے اگلے ہی دن یعنی ۲۶ رمضان المبارک کو اطلاع آئی کہ حضرت صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ میرے والد صاحب اعتکاف میں تھے انہوں نے فوراً اعتکاف توڑ کر رخت سفر باندھا اور ملتان روانہ ہو گئے۔ (۵۴)

آخری جملے

پروفیسر حافظ عون محمد سعیدی مزید فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب قبلہ سے میری آخری ملاقات اسی رمضان المبارک کی ۱۳ تاریخ کو ہوئی جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ نانا جان قاضی منظور احمد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملتان ائیر پورٹ سے عمرہ کے لئے جا رہے تھے بہاولپور سے ایک ہائی ایس پر ان کے ساتھ خاندان کے کافی سارے لوگ انہیں روانہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ ملتان پہنچے۔ ان میں میرے والد محترم بھی تھے اور میں بھی ہمراہ تھا۔ طے یہ پایا کہ سب سے پہلے حضرت غزالی زماں کی خدمت میں حاضری دی جائے آپ کے گھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ آپ بے حد علیل ہیں اور اپنی لائبریری میں آرام فرما رہے ہیں آپ سے ملاقات بے حد مشکل ہے۔ ہمارے متعلق جب حضرت صاحب کو خبر دی گئی تو آپ کمال شفقت فرماتے ہوئے ملاقات پر آمدہ ہو گئے۔ ہم لوگ جب لائبریری میں داخل ہوئے تو حضرت صاحب نہایت درویشانہ انداز میں فرشی نشست پر اپنا بازو سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے ہمیں آتا دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی تو نقاہت کے سبب دوبارہ نیچے کو گر گئے والد محترم اور ان کے ساتھ ایک اور صاحب نے آگے بڑھ کر آپ کو سہارا دیا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے سب لوگوں سے انتہائی محبت سے ملے اور دعائیں دیں۔ ملاقات کے آخری لمحات میں والد صاحب نے عرض کی عون محمد کہتا ہے کہ نماز تراویح میں مجھے آپ کا دست مبارک اپنے سر پر محسوس ہوتا ہے تو حضرت صاحب نے فرمایا ''بھولا نا! وہ دست قدرت ہوتا ہے'' جس پر والد صاحب نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم ناتوانوں کے لئے یہی تو دست قدرت ہے۔ اب

ہماری واپسی کا وقت تھا جب نانا جان قاضی منظور احمد صاحب حضرت غزالی زماں سے ملے تو حضرت صاحب نے ان سے کہا آپ نے اس کے لئے مدینے شریف میں خصوصی دعا کرنی ہے" میرے والد محترم جو ساتھ کھڑے تھے انہوں نے سمجھا کہ شاید ان کے لئے دعا کا کہا ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ حضور! میرے لئے؟ فرمایا، نہیں۔ میں عون محمد کے لئے کہہ رہا ہوں۔ یہ وہ آخری جملے ہیں جو میری زندگی کی آخری ملاقات میں حضور غزالی زماں نے میرے متعلق ارشاد فرمائے، جو میرے لئے عظیم ترین اعزاز کا درجہ رکھتے ہیں۔ میں پہلے ہی لکھ آیا ہوں کہ جب ۲۶ رمضان المبارک کو حضرت کی وفات ہوئی تو والد صاحب اعتکاف کو چھوڑ کر اسی وقت ملتان تشریف لے گئے اور تدفین کے بعد تک بہت سے امور کی نگرانی کرتے رہے۔ میں اور میری والدہ محترمہ اطال عمرھا اگلے دن ملتان پہنچے، والدہ صاحبہ تو گھر کے اندر تشریف لے گئیں جبکہ میں باہر ہی ٹھہر گیا۔ کوٹھی پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ آپ کا جسد خاکی آخری دیدار کے لئے اسی کمرے میں رکھا گیا تھا جس میں مجھے آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میرے والد صاحب دیگر کارکنان کے ساتھ زیارت کرنے والوں کی قطاریں درست کر رہے تھے کلمہ و درود کا ورد جاری تھا، حضرت صاحب کے آخری دیدار کے لئے جب میں کمرے میں پہنچا تو آپ کا مسکراتا ہوا گلاب سا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے تھا اچانک مجھ پر غم کا غلبہ ہوا اور میں ہچکیاں لے لے کر رونے لگا اردگرد کے تمام لوگ اور صاحبزادگان والا شان حیرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ حضرت صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی صاحب نے مجھے سینے سے لگا لیا اور دلاسہ دیا اس کے بعد میں نظروں ہی نظروں میں حضرت صاحب کو الوداعی سلام کرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ (۵۵)

سفارش نہ کی

علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ طالب علمی کی یادوں کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ بہاول پور میں جامعہ سے فارغ ہو کر میں آپ کے ساتھ واپس آتا تھا۔ گھر پر عموماً کچھ احباب ملاقات و زیارت کی غرض سے موجود ہوتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ ان حضرات سے ملاقات و گفتگو کی غرض سے کچھ دیر باہر ہی تشریف رکھتے اور پندرہ بیس منٹ بعد گھر کے اندر تشریف لے جاتے۔ ایک بار جب ہم جامعہ سے واپس آئے تو ملاقاتی حضرات میں ایک اجنبی شخص بھی تھا۔ حضرت نے سب سے مصافحہ فرمایا لیکن کچھ دیر باہر بیٹھنے کی بجائے خلاف معمول فوراً اندر تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد واپس آئے تو آپ کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس میں نہایت اعلیٰ اور عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں۔ آپ نے وہ گٹھڑی وہیں رکھ دی اور اس اجنبی شخص سے جو جلال پور پیروالہ کے علاقے سے آیا تھا دریافت کیا کہ ''تم کیسے آئے ہو؟'' اس نے کہا ''ایک شخص جو ہمارا عزیز ہے، اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے اور وہ اس وقت جیل میں ہے۔ آپ نواب آف کالا باغ گورنر مغربی پاکستان سے سفارش کر دیں کہ وہ اس شخص کی مدد کرے'' حضرت نے یہ سن کر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا ''جب تم خود مانتے ہو کہ وہ آدمی قاتل ہے تو مجھ سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ میں اس کی سفارش کروں گا''۔ آپ کے جلال کو دیکھ کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔ ظہر کا وقت تھا، گھر کے باہر صفیں بچھیں رہتی تھیں، ہم نے آپ کی اقتداء میں وہیں ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا کہ وہ شخص موجود نہ تھا اور کھجوروں کی گٹھڑی بھی غائب تھی۔ ہمارے اظہار تعجب پر آپ مسکرائے اور فرمایا ''یہ کھجوریں اسی شخص کی تھیں جو یہ

بطور رشوت لایا تھا جب اس کی دال نہ گلی تو واپس لے گیا"۔ (۵۶)

کھانسی سے مطالعہ میں خلل

علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ اپنی یادوں کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ بہاول پور میں بی-وی ہسپتال کے سامنے ایک مکان میں بھی آپ کچھ عرصہ مقیم رہے۔ اس مکان سے بالکل متصل ایک کچا گھر تھا، جس کے سامنے کھجور کے درخت بھی لگے تھے۔ اس گھر میں مالک مکان کے نوکر وغیرہ رہتے تھے۔ ان نوکروں میں سے کسی کی بیوی بیمار تھی جو ساری رات کھانستی رہتی تھی۔ وہ غریب لوگ اپنی بساط بھر علاج تو کراتے ہوں گے لیکن وہ صحت یاب نہ ہوتی تھی۔ ایک رات بیماری کے زور کے باعث اس کی کھانسی کی مسلسل آواز سے آپ کے مطالعے میں خلل پڑ رہا تھا، حضرت نے پریشان ہو کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں نے بتایا کہ پڑوس میں ایک غریب عورت بیمار ہے نجانے معقول علاج معالجے کی سہولت بھی اسے میسر ہے یا نہیں۔ حضرت نے یہ سن کر گلاس میں تھوڑا سا پانی منگوایا اور دم کر کے اس عورت کو بھجوا دیا۔ وہ پانی پی کر اللہ کے فضل سے اس عورت کو اتنا افاقہ ہوا کہ پھر کبھی اس کی کھانسی کی آواز سے مطالعہ میں خلل نہیں پڑا۔ (۵۷)

تازہ آم

علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عارضہ قلب کے باعث ہسپتال میں داخل تھے۔ اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ ملاقاتیوں پر پابندی ہے۔ اس لئے میں فوری طور پر حاضر نہ ہوا۔ تین دن بعد میں حاضر ہوا تو حضرت آرام فرما تھے۔ صاحبزادگان نے اصرار کیا کہ آپ ہمارے گھر

تشریف رکھیں کیونکہ اگر آپ ادھر اُدھر ہو گئے تو آپ کو تلاش کرنا مشکل ہو گا۔ چنانچہ میں ہسپتال سے حضرت کے آستانے پر چلا گیا، ابھی چند لمحے ہوئے تھے کہ صاحبزادہ ارشد سعید صاحب آ گئے اور فرمایا کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ میں پہنچا تو حضرت نے فرمایا مولانا آپ آئے، میں سو رہا تھا۔ آپ نے تو مجھے دیکھ لیا تھا لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا اس لئے آپ کو زحمت دی ہے حضرت کے اسی لطف و کرم کے سائے میں ملاقات رہی۔ اس کے بعد حضرت نے صاحبزادگان سے آم، انناس اور آڑو کھانے کی خواہش کا اظہار کیا انہوں نے ڈاکٹر سے رجوع کیا تو ڈاکٹر فاروق نذیر نے کہا کہ انناس اور آڑو تو ڈبے میں سربند ملتے ہیں وہ حضرت کو کھلائے جا سکتے ہیں لیکن آم کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آم تازہ ہوں (یہ جنوری کا مہینہ تھا) دوسری یہ کہ اگر تازہ آم میسر آ جائیں تو مجھے بھی کھلائے جائیں۔ آم اگر ڈبے کے ہوں یا کولڈ سٹوریج میں فریز کیے ہوئے ہوں تو وہ حضرت ملاحظہ نہ فرمائیں۔ یہ صبح کے وقت کی بات ہے۔ اسی دن شام کو حضرت کے محبوب اور خاص مرید حاجی محمد سلیم صاحب لاہور سے حضرت کی مزاج پرسی کے لئے آئے تو ایک لفافے میں تازہ آم بھی ان کے ہاتھ میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آسٹریلیا کے تازہ آم آج ہی منڈی میں آئے تھے۔ آپ کو چونکہ مرغوب ہیں اس لئے آپ کے لئے لے کر آیا ہوں۔ (آسٹریلیا میں دسمبر، جنوری گرمی کے مہینے ہیں) حضرت نے اسی وقت ایک دو آم ڈاکٹر فاروق نذیر صاحب کو بھجوائے اور جب خود نوش فرمائے تو مجھے بھی عطا فرمائے۔ البتہ انناس ڈبے کا تھا حضرت نے فرمایا مولانا اس وقت تو یہ ڈبے کا انناس آپ کھا لیں۔ انشاء اللہ تازہ انناس بھی آپ کو کھلائیں گے۔ (۵۸)

دل کے مریض کو بیہوشی کی دوا

علامہ منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ چند ماہ بعد غالباً جون، جولائی میں حضرت کی خدمت کے لئے میں کتب خانے میں حاضر تھا کہ رات گئے وہی حاجی سلیم صاحب لاہور سے دو نہایت خوش نما اور بڑے بڑے اناس لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں سے ایک اناس لے کر حضرت نے مجھے دیا اور فرمایا کہ مولانا آپ سے جو وعدہ تھا وہ بھی پورا ہوا۔ اپریل ۱۹۸۵ء میں جب حضرت کا پیٹ کا آپریشن ہوا تو ڈاکٹر صاحبان کا خیال تھا کہ یہ پتے کی سوزش کا مسئلہ ہے۔ اس کے علاج کے دوران علامات تبدیل ہوئیں اور ڈاکٹروں نے کہا کہ اپنڈکس کی تکلیف ہے، بہرحال جب آپریشن کیا گیا تو ڈاکٹر صاحبان کے اندازے کے برعکس چھوٹی آنت میں رکاوٹ کے باعث آنت انتہائی کمزور ہو چکی تھی بلکہ پھٹنے کے قریب تھی جس کا ساڑھے چار، پانچ گھنٹے آپریشن جاری رہا۔ اس طویل آپریشن کے باعث دوبار مزید بے ہوشی کی دوا (اینستھیزیا) دینے کی ضرورت پیش آئی۔ آپریشن کے دوران ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر پریشان ہوئے کیونکہ حضرت دل کے عارضے میں مبتلا تھے اور دل کے مریض کے لئے بے ہوشی کی دوا کی اتنی زیادہ مقدار نہایت مہلک ہو سکتی ہے۔ آپریشن کے دوران حضرت نے آنکھیں کھولیں اور اس لیڈی ڈاکٹر کو متوجہ کر کے فرمایا کہ بی بی تم ہرگز پریشان نہ ہو۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اس آپریشن کے دوران سرجن ڈاکٹر پروفیسر شبیر ناڑو تھے۔

آپریشن بہت بڑا تھا تقریباً دو فٹ آنت کا ٹکڑا کاٹا گیا تھا۔ رات کو بارہ بجے آپریشن شروع ہوا تھا جو صبح چار پانچ بجے تک جاری رہا تھا دوسرے دن جب

ڈاکٹرز نے ایک نیا بیڈ لا کر صاحبزادگان اور دیگر خدمت گاروں کو کہا کہ حضرت کو اس دوسرے بیڈ پر منتقل کرنا ہے تو حضرت نے سب کو منع فرما دیا اور فرمایا کہ یہ نیا بیڈ پرانے بستر کے ساتھ ملا دو پھر خود اپنے زور پر ایک بیڈ سے دوسرے بیڈ پر تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر شبیر صاحب نہایت حیران ہوئے اور باقی ڈاکٹرز کو متوجہ کیا کہ آپ نے کبھی ایسا مریض دیکھا ہے جو اس بڑھاپے اور اس ضعف کے عالم میں اتنے بڑے آپریشن سے ابھی چند گھنٹے پہلے گزرا ہو اور بغیر کسی مدد کے ایک بستر سے دوسرے بستر پر منتقل ہو جائے۔ (۵۹)

دفعتاً آپ کی چارپائی برآمدہ میں آ گئی

غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید علامہ قاری خادم حسین سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک موسم گرما کے اوائل میں آیا۔ رات کو شبنم پڑتی تھی بندہ کو حکم فرمایا کہ تم رات کو برآمدہ میں سویا کرو کیونکہ شبنم کی وجہ سے کہیں طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ چنانچہ میں برآمدہ میں سو گیا۔ ایک رات کو بندہ کی آنکھ کھلی دیکھا تو آپ اپنا بستر لپیٹ رہے ہیں شاید موسم کی خنکی آپ کو برآمدہ میں آنے کے لئے بے تاب کر رہی تھی۔ بندہ نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے جلد اُٹھنے کی کوشش کی کہ پلنگ اور بستر برآمدہ میں بچھا دوں۔ اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے کہ دفعتاً آپ کی چارپائی برآمدہ میں آ گئی اور بندہ کے سینے پر آپ کا مبارک ہاتھ تھا اور آپ بندہ کو تھپکیاں دے کر اللہ اللہ کہہ کر سونے کا فرما رہے ہیں۔ بندہ نے کئی ایک مرتبہ کہا بھی کہ حضرت میں جاگ رہا ہوں اور سویا ہوا نہیں ہوں لیکن آپ نے سنی ان سنی کر دی اور مجھے سلا دیا۔

جب بندہ نے محسوس کیا کہ آپ اپنی شفقت اور محبت سے بندہ کو سلا

رہے ہیں تو بندہ آرام سے سو گیا۔ جب آپ نے محسوس فرمایا کہ حافظ خادم حسین سعیدی سو گیا ہے تو آپ بھی اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ بندہ نے جب یہ یقین کر لیا کہ اب آپ بھی سکون میں آ گئے ہیں تو بندہ اُٹھ کر آپ کے پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کرنے لگا۔ پانچ سات منٹ پاؤں دباتا رہا اور پھر پوچھا کہ حضور آپ خود اپنا پلنگ اُٹھا کر برآمدہ میں لے آئے ہیں جبکہ آپ کی خدمت کے لئے چچا غلام نبی سعیدی، مولوی الٰہی بخش عرف چیئرمین اور عاشق حسین بھی موجود ہیں۔ آپ نے انہیں کیوں نہیں جگایا اور آپ کی حالت بوجہ ضعفِ پیری یہ ہے کہ سہارے کے بغیر ایک سیڑھی بھی نہیں چڑھ سکتے۔ آپ نے فرمایا حافظ صاحب جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اپنی ذات کیلئے کسی بھی سوئے ہوئے شخص کو نہیں جگایا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ خواب میں سرورِ کونین ﷺ کی زیارت سے سرفراز ہو رہا ہو۔ (۶۰)

بندہ کی نگرانی وحفاظت:

علامہ قاری خادم حسین سعیدی فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے کہ بندہ نے اپنے پیر بھائی مولانا محمد اقبال سعیدی (مرحوم) لاڑ والوں کی معرفت ایک عامل اور معوذ سے سورہ ''مزمل'' کا عمل اور وظیفہ حاصل کیا۔ ان کی ہدایت کے مطابق وہ وظیفہ پڑھ کر سو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ بندہ آستانہ پر حاضر ہونے کے لئے گیا تو دیکھا کہ آپ برآمدہ میں چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور نیچے پر بزرگ پیر بھائی جناب منظوم قریشی اور صوفی رحم دین صاحبان موجود ہیں۔ آپ نے بندہ کو دیکھتے ہی متبسم چہرہ سے انہیں کہا کہ ہمارے معوذ حافظ صاحب آ رہے ہیں۔ اتنے میں بندہ کی آنکھ کھل گئی۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ ہوا اور تیسری رات بھی بعینہ یہی ہوا اور اس مرتبہ آپ نے فرمایا ہمارے حافظ ''ڈھیٹ'' ہیں۔

چنانچہ تیسرے دن بعد از عصر بندہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا تو بالکل وہی منظر کہ آپ پلنگ پر براجمان اور جناب صوفی رحم دین اور منظوم قریشی صاحبان موجود ہیں۔ آپ نے صرف مسکرا کر بندہ کو دیکھا اور خاموش رہے بندہ نے وہ وظیفہ چھوڑ دیا تو پھر کوئی بھی خواب نہیں آئی۔ وظیفہ دینے والے بزرگ کو سارا واقعہ سنایا تو کہنے لگے۔ آپ نے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں حضور ضیغم اسلام ﷺ کا مرید ہوں بس آپ کے مرشد کامل نے جو کچھ پڑھنے کو بتایا ہے وہی پڑھا کرو آئندہ کسی کے پاس کوئی وظیفہ لینے کے لئے نہ جانا۔ (۲۱)

پریشانی کا ختم ہونا:

1978ء میں بندہ (قاری خادم حسین سعیدی) کو استاذ مکرم علامہ الحاج غلام فرید قادری صاحب نے مسجد الفردوس چوک رشید آباد میں بطور امام مقرر کیا میرے علاقہ بستی خواجہ کے مدرسہ دارالعلوم فریدیہ کے صدر مدرس 1980ء میں استعفیٰ دے کر چلے گئے تو مقامی معزز لوگوں اور دارالعلوم فریدیہ کے منتظمین بالخصوص صدر انتظامیہ الحاج صوفی اصغر علی خاں چاکرانی مرحوم نے کہا کہ حافظ خادم حسین سعیدی کو رشید آباد ملتان سے واپس لے آؤ اور انہیں مدرسہ میں بطور صدر مدرس اپنی خدمات انجام دینے کے لئے مقرر کیا جائے۔

علاقہ کے چند معززین استاذ العلماء علامہ غلام فرید قادری صاحب اور صدر انتظامیہ دارالعلوم فریدیہ، ملتان آئے اور انہیں نے بندہ کو اپنا فیصلہ سنایا اور مسجد الفردوس کی انتظامیہ کے صدر جناب ملک عبدالحق مرحوم اور ناظم حاجی ملک محمد پہلوان صاحب کو بلا کر کہا کہ ہم حافظ خادم حسین سعیدی کو لینے کے لئے آئے ہیں۔ رشید آباد مسجد الفردوس کے منتظمین اور نمازیوں نے بندہ کے ساتھ جس محبت

کا اظہار کیا اور استاذ مکرم علامہ قادری صاحب اور دیگر لوگوں کو منت سماجت کر کے جواب دے کر روانہ کیا یہ ایک الگ داستان محبت ہے۔ میں اسی دن شام کو آستانہ عالیہ کاظمیہ پر حاضر ہوا دست بوسی کے بعد بندہ سے شیخ و مرشد کریم سیدی حضرت امام اہل سنت رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ حافظ صاحب مسجد کے نمازیوں کا آپ سے رویہ کیسا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے کبھی آپ نے مجھ سے مسجد کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

بندہ نے ساری تفصیل عرض کی تو تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ حافظ صاحب آپ اپنے استاذ گرامی کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ آپ کو مسجد الفردوس میں رہنے دیں اور دارالعلوم فریدیہ کے لئے اپنے شاگردوں میں سے کسی دوسرے عالم دین کا انتخاب کرلیں انشاء اللہ بہتری ہوگی۔ وہ دن اور آج کا دن ہے بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی نگاہ بصیرت وشفقت سے بندہ مسجد الفردوس میں خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ قرآن پاک حفظ و ناظرہ اور تجوید و قرات کا معیاری مدرسہ ہے اور ساتھ ہی خوشحال کالونی میں طالبات کے لئے جامعہ سعیدیہ للبنات کے نام سے قائم ادارہ میں سینکڑوں طالبات قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ درس نظامی دورہ حدیث تک پڑھ رہی ہیں اور یہ سب فیضان میرے مرشد کریم حضور امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا ہے۔ اللہ کریم یہ چشمۂ فیض ہمیشہ قائم رکھے۔ (۶۲)

مولوی کالے کا شاگرد

خطیب اہلسنت حضور غزالی زماں کے پروانے و دیوانے مولانا نذیر احمد قریشی نے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ بندہ ناچیز کو سنایا جو اس طرح

ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں مولوی کالے دیوبندی کے پاس صرف ونحو پڑھتا تھا۔ مولوی کالا صرفی ونحوی مشہور تھا۔ حضرت ڈیڈھے لال کا عرس آ گیا، عرس سے ایک دن پہلے میں نے چھٹی مانگی۔ استاد نے پوچھا چھٹی کس لئے چاہیے۔ میں نے کہا عرس ہے اس نے کہا تجھے معلوم نہیں کہ میں عرس درس کا ماننے والا نہیں ہوں۔ بچو چھٹی نہیں مل سکتی۔ میں نے مجبور کیا تو اس نے پوچھا تقریر کس کی ہے۔ میں نے حضور غزالی زماں کا نام لیا تو استاد جی آپ کا نام سن کر جل گیا، بھن گیا اور مزید کالا ہو گیا، کچھ دیر کے بعد کہنے لگا۔ بچو! اب تو چھٹی ہرگز نہیں ملے گی کیونکہ کاظمی صاحب تو جادوگر ہے جو اس کے جادو میں پھنس جاتا ہے وہ ہمارا نہیں رہتا۔ پہلے بھی اس نے ہمارے طالب علموں کو اپنے جادو میں گرفتار کیا ہوا ہے اور بہت سارے طالب علم جو دیوبندیوں کے پاس پڑھتے تھے اس کی تقریر سن کر ہمارے مدرسوں کو چھوڑ گئے ہیں۔ قریشی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں میں ذہین تھا اور اسباق کے یاد کرنے میں ان سے آگے تھا۔ اور میں بھی مسلسل چھٹی لینے کے درپے رہا بالآخر اس نے عشاء کی نماز کے بعد چھٹی دے دی۔ اس نے یہ سوچا کہ راستہ لمبا ہے درمیان میں دریائے چناب ہے۔ اب یہ نہیں جائے گا لیکن چھٹی ملنے کے بعد قریشی صاحب نے اپنے دادا غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا نعرہ لگایا اور چل دیئے اور مسلسل سفر کرتے ہوئے صبح تک گھر پہنچ گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور غزالی زماں تشریف لا چکے ہیں تو میں ان کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدمبوسی کی اور آپ کے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گیا۔ آپ نے میرا نام پوچھا اور کام پوچھا۔ تو میں نے نام بتانے کے بعد کہا کہ مولوی کالے کے پاس پڑھتا ہوں۔ آپ نے اس کا نام سن کر فرمایا۔ وہ مولوی کالا جس نے کل

مجھے جادوگر کہا تھا۔ شرم سے میرا سر جھک گیا۔ میں نے عرض کیا حضور وہ چھٹی بھی نہیں دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا! اچھا مولانا اب تو آپ آ گئے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ نے خطاب فرمایا۔ خطاب سننے کے بعد میں نے اپنے قبلے کا رُخ درست کیا اور مدرسہ انوار العلوم میں داخل ہو کر آپ کے انوار و فیوضات علمی سے مستفیض ہونے لگا اور وہابیت کے عفریت سے بچ گیا۔ حضور غزالی زماں نے بے شمار لوگوں کو بدعقیدگی سے بچایا اور غلامی رسول ﷺ کے زیور سے آراستہ کیا۔ (۶۳)

غیر مقلد نماز جنازہ میں:

مولانا نذیر احمد قریشی مزید بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں دیوبندیوں نے جلسہ کرایا اور اس جلسہ میں انہوں نے علامہ فدا حسین عنصر بخاری کو مدعو کیا۔ جب وہ آئے تو انہوں نے عنصر صاحب سے یہ پوچھا کہ اہلسنت اور دیوبندی علماء میں کون کون ہم پایہ ہیں اور کون ایک دوسرے سے علمی دنیا میں بڑھ کر ہیں۔ وہ اپنی معلومات کے مطابق انہیں بتاتے رہے۔ کسی نے کہا کہ درخواستی صاحب کاظمی صاحب سے بڑے عالم ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو حافظ الحدیث کہلاتے ہیں۔ عنصر صاحب نے فرمایا۔ اس وقت میں دیوبندیوں کے ساتھ ہوں اور آپ نے بھی مجھے اس حوالہ سے مدعو کیا ہے لیکن سچی بات کہنا عنصر بخاری کا طرہ امتیاز ہے۔ میں نے تمام دیوبندی علماء کے علم کو دیکھا ہے ان کی گفتگو بھی سنی اور ان کی تبلیغی مساعی میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔ اس سے قبل کالج و یونیورسٹی کے زمانہ طالب علمی میں کاظمی صاحب سے بھی ملتا رہا ہوں۔ ان کی گفتگو بھی سنتا رہا ہوں کاظمی صاحب صرف ونحو کا ایک سوال درخواستی صاحب سے کریں تو درخواستی صاحب کو پتا چل جائے گا کہ کاظمی صاحب کے پاس کتنا علم ہے کاظمی صاحب کے شاگرد، درخواستی صاحب کو چکر میں ڈال دیتے ہیں۔ سچی

بات ہے کہ اس وقت دنیا میں کاظمی صاحب جیسا عالم، صاحب بصیرت نظر نہیں آتا، سچ ہے کہ اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ فضل وہ ہے کہ جس کی گواہی مخالف بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور غزالی زماں کو جن صلاحیتوں سے نوازا تھا اعداء بھی اس کے معترف تھے۔ آپ کی نماز جنازہ میں کاتب الحروف نے دو شخص دیکھے جن کے جیسے غیر مقلدوں جیسے تھے ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں انہوں نے بتایا ہم گوجرانوالہ سے آئے ہیں تا کہ ہمیں حضرت غزالی زماں کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ الحمدللہ! ہم پہنچ گئے ہیں اور آپ کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔ (واضح ہو کہ آپ کی نماز جنازہ کی امامت، آپ کے بڑے صاحبزادے مظہر غزالی زماں حضرت علامہ سید مظہر سعید کاظمی نے کرائی تھی)۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کا تعلق مسلک اہلسنت سے ہے تو انہوں نے سر گھمایا اور کہا ہم اہلحدیث ہیں۔ مسلک اپنی جگہ پر حضرت کاظمی صاحب کی شخصیت عالم اسلام کے لئے نابغہ روزگار ہستی تھی۔ ان کے چلے جانے سے ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا فی الحال ممکن نظر نہیں آتا۔ بے دین لوگ جب اسلام پر اعتراض کرتے تھے تو علامہ کاظمی صاحب ان کے آگے سینہ سپر ہو جاتے تھے اور ان کو ایسا منہ توڑ جواب دیتے تھے کہ یا تو وہ مسلمان ہو جاتے تھے یا دم دبا کر بھاگ جاتے تھے۔ (۶۴)

بڑی سرکار میں عرض

مولانا محمد اشرف چشتی ممتاز آباد ملتان فرماتے ہیں کہ جب پہلی دفعہ اہل تشیع کو ممتاز آباد میں تعزیہ نکالنے کا لائسنس ملا تو ممتاز آباد میں اس سال چند علماء اہلسنت کی زبان بندی کر دی گی۔ بندہ بھی ان میں شامل تھا۔ میں انوار العلوم میں حاضر ہوا اور مفتی غلام مصطفےٰ صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ملا کہ

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کریں کہ ڈپٹی کمشنر سے فرما کر بندہ کی زبان بندی ختم کرا دیں۔ کیونکہ میں نے کوئی ایسی تقریر تو کبھی کی نہیں کہ جس سے نقص امن کا خطرہ ہو نہ کوئی انتظامیہ کے پاس میرے بارے میں ایسا ثبوت ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب نے مجھے حضرت کے سامنے پیش کیا اور سفارش کی کہ حضور یہ مولانا بہت پریشان ہیں اور اس سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مولانا علمائے حق پر ایسی آزمائشیں تو آتی ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور گورنمنٹ ملازم ہونے کی وجہ سے پریشانی زیادہ ہے اور مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ انتظامیہ سے ان کے آرڈر واپس کرا دیں۔ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ان سے کیا کہوں۔ جب انہوں نے کر دیئے ہیں تو واپس کیسے لیں گے اور میں تو ان لوگوں سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ میری پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ مفتی صاحب کسی کام سے اُٹھ کر گئے تو تنہائی میں تھوڑی دیر آپ نے سر انور جھکائے رکھا پھر میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ''مولانا آپ اطمینان رکھیں آپ یہ سمجھیں کہ میری زبان بندی ہوئی ہی نہیں اور نہ آپ کی ملازمت پر کوئی زد پڑے گی اور نہ یہ آپ کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ آپ جا کر تقاریر کریں۔ جو مرضی ہو کریں بالکل بے فکر ہو جائیں میں نے بڑی سرکار میں عرض کر دیا ہے''۔ حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے ان کلمات طیبات کو سن کر میں بالکل مطمئن ہو گیا اور تمام پریشانی رفع ہو گئی۔ میں جمعہ پر تقریر کرتا رہا۔ گردونواح میں جو تاریخیں محرم میں جہاں دی ہوئیں تھیں وہاں بھی تقاریر کیں۔ حتیٰ کہ دس محرم کو قاسم پور کے علاقے میں تقریر تھی اور آواز سیدھی تھانے میں پہنچ رہی تھی اور اعلان بھی ہوتے رہے مگر مجھ سے کوئی باز پرس نہ ہوئی۔ (۲۵)

یہ مناسب نہیں

علامہ مولانا محمد سراج احمد سعیدی فرماتے ہیں کہ مخدوم شبیر حیدر بخاری مرحوم حضرت غزالی زماں قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم ملتان شریف میں ایک ہوٹل میں مقیم تھے کہ رات کے بارہ بجے میرے بھائی نے کہا کہ مجھے حضرت غزالی زماں کا بیعت ہونا ہے۔ میں نے کہا کہ صبح نماز فجر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کو بیعت کرائیں گے۔ بھائی نے کہا اگر صبح تک میں زندہ نہ رہا تو میری عدم بیعت کا نقصان آپ کے ذمہ ہو گا۔ مخدوم صاحب نے کہا کہ بھائی میرے سر پر اتنی اہم ذمہ داری مت ڈالو۔ گاڑی موجود ہے ابھی چلتے ہیں۔ اگر حضرت کے مکان کا گیٹ کھلا ہو گا اور حضور جاگ رہے ہوں گے تو آپ کا کام بن جائے گا ورنہ کل تو یہ معاملہ ضرور حل ہو جائے گا۔ بھائی کے بار بار کے اصرار پر ہم چل پڑے اور آپ کی رہائش گاہ پر شاداب کالونی میں پہنچ گئے۔ گیٹ کھلا تھا۔ ہم گاڑی سے اُترے اور اندر گئے۔ حضرت صاحبزادہ قبلہ پیر سید ارشد سعید کاظمی صاحب اپنے ہم سبق ساتھیوں کے پاس بیٹھے تھے اور اسباق کی گردان میں مشغول تھے۔ ہم نے ان کی زیارت کی اور حضور کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ابھی ابھی اندر تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی یہ بات سن کر ہم بیٹھ رہے تھے کہ حضور غزالی زماں تشریف لائے ہم نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ سرکار بیٹھ گئے اور ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر خود فرمایا شاہ صاحب میں ابھی ابھی اندر گیا تھا اور لیٹ رہا تھا کہ اچانک خیال آیا کہ کچھ لوگ مجھے ملنے کے لئے بہت دور سے آئے ہیں۔ اس لئے پھر میں آ گیا۔ آپ لوگ سو میل کا سفر کر کے اوچ شریف مدینۃ الاولیاء سے آئے ہیں۔

پھر سوتا رہتا تو یہ مناسب نہیں تھا۔ آپ نے میرے بھائی کو بیعت فرمایا۔ ہمارے ساتھ ایک دوست تھا جو شیعہ تھا اس نے کہا میں بھی بیعت ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم شیعہ نہیں ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کیا تم سید نہیں کہلاتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا سنو۔ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خون طیب و طاہر خون ہے اس میں کبھی تبدیلی نہیں آسکتی یعنی ان کی اولاد کبھی بدمذہب نہیں ہوسکتی۔ تم اگر میری بیعت کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے مذہب سے توبہ کرو پھر بیعت کروتا کہ بیعت کا فائدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۔ (ترجمہ) اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار مرشد تو نہ پائے گا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے ۷۲ فرقے تھے اور میری اُمت کے ۷۳ فرقے بنیں گے۔ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ سارے دوزخی ہوں گے اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً مگر ایک جماعت بہشتی ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اس کی نشانی کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔ جو میرے اور میرے اصحاب کے نقش قدم پر چلے گا۔ لہٰذا جماعت اہلسنت کا مسلک سچا ہے۔ اگر تجھے مرید ہونا ہے تو پہلے اہلسنت بننا ہوگا۔ اس نے توبہ کی اور مرید ہوا۔ مخدوم صاحب نے بتایا کہ ہمارے وہ دوست پہلے آپ کے اخلاق کریمہ سے متاثر ہوا پھر آپ کی گفتگو اس کے دل و دماغ میں گھر کر گئی اور وہ آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ (۶۶)

زندہ کرامت

علامہ محمد سراج احمد سعیدی اُچ شریف بیان فرماتے ہیں کہ ایک نجی محفل میں فقیر نے عرض کیا۔ حضور کوئی وظیفہ عطا فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ مولانا، آپ جو چاہیں پڑھیں اپ کو فائدہ ہوگا اور جس وظیفہ کو آپ چھوڑ دیں گے۔ اس کی

رجعت نہیں ہوگی۔ ایک بار آپ نے خود فرمایا نماز پنجگانہ کے بعد الحمدللہ شریف سات بار، کلمہ شریف ۱۱بار، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ ۱۱بار اور یَاسَلَامُ یَا وَدُوْدُ ۱۱بار پڑھ لیا کریں۔ خلاصہ یہ کہ آپ کی اجازت عطا فرمانے کے بعد اوراد و وظائف اور تعویذ وعملیات میں اللہ پاک نے بڑی برکت اور کامیابی بخشی ہے اور آپ ہی کی دعا کی برکت سے فقیر پرتقصیر نے ۹۲ء میں والدہ ماجدہ کی ہمراہی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ دیگر صالحین کاملین کے علاوہ اس سال حضور قبلہ پیر طریقت رہبر شریعت مظہر غزالی زماں جگر گوشہ امام اہل سنت حضرت علامہ سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی بھی حج کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ کی دعاؤں سے فقیر نے ۹۴ء میں اور اس کے بعد ۲۰۰۱ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی ہے اور امسال بھی جون میں مع والدہ ماجدہ ودختر نیک اختر عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہوا یہ میرے مرشد میرے مربی کی زندہ کرامت ہے۔ (۶۷)

اچھا ہوا ایمان بچا کر نکل آئے

مفتی محمد اقبال سعیدی سابقہ نائب شیخ الحدیث فرماتے ہیں فقیر کے انوارالعلوم میں حدیث پڑھانے کے اس عرصہ میں مولانا حافظ غلام شبیر سعیدی دورہ حدیث شریف میں شریک ہوئے۔ وہ دورہ حدیث میں شرکت سے قبل حضرت سید غلام جیلانی شاہ صاحب کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ ایک دن باتوں باتوں میں مولانا غلام شبیر صاحب نے بتایا کہ حضرت سید غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے استاذ گرامی قبلہ کاظمی شاہ صاحب نے شاہ صاحب کو حضور ﷺ کی زیارت کرائی تھی۔ فقیر اس امر کی تصدیق کے لئے مولانا غلام شبیر کو ہمراہ لے کر سید غلام جیلانی شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ سید غلام

جیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مرشد کریم کے قدیم ترین شاگردوں میں سے تھے، حضرت نے اپنے حکم سے انہیں مسجد کی امامت پر مقرر فرمایا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ وہ ساری عمر مسجد کی خدمت کریں گے۔ آپ حرم گیٹ کے سامنے والی مسجد میں خدمت سرانجام دیتے تھے۔ آپ کا جنازہ بھی اس مسجد سے ان کے آبائی علاقے دریا خان بھیجا گیا۔ وہ کمالیہ کی بزرگ شخصیت پیر قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ بیعت میں منسلک تھے، فقیر جب حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مولوی غلام خان کے مدرسہ میں پنڈی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہاں کا مدرس بہت گستاخ شخص تھا وہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت ازواج کے معجزے کو رد نورانیت میں قبیح اور غلیظ الفاظ سے ذکر کرتا تھا جن کو لکھتے ہوئے مسلمان کا قلم لرزتا ہے۔ شاہ صاحب مذکور نے بتایا کہ وہ ہر جمعہ گولڑہ شریف جا کر پڑھا کرتے تھے، یہ حضرت قبلہ پیر غلام محی الدین عرف بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا، مولوی غلام خان کو کسی طرح یہ اطلاع مل گئی کہ اس کے مدرسہ کا طالب علم غلام جیلانی شاہ ہر جمعہ گولڑہ شریف جا کر پڑھتا ہے تو اس نے شاہ صاحب کو بلا کر کہا کہ کیا گولڑہ میں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے جواب دیا کہ واقعی مجھے وہاں زیادہ ثواب ملتا ہے اگرچہ آپ کو نہیں۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ شاہ صاحب نے کہا وہ میرا پیر خانہ ہے اس لئے مجھے وہاں زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو اس نے کہا اچھا اچھا ٹھیک ہے آپ جمعہ وہاں پڑھ آیا کریں..... فقیر عرض کرتا ہے کہ شاہ صاحب کا بیان تو یہی تھا میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ جب غلام خان نے جس کا جدید نام غلام اللہ خان ہوا، جب یہ دیکھا کہ یہ لڑکا میری بات نہیں مانے گا بلکہ صرف اعتراض کے باعث شیر کی طرح مجھ پر جھپٹتا ہے تو اس نے یہ سوچا کہ ہمارے پاس پڑھتا رہا تو بالآخر گولڑہ چھوڑ ہی جائے گا اس لئے مصلحتاً نرمی سے کام

لیا، غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سارا واقعہ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایمان بچانا ہے تو اس مدرسے کو چھوڑ دو، انہوں نے پوچھا کہ پھر کہاں جاؤں تو بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ ملتان کاظمی صاحب کے مدرسہ میں جائیں اور وہیں جا کر پڑھیں۔ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کو سفارشی والا نامہ اور ملتان تک کا کرایہ اور سفر خرچ بھی عطا فرمایا۔ شاہ صاحب ملتان حاضر ہو گئے، مدرسہ انوار العلوم اس وقت چوکی چہلیک کے نزدیک قائم تھا یہ حاضر ہوئے تو حضرت نے حالات پوچھ کر فرمایا اچھا ہوا کہ ایمان بچا کر نکل آئے۔ غلام جیلانی شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا وہاں ایسی کونسی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بیان کرتے ہیں اور وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نقائص اور عیوب ڈھونڈ نکالیں۔ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پسند ہیں یا آپ پر عیوب کا افتراء۔ میں نے کہا مجھے تو کمالات پسند ہیں جواب تو مسکت تھا شاہ صاحب خاموش تو ہو گئے لیکن دل ابھی کچھ اور اطمینان چاہتا تھا تو غزالی زماں نے ارشاد فرمایا آج رات جب تم سو گے تو انشاء اللہ تمہیں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو گی سرکار خود کرم فرمائیں گے تو تم خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لینا کہاں پڑھنا اچھا ہے۔ شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ اس رات جب میں سویا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سرکار نے مجھ سے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی اچھا ہوا تم اس مدرسہ میں آ گئے تمہارا ایمان بچ گیا۔ کہتے ہیں میں نے خواب میں عرض کی کہ وہاں کونسی خرابی تھی جو ایمان ضائع ہو جاتا۔ فرمایا وہ لوگ مجھ میں عیوب ڈھونڈنے اور نقائص تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور حضرت غزالی زماں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جبکہ یہ میرے

کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ تمہیں میرے کمالات سننا پسند ہیں یا عیوب سننا..... میں نے عرض کی مجھے حضور کے کمالات پسند ہیں۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ صبح جب میں غزالی زماں کے پاس سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا رات کے خواب کا حال سناؤ میں نے سارا خواب بیان کیا تو نہایت خوش ہوئے۔ مجھے سرکار ﷺ کی زیارت پر مبارک باد دی اور کہا کہ میں نے بھی تو تمہیں یہی بتایا تھا۔ (۶۸)

بدعقیدوں کا تعصب

علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق ہاشمی ایم-اے (لندن) سے بیان کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کے اندر بھی تعصب کی یہ حالت تھی۔ ایک بار چند سنی ساتھی ریڈیو پر نشر ہونے والی ''محفل میلاد'' دارالاقامہ کے ایک کمرے میں بیٹھ کر سن رہے تھے کہ چند شر پسند صلوٰۃ وسلام کی آواز سن کر فساد کی نیت سے آ گئے۔ انہیں غلط فہمی ہو گئی تھی کہ طلبہ از خود ''صلوٰۃ والسلام'' پڑھ رہے ہیں۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہ صرف کمرے کی آواز نہیں بلکہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کی ملک کے ہزاروں ریڈیوز سے پورے ملک کے اندر گونج رہی ہیں تو خجالت و شرمندگی سے کچھ آوازے کسے اور واپس چلے گئے۔ جامعہ میں سنی طلبہ سے انتہائی نفرت برتی جاتی۔ اس غیر متوازن صورتحال کا قدرت کو توازن منظور تھا کہ کچھ عرصہ بعد گلستان سنیت کی شجر کاری اور آبیاری کیلئے غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بحیثیت شیخ الحدیث ورود مسعود ہوا۔ سنیوں کیلئے بہاولپور میں وہ عظیم دن تھا اور میں بات کو یوں مختصر کرتا ہوں کہ پھر وہ وقت آیا کہ رات گئے شہر سے گزر ہوتا تو کسی نہ کسی گلی یا کوچے سے صلوٰۃ وسلام کی آواز آ رہی ہوتی۔ محلہ محلہ، گلی گلی، کوچہ کوچہ محافل میلاد اور مجالس

گیارہویں منعقد ہوئیں اور فضائیں صلوٰۃ وسلام کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔ نعرۂ رسالت بلند ہوا اور پھر ایک وقت تھا کہ میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی قیادت رئیس الجامعہ کمشنر بہاولپور کی ''بگی'' میں بیٹھ کر کرنے لگے اور قدرت کا کرم کہ اختتام جلوس پر ''صلوٰۃ وسلام'' پڑھنے کا شرف عموماً اس ناچیز کو حاصل ہوتا۔ ان تمام روحانی برکتوں میں غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت جلوہ گر تھی اور کامیابیوں کے پردہ میں آپ ہی کے علمی اور روحانی فیوضات کارفرما تھے۔

آپ کی آمد سے شہر میں قائم سنی اداروں کو غیبی مدد پہنچی انہوں نے کھلی زمینیں خریدیں، مسجدیں بنوائیں پھر مساجد پر ناجائز قبضے ختم ہوئے اور مشتاقانِ مصطفیٰ ﷺ نکھر کر سامنے آئے۔ طنز واستہزاء کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ سنیوں کو بیداری ملی اور ان کا وقار بلند ہوا اور یہی وہ زمانہ اور ٹھکانہ تھا جہاں قدرت نے مجھے آپ کی شاگردی کا اعزاز بخشا۔ (۶۹)

مختلف مکاتب فکر پر مشتمل سیمینار اور حضرت کا وقار

علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق ہاشمی ایم اے (لندن) بیان فرماتے ہیں کہ اسلامی یونیورسٹی بہاولپور کے ابتدائی دور میں بڑے بڑے علمی اجتماعات ہوتے تھے۔ بالخصوص ہر اتوار کو ''غلام محمد ہال'' (جو حضرت شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی ثم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور یونیورسٹی کا میٹنگ ہال ہے) میں تقریری سیمینار منعقد ہوتے تھے۔ یہ سیمینار اس وقت رئیس الجامعہ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کی علم دوستی اور دین کے ساتھ لگاؤ کے مرہونِ منت تھے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء ومشائخ کا اپنی اپنی باری پر خطاب ہوتا اور عموماً ایک سیمینار میں کسی ایک ہی بڑی شخصیت کا مخصوص طے شدہ عنوان پر بیان ہوتا۔ اکثر اوقات مقامی اور بعض اوقات باہر سے آئے ہوئے مہمان سکالر بھی خطاب کرتے۔ ڈاکٹر بلگرامی

صاحب کا یہ کمال تھا کہ حکومت کی بڑی بڑی شخصیات، وزراء کو بلکہ ایک بار فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں مرحوم کو بھی جامعہ کے اسی ہال میں لاکر صدارت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی متحرک شخصیت کی بدولت جامعہ کے طلبہ نے بے شمار بڑی شخصیات سے بے تکلفی میں ملاقاتیں کیں جن کو عام ملنا دشوار تھا۔

انتظامیہ کی ہمیشہ کوشش رہتی کہ جامعہ کے پروگراموں میں خطابات ایسے ہوں اور ایسے عنوانات پر ہوں جن سے اختلافات کا پہلو کم نکلتا ہو۔ بایں ہمہ بعض اوقات کچھ نہ کچھ ہو جاتا اکثر اشارتاً اور بعض دفعہ صراحتاً مگر ہم نے ایک کرامت ضرور دیکھی کہ حضرت علیہ الرحمہ کی موجودگی میں مسلک اہل السنۃ پر کسی کو زبان درازی کی جرأت نہ ہوتی اور آپ کی موجودگی ہی امن کی ضامن ہوتی اور حریف بے جرأت ہو کر اپنے موضوع ہی سے تھڑک جاتے۔ (۷۰)

عجیب بات

1965ء کے ایک سیمینار میں ایک عجیب بات ہوئی۔ اس سیمینار میں حضرت کے خطاب کی باری تھی۔ مگر آپ کو ہنگامی طور پر اچانک مشرقی پاکستان جانا پڑا۔ بنگال کا یہ دورہ آپ نے اس وقت کیا تھا جب بھارتیوں نے سیالکوٹ میں ایک مسافر ریل گاڑی پر گولیاں برسائی تھیں جس کے نتیجہ میں ایک مسلمان لڑکی شہید ہو گئی تھی۔ یہ دورہ آپ نے جامعہ اسلامیہ کی طرف سے مشرقی پاکستان کے لوگوں میں ''جذبہ جہاد'' بیدار کرنے کیلئے کیا تھا اور یہاں جامعہ میں بھی خطاب کیلئے آپ کا عنوان ''جہاد'' ہی تھا۔ جبکہ اسی سیمینار میں ایک دوسرے شیخ جن کا نام تحریر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر وتشریح پر مامور تھے۔ خوش تھے کہ کچھ کہنے کو فرصت ملی، جلسہ کے آغاز ہی میں سٹیج سے اعلان ہو گیا کہ قبلہ کاظمی صاحب اس وقت ملک میں نہیں ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں اسی

موضوع پر شعبۂ تصوف کے چیئرمین شیخ التصوف مولانا سید محمد ہاشم فاضل شمسی صاحب خطاب فرمائیں گے۔ حضرت علامہ شمسی صاحب بھی علوم ظاہریہ باطنیہ سے مرصع عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ مگر اہل اللہ کا اپنا اپنا رنگ ہوتا ہے۔ آپ ایک معمر درویش صفت جید عالم دین تھے۔ ہم سنیوں کی کچھ نہ کچھ امید بندھی مگر جانب دگر سے شرارت کا خدشہ ضرور تھا۔ چنانچہ شمسی صاحب سے پہلے جانب دگر سے شیخ صاحب کو دعوت خطاب ملی۔ انہوں نے دیکھا شیر کچھار میں نہیں ہے تو عرصے کا دبا ہوا غبار نکالنے کیلئے موقع کو مناسب اور غنیمت سمجھا۔ مزے مزے سے تمہید باندھی اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرتے کرتے چوتھی آیت کے دوسرے جز میں پہنچے تو یک لخت جوش میں آ گئے۔ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے سامعین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے ''اور ہم صرف صرف صرف صرف (گن نہیں سکا کہ چار بار کہا یا پانچ بار) تجھ سے مدد چاہتے ہیں'' انداز یہ تھا کہ ہر ''صرف'' پر بازو اوپر لے گئے اور سامعین کی طرف جھٹکے سے اشارہ کرتے ہوئے نیچے لے آئے۔ ہماری نگاہیں مقرر صاحب کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک ان کے انداز اور چہرہ کے ساتھ ساتھ بیان میں یک لخت تبدیلی محسوس کی اور کچھ حیرت ہوئی کہ یہ تغیر رنگ اور بے ربطگی کیسی ہے؟ اس وقت صورتحال یہ تھی کہ ہال کے داخل ہونے والے بڑے دروازے کی طرف ہماری پشتیں اور مقرر صاحب کا چہرہ تھا اور ہم نے دیکھا کہ ان کی نظر ہی دروازہ پر جم گئی، ہم نے مڑ کر جو دیکھا تو عقدہ حل ہوا۔

سرخ ترکی ٹوپی پہنے گلشن آل رسول کا عظیم فرزند وقت کا غزالی مخصوص انداز رفتار سے جھومتے جھومتے سٹیج کے پاس مہمان خصوصی کی مخصوص کرسیوں تک پہنچ چکا تھا۔ دوران سیمینار ہر قسم کے نعروں سے ہال گونج اٹھا۔ رئیس الجامعہ جو شیخ

کی تقریر پر چنداں خوش نہ تھے، سٹیج سے نیچے اتر آئے اور حضرت قبلہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے جا کر سٹیج پر تکریم سے بٹھایا۔ حضرت کا ایسے عالم میں حال کے اندر اچانک داخل ہونا، پھر اتنی دور سے کہ کسی کو آپ کی اتنی جلدی واپسی کی توقع نہ تھی۔ پھر عین ایسے موقع پر تشریف آوری جبکہ مسلکِ حق پر نشتر زنی ہو رہی تھی۔ سنیوں کیلئے انتہائی مسرت انگیز اور خدا کا ایک معجزہ ثابت ہوئی۔ حضرت نے ''صرف، صرف'' کی رٹ تو سن ہی لی تھی۔ آپ کی آمد پر مقرر صاحب کی جو تقریر بے ربط ہو گئی تھی، انتہائی مختصر وقت میں دم توڑ گئی۔ ڈاکٹر بلگرامی جو شاید اسٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے یا وہ اسی خصوصی اعلان کیلئے مائیک پر تشریف لائے اور کہا کہ علامہ کاظمی صاحب رحمہ اللہ کی عدم موجودگی میں علامہ شمسی صاحب کے خطاب کا اعلان ہوا تھا اور اب چونکہ وہ خود تشریف لے آئے ہیں اس لئے ہم انہیں سے درخواست کرتے ہیں کہ معین موضوع پر اپنے روح پرور بیان سے سامعین کے ایمان کو جلا بخشیں۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے اور راقم کو خوب یاد ہے کہ مقرر سابق کے قریب سے جب حضرت گزرے تو وہ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور خوشامدانہ لہجہ میں کہا کہ ''حضرت بنگال کے حالات پر روشنی ڈالیں'' حضرت سمجھتے تھے کہ عنوان دینے میں مقرر کا مقصد کیا تھا۔ بہرحال حضرت نے جہاد کے موضوع پر جس انداز میں خطاب کا آغاز کیا اسے قلمبند کرنا دشوار ہے۔ انداز بیان میں اتنا رعب، ہیبت، وقار اور زور تھا کہ آپ کے ایک ایک کلمہ پر حاضرین جھوم رہے تھے اور کچھ سناٹے میں تھے۔ آپ کے یہ جملے مجھے خوب یاد ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کی یہ ابھی کہ بات ہے۔ فرمایا: ''یہ وقت اشارتاً یا صراحتاً اختلافی مسائل کا نہیں بلکہ ملک پر آنے والے نازک حالات کا تقاضا ہے کہ پوری امت مسلمہ کفر کے مقابلے میں آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو۔

جن نوجوان کا لجیئس کو ہم مغرب زدہ قرار دیتے ہیں ان کے جذبہ ایمانی کی یہ کیفیت ہے کہ کالجوں سے نکل کر شالامار باغ لاہور تک پہنچے کہ ہم ہندوؤں کی سرحدوں کو پھلانگ کر دہلی میں انتقام لیں گے اور ہندوؤں کو بتائیں گے کہ اسے بے گناہوں پر گولیاں برسانے کی کیونکر جرأت ہوئی۔ اگر اس موقع پر ہم دین کے ٹھیکیداروں کا عمل اختلاف کو ہوا دینا ہوتو ہم سے بڑا مجرم کوئی نہیں۔"

جہاد کے موضوع پر آپ کا اس قدر اثر انگیز طویل خطاب تھا کہ ڈاکٹر بلگرامی اختتام پر خراج تحسین کیلئے وفور جذبات میں الفاظ نہیں پا رہے تھے اور یہی الفاظ دوہراتے جا رہے تھے "بخدا میں میدان جہاد میں ہوں۔ خدا کی قسم محسوس ہوتا ہے میدان جہاد میں کھڑا ہوں" افسوس ہے بعض چیزوں کو موقع پر ہی صحیح منظر میں دیکھا سمجھا جاسکتا ہے۔ بے شک آپ کے خطابات میں علمیت کے ساتھ ولایت وکرامت کا اثر بھی ہوتا ہے کہ مخالف گنگ رہتے۔ (۷۱)

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صلہ

غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے احمد ندیم قریشی نے بتایا کہ ۴ جنوری ۱۹۸۵ء کو آپ (علامہ صاحب) پر دورہ قلب بہت سخت ہوا تو آپ کے دل کی دھڑکن، سانس اور نبض تقریباً بارہ منٹ کیلئے بند ہوگئی۔ سب طرف کہرام مچ گیا۔ لوگ ڈاکٹر فاروق نذیر صاحب کو لانے کے لئے بھاگے بھاگے نشتر ہسپتال گئے۔ جب وہ ڈاکٹر صاحب کو گھر لائے تو سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ (علامہ صاحب) جائے نماز پر اپنے فرزندوں کے درمیان لیٹے ہیں۔ بیماری اور کمزوری انتہا پر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر فرمایا "اگر آپ چند منٹ پہلے تشریف لاتے تو واپس لوٹ کر چلے جاتے۔ میرے خدا نے مجھ پر بڑا کرم کیا کہ مجھے کسی کا محتاج نہ کیا، ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد

فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ میری زندگی میں اس بات کا تذکرہ نہ کرنا۔ ''میں نے وہ جگہ دیکھ لی جو میرے لئے آخرت میں ہے۔ وہ بہت اعلیٰ اور حسین ہے۔ میں نے وہاں بہت سیر کی ہے اور وہاں کی نعمتوں سے استفادہ کیا پھر دریافت فرمایا'' دنیا کے حساب سے مجھے اس کیفیت میں کتنا وقت گزرا۔'' جب انہیں بتایا کہ دس بارہ منٹ کا وقفہ ہوگا تو تعجب وحیرت کا اظہار کیا۔ جب ان سے اس تعجب کا باعث پوچھا گیا تو فرمایا کہ ''جہاں میں تھا وہاں تو بے حساب وقت گزرا'' خلاصہ یہ کہ مومن کو منافق سے ممتاز کرنے والی چیز صرف عشق ومحبت اور تعظیم وتوقیر نبوی ہے۔ (۷۲)

اسی میں سب کچھ ہے

مفتی غلام سرور قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ سے مجھے ۱۹۵۷ء سے تعلق کا شرف حاصل ہے، پہلی بار راقم آپ کے دیدار اور خطاب سے اس وقت مشرف ہوا جب آپ ضلع رحیم یار خان کے ایک نواحی دارالعلوم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ اولین دیدار کے نقوش آج بھی تازہ ہیں اور اگر آنکھیں بند کر کے دیکھوں تو ایسے لگتا ہے کہ حضرت والا کا خطاب ہو رہا ہے اور راقم سن رہا ہے۔

راقم نے کچھ عرصہ بعد مدرسہ انوار العلوم میں حاضری دی اور حضرت والا کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کیا، حضور والا انوار العلوم کی مسجد میں نماز مغرب کے بعد تسبیحات وغیرہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو راقم نے دست بوسی کرتے ہوئے حضور سے درخواست کی کہ یہ نیاز مند اوچ شریف سے حاضر ہوا ہے دعا فرمائیں کہ یہ اس قابل ہو جائے کہ حضور سے علم پڑھ سکے، آپ مسکرائے اور دعا فرمائی یہ اس کی قبولیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے فیض یاب

ہونے کا موقع مرحمت فرمادیا۔

۱۹۶۰ء میں راقم استاذ العلماء حضرت قبلہ مولانا غلام جہانیاں (رحمۃ اللہ علیہ) آف ڈیرہ غازی خاں کی خدمت میں شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار قطبی وہدایۃ الحکمۃ پڑھتا تھا کہ حضور والا ایک جلسہ کے سلسلے میں وہاں تشریف لائے اور خطاب فرمایا، جب فارغ ہوئے تو راقم نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر پھر وہی دعا فرمانے کی درخواست کی، آپ نے دعا فرمائی اور کہا کہ ''وقت قریب آرہا ہے فکر نہ کریں'' اس کے بعد راقم آپ سے اکتساب فیض کے لئے بے چین رہنے لگا۔ اس دوران شرح جامی ختم کرلی۔ قطبی کے بعد ملاحسن وہدایۃ اولین ومقامات حریری وشرح عقائد لوائح جامی (تصوف میں) ومثنوی شریف کے بعض منتخب مقامات استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جہانیاں سے پڑھ رہا تھا کہ ایک رات خواب میں حضرت قبلہ کاظمی صاحب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضرت کے سراقدس پر سفید عمامہ تھا۔ جو آپ نے سراقدس سے اتار کر راقم کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ''اسی میں سب کچھ ہے''۔ آنکھ کھلی تو ایسے محسوس ہوا کہ حضرت والا نے بہت کچھ بخش دیا ہے۔ راقم نے یہ خواب استاذ العلماء قبلہ علامہ غلام جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا اور انہوں نے مبارک باد دی اور فرمایا کہ امام کاظمی عہد حاضر میں شرفیاب علم لدنی ہیں۔ (۷۳)

مخالفین نے اپنا چیلنج واپس لے لیا

علامہ مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت ہی کے فیضان کرم کا نتیجہ ہے کہ راقم نے حضرت کے رسالہ ''تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان'' کی جب شرح تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار'' کے نام سے لکھی تو اس میں علم کلام کی وہ مشکل گتھیاں جو اکابر علمائے دیوبند سے نہ سلجھ سکیں آپ کی معمولی

سی توجہ سے حل ہوتی چلی گئیں۔ راقم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ عید کا موقع ہے اور خلقت کا بے پنا ہجوم نماز عید کے لیے آرہا ہے، حضرت بھی عید گاہ میں موجود ہیں۔ مصلّی لایا گیا اور حضرت کے سامنے بچھایا گیا۔ حضرت نے کالے رنگ کا جبہ زیب تن کیا ہوا تھا راقم کو بلا کر اپنا وہی جبہ مبارک عطا فرما دیا اور مصلے پر کھڑا کر کے فرمایا کہ تم امامت کراؤ، راقم نے آپ کے حکم پر نماز عید کی امامت کرائی۔ بہ تقاضہ ادب اس خواب کا حضرت سے کوئی ذکر نہ کیا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ملتان کی معروف شخصیت خواجہ غلام جیلانی مرحوم ایک دن نماز ظہر کے وقت راقم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کو حضرت کاظمی شاہ صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ راقم ان کے ساتھ انوار العلوم پہنچا۔ (یہ غالباً ۱۹۶۴ء کا واقعہ ہے) جب راقم مدرسہ انوار العلوم میں دورہ حدیث کے اسباق میں سے نسائی، ابن ماجہ اور دوسرے فنون کے اسباق بیضاوی وعربی ادب پڑھاتا اور ساتھ ساتھ افتاء کی خدمات بھی انجام دیتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ شجاع آباد کے دیوبندی عالم عبدالعزیز تونسہ کے دیوبندی فاضل عبدالستار تونسوی صاحبان نے قصبہ مڑل میں تقریر کے دوران اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج کیا ہے اس مناظرہ کے لئے میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔ اس وقت راقم کو وہ خواب یاد آیا جب حضور والا نے جبہ مبارک عطا فرما کر نماز عید کی امامت کی ہدایت فرمائی تھی۔ راقم حضرت کی دعا سے چلا گیا۔ خواجہ صاحب اور قاری حبیب الرحمٰن بھی راقم کے ساتھ ساتھ تھے، قاری صاحب تو اب بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں۔ وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ نیز مولانا اللہ نواز صاحب بھی کہ دیوبندی مکتب فکر کے یہ دونوں فاضل آئے اور راقم سے گفتگو پر آمادہ ہوئے۔ مگر ابھی ابتدائی گفتگو ہی ہو پائی تھی کہ مناظرہ سے دستبردار ہو گئے اور اپنا چیلنج واپس لے لیا۔ بحمدہ تعالیٰ اہل سنت کو

بے حد مسرت ہوئی۔ یہ فتح دراصل حضرت والا ہی کے فیض کا نتیجہ تھی۔ (۷۴)

مخالفین نے شکست تسلیم کرلی

مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ اسی طرح عارف والہ کے قریب ایک چک میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے دیوبندی فضلا وعلماء نے نماز جنازہ کے بعد کی دعا کے موضوع پر اہل سنت کو چیلنج کیا، مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب جو اس وقت عارف والا کی مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی کے خطیب تھے۔ حضرت قبلہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کیلئے لینے آئے، شیخ القرآن مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی اور مولانا منظور احمد صاحب آف ساہیوال بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت والا نے اس خادم کو مناظرہ کے لئے بھیجا اور دعا فرمائی۔ بحمدہ تعالیٰ آپ کی نظر کرم پشت پناہی رہی۔ تین دن راقم کا مناظرہ ہوتا رہا۔ جامعہ رشیدیہ کے علماء نے آخر کار شکست تسلیم کرلی۔ یہ حضرت والا ہی کا فیض ہے جس کے سامنے بڑے بڑے پہاڑ بھی پاش پاش ہوئے بغیر نہیں رہے۔ حضرت مولانا سید مراتب علی شاہ اس واقعہ کے عینی شاہدوں میں سے ہیں۔ مدرسہ انوار العلوم کی حاضری کے دوران ایک مرتبہ راقم مدرسہ خیر المدارس ملتان کا جائزہ لینے چلا گیا تو وہاں مدرسہ مذکورہ کے شیخ المعقولات جناب محمد شریف کشمیری صاحب ''حمداللہ'' کا سبق پڑھا رہے تھے، راقم وہاں جا کر ان کے اسباق سننے بیٹھ گیا تو موصوف نے راقم کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کیسے اور کہاں سے آئے راقم نے بتایا کہ مدرسہ انوار العلوم سے آیا ہوں اور آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ معقولات پڑھانے کے بڑے تجربہ کار اور ماہر ہیں۔ چاہتا ہوں کہ آپ کا کچھ خطاب میں بھی سنوں، موصوف نے کہا کہ آپ میرے درس سے چلے جائیں کیونکہ آپ لوگ ایجاب کلی کے قائل ہیں اور ہم سلب کلی کے، ایجاب کلی اور سلب کلی دونوں محل واحد میں جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ کا اور ہمارا ایک جگہ اکٹھا ہونا

ممکن نہیں ہے۔ راقم نے کہا کہ ایک صورت میں ممکن ہے۔ موصوف نے فرمایا وہ کونسی صورت ہے؟ راقم نے کہا کہ آپ کی سلب کلی کو ذات پر اور ہمارے ایجاب کلی کو عطا پر محمول کیا جائے تو دونوں کا محل واحد میں جمع ہونا ممکن ہے۔ موصوف نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کیونکہ تمہارا اور ہمارا جھگڑا تو عطا ہی میں ہے۔ جب کہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کی کوئی چیز بھی ذاتی نہیں ہے تو جھگڑا عطا میں ہی ہوا۔ راقم نے کہا کہ اس سے تو آپ اپنے بڑے بزرگ بانی دارالعلوم دیوبند جناب نانوتوی صاحب کی تردید فرما رہے ہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کے لئے وصف نبوت کو ذاتی اور آپ کو اس وصف سے متصف بالذات قرار دیتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے وصف نبوت کو بالعرض کہتے ہیں۔ اس پر موصوف لاجواب ہوکر بہت ہی غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے بس آپ فوراً چلے جائیں۔ آپ کی بحث سے ہمارے طالب علموں میں غلط فہمی پیدا ہوگی۔ راقم وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ پیچھے سے دو بڑے بڑے طلباء آ کر راقم سے ملے اور کہنے لگے کہ ہم "حمد اللہ" کے سبق میں شریک تھے کہ آپ آ گئے، آپ کی تھوڑی سی گفتگو نے ہماری کایا پلٹ دی ہے ہم نے یقین کر لیا ہے کہ مدرسہ انوار العلوم والوں کا عقیدہ صحیح ہے اور خیر المدارس والوں کا غلط ہے۔ لہٰذا ہم اس مدرسہ کو چھوڑتے ہیں، ہمیں ساتھ لے چلیں، چنانچہ وہ میرے ساتھ آئے اور ہمارے سنی مدرسہ میں داخل ہو گئے اور فارغ التحصیل علماء ہو گئے اور وہ راقم کا بہت ہی شکریہ ادا کرتے تھے۔ یہ دراصل اس چشمہ امام احمد سعید کا ہی فیض ہے جس سے راقم سیراب ہوکر اس قابل ہوا۔ (۷۵)

رسول اللہ کی خاص نظر کرم

مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے نہ صرف جوئی کے محقق و مدقق تھے بلکہ روحانی راہنما، ہادی برحق، راہنمائے

طریقت راز دار عرفان وحقیقت بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آپ پر خاص نظر کرم تھی۔ مومن کا خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ مجھے اس خواب کو ضرور بیان کرنا ہے جو آج سے دو سال قبل میں نے دیکھا تھا۔ اس خواب میں امام کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنے ساتھ لائے عمرہ پر روانہ ہوئے ہیں، مکہ معظمہ پہنچے عمرہ کیا، منیٰ پر تشریف رکھتے ہیں، کچھ لوگ حاضر ہوکر حضرت سے دودھ مانگتے ہیں۔ حضرت نے راقم کو فرمایا کہ ان کے لئے دودھ لاؤ، راقم ایک درخت کے پاس گیا اور وہ درخت کھجور ہی کا تھا۔ راقم نے اس کے تنے میں چمچہ ڈالا تو اس سے دودھ بہہ نکلا۔ ان لوگوں نے دودھ پیا۔ پھر راقم نے اشارہ کیا تو وہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا۔ راقم نے اسے ہاتھوں سے اٹھا کر حضرت کے قریب لاکر کھڑا کر دیا۔ حضور نے فرمایا! ''ارے مولانا! تم نے اس قدر بڑا درخت ہاتھوں سے اٹھا لیا۔'' راقم نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ ہی کی نگاہ کرم کا فیض ہے۔ اس کے بعد راقم اور حضرت والا زیارت مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت والا اور راقم روضہ اقدس کے سامنے دعا کو کھڑے ہوئے، دروازہ خود بخود کھل گیا۔ سامنے آنحضرت ﷺ کی قبر پر انوار تھی۔ اس کے بعد جو کچھ دیکھا اس کا بیان کرنا افشائے راز کے ضمن میں آتا ہے اور اسے میں بفیض امام کاظمی آنحضرت کا کرم خاص سمجھتا ہوں۔ (۷۶)

تحمل و بردباری

پروفیسر احسان احمد قادری فرماتے ہیں کہ یہ فقیر گورنمنٹ کالج دہاڑی میں بطور لیکچرار تعینات تھا اور ملتان میں تبادلہ کیلئے کوشاں تھا۔ اس وقت کے ڈائریکٹر تعلیمات منظور مرزا صاحب کو حضور غزالی زماں سے سفارش کرانا چاہی چنانچہ میں صبح کے وقت آپ کے درودولت پر حاضر ہوا اور اپنا مدعا بیان کیا۔

حضرت اس وقت شدید علیل تھے، عارضہ قلب کے باعث اطباء نے نقل وحرکت سے بھی منع کیا ہوا تھا مگر میں نے آداب مشیخیت سے عاری اور ایک طالب علم کی سوچ سمجھ رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے کسی تاخیر کے بغیر اسی وقت فون ملایا مگر ڈائریکٹر صاحب فون پر نہ ملے آپ نے مجھے ارشاد فرمایا چونکہ اس وقت مرزا صاحب موجود نہیں اس لئے ابھی آپ چلے جائیں، میں ڈائریکٹر صاحب سے آپ کے متعلق بات کرلوں گا آپ فون پر پھر رابطہ کریں تو آپ کو علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد تقریباً میں نے ہر آدھے گھنٹے بعد فون کیا مگر چونکہ ڈائریکٹر صاحب سے آپ کی بات چیت نہ ہوسکی تھی اس لئے مجھے بھی حتمی جواب نہ مل رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کم ازکم چھ سات مرتبہ فون پر آپ کو زحمت دی مگر آپ کی حلم وبردباری کی داد دینا پڑتی ہے کہ ایک مرتبہ بھی آپ نے اتنی شدید تکلیف کے باوجود ناگواری کا اظہار نہ فرمایا اور بار بار فون کرنے پر تادیب نہ کی، حالانکہ میری شخصیت بھی عمومی درجے کی تھی اور مسئلہ بھی کوئی ایسا گھمبیر نہ تھا۔ مگر اس سیدزادے کے عالی ظرف ہونے کے قربان کہ انہوں نے حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی جھلک ہمیں اس زمانے میں بھی دکھا دی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی، کبھی بھی آقائے نامدار ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر نہیں ڈانٹا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا ہے، یہ کیوں نہیں کیا ہے۔ (۷۷)

نبی کا وارث اور سیدزادہ ہوں

پروفیسر احسان احمد قادری مزید فرماتے ہیں کہ آپ پر قاتلانہ حملے کا واقعہ بھی آپ کی قوت برداشت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ قاتل آپ پر حملہ آور ہیں آپ کی جان کے درپے ہیں کلہاڑیوں کے مسلسل وار کر رہے ہیں، مگر آپ اس وقت بھی گالم گلوچ اور سخت کلامی سے احتراز کرتے ہوئے اپنے بدترین دشمن کو اپنے عمومی باوقار انداز سے یاد فرما رہے ہیں اور یہی کہہ رہے ہیں کہ مولانا مسائل

تلواروں اور کلہاڑیوں سے حل نہیں ہوتے۔ آپ نے بات کرنی ہے تو دلیل سے، قرآن وحدیث کی روشنی میں بات کریں۔ اسی قاتلانہ حملے کے حوالے سے ایک بات مزید میرے علم میں آئی کہ جب اہل سنت والجماعت کے اکابر نے آپ کے نہ ماننے کے باوجود مقدمہ عدالت میں چلایا تو حضرت موسیٰ پاک شہید علیہ الرحمہ کی اولاد میں ایک بزرگ اس وقت وزیر تھے اور حضرت مخدوم صدرالدین گیلانی سے آپ کے مراسم اور تعلق سے کون واقف نہیں۔ اسی محبت کی بنا پر گیلانی خاندان کے اس وقت کے وزیر نے اپنے محبت اور تعلق کے حوالے سے متعلقہ جج سے درخواست کی کہ انصاف کے تقاضے ضرور پورے ہونے چاہئیں اور حضرت کاظمی صاحب پر جو ظلم ہوا ہے اس کا پورا بدلہ ہونا چاہیے اور حضرت کاظمی صاحب کو بھی آپ کے فیصلے سے خوش اور راضی ہونا چاہیے اس وقت وزراء کا اثر ورسوخ آج کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہوتا تھا یہ ہر ایک بخوبی جانتا ہے۔ متعلقہ جج نے حضرت سے رابطے کئے اور دریافت کرنا چاہا کہ جیسا آپ چاہتے ہوں ویسے آپ پر ظلم کی تلافی ہو اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ تو آپ نے جج کو فرمایا میں نبی کا وارث ہوں اور سید زادہ ہوں میں آقا علیہ السلام کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے مجرم کو معاف کرتا ہوں۔ یہ سن کر جج حیرت کی تصویر بن گیا۔ دوبارہ آپ سے جواب کی تصدیق کے بعد اس جج نے مجرم سے کہا کہ یہ ایسی عظیم شخصیت ہے کہ تیرے بدترین جرم پر بھی تجھے معاف کر رہی ہے ورنہ تو نے تو خبث باطنی کی کمال کر دی تھی۔ اب میں تجھے اور کوئی سزا تو نہیں دیتا لیکن تیرے لئے سزا یہ ہے کہ تو بیرونی دروازے سے ناک گھسیٹتا ہوا گھٹنوں کے بل چل کر حضرت کے قدموں میں آ اور پھر معافی کی درخواست کر تو پھر تجھے معافی ملے گی۔ حکم حاکم مرگ مناجات، مرتا کیا نہ کرتا۔ وہ شخص اسی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل ناک زمین پر گھسیٹتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اسے

معاف فرما دیا۔ آپ کے حلم، کرم، عفو و درگزر اور سادگی کے ایسے کتنے واقعات ہیں جن کے باعث ہمارے سنی اولیاء کرام اور اکابرین آپ کو متاخرین اولیاء کرام کے زمانے میں ہوتے ہوئے متقدمین اولیاء کرام میں شمار کرتے ہیں۔ (۷۸)

کیونکہ کاظمی صاحب کا وصال ہو چکا ہے

پروفیسر احسان احمد قادری ہی فرماتے ہیں کہ جب آپ کے جنازہ مبارکہ سے قبلہ والد صاحب مولانا فیض محمد سعیدی شاہ جمالی فارغ ہو کر گاؤں شاہ جمال پہنچے تو آپ کی جامع مسجد نوری کی کمیٹی کے صدر ملک سعد اللہ نے آپ کو حضور غزالی زماں کے روحانی کمال کا واقعہ سنایا۔ انہی کی زبانی آپ بھی سنئے۔

ملک صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا جس رات آپ کی یعنی قبلہ کاظمی صاحب کی وفات ہوئی اسی رات میرے خاندان کے بزرگ اللہ کے کامل ولی مولانا عبداللہ صاحب مجھے خواب میں ملے اور فرمایا کہ ملک صاحب کل ایک بہت شاندار نیاز (تبرک) کا اہتمام کرنا اور اس کو مٹی کے صاف ستھرے پیالوں میں ڈال کر اس پر فاتحہ پڑھنا کیونکہ قبلہ کاظمی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور حضور اکرم ﷺ مع اصحاب کرام اور اولیاء عظام جنازہ میں شرکت فرما کر یہاں تشریف لائیں گے۔ ہم ان کی خدمت عالیہ میں یہ نیاز پیش کریں گے چنانچہ ملک صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے اہتمام سے کھیر پکائی اور اس کو حسب حکم مٹی کے صاف ستھرے پیالوں میں ڈال کر اس پر حضور اکرم اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام اور قبلہ کاظمی صاحب کی فاتحہ پڑھی۔ واقعے کی حقیقت اس طرح آشکار ہوتی ہے کہ ملک صاحب جنازہ میں شریک نہ ہوئے تھے بلکہ دور دراز کے پسماندہ گاؤں میں رہائش پذیر ہونے کے باعث انہیں حضرت کے وصال اور جنازے کے وقت و مقام کا علم بھی نہ تھا۔ لیکن اولیاء کاملین انہیں حضرت کے روحانی مقام سے باخبر

کرنے کیلئے اطلاعات فراہم کر رہے تھے۔(۷۹)

خطابت وتدریس سے سبکدوش کر دیا

پروفیسر احسان احمد قادری مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلم وبردباری کے ساتھ عفو وکرم کی ایسی نعمت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مولانا کریم بخش صاحب چنڑ جامع مسجد حسن پروانہ کے خطیب ومدرس تھے۔ وہ مسجد میں صفائی ستھرائی کا اہتمام نہ کرتے تھے، کئی ایک لوگوں نے حضرت قبلہ کاظمی صاحب سے شکایات کیں۔ آپ نے انہیں بڑا سمجھایا کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اگر مسجد، مدرسہ میں صفائی ستھرائی نہ ہوگی تو نمازیوں کے لئے سکون سے نماز پڑھنا مشکل ہوگا۔ ویسے بھی حضور غزالی زماں طبعاً بے حد نفیس اور صفائی پسند تھے۔ بہرحال بہت سمجھانے کے باوجود مولانا کریم بخش پر اثر ندارد۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے صاحبزادے سید سجاد سعید کاظمی صاحب کو خصوصی چیکنگ کیلئے بھیجا تو انہوں نے بھی یہی رپورٹ دی کہ مولانا کریم بخش مسجد ومدرسہ میں صفائی کے بارے میں بہت لاپرواہ ہیں۔ اس پر آپ نے انہیں خطابت وتدریس کے عہدے سے سبکدوش کر دیا اور ان کی جگہ مفتی غلام مصطفیٰ رضوی صاحب سے مشورہ فرما کر ایک دوسرے حافظ کو تعینات کر دیا۔ مولانا کریم بخش روتے ہوئے میرے والد صاحب حضرت مولانا فیض محمد سعیدی شاہ جمالی کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی بحالی ملازمت کی سفارش چاہی۔ والد صاحب نے فرمایا مولانا آپ نے پہلے کہا ہوتا اب تو آپ کی جگہ دوسرا آدمی تعینات ہو چکا ہے۔ لیکن مولانا تھے کہ بار بار اصرار کئے جاتے تھے اور زاروقطار روئے جا رہے تھے۔ قبلہ والد صاحب نے انہیں ساتھ لیا اور حضرت قبلہ کاظمی صاحب کے حضور پہنچے اور حقیقت حال

بیان کی ۔قبلہ کاظمی صاحب نے جواب دیا اب تو میں ان کی جگہ نیا آدمی بھی تعینات کر چکا ہوں نیز ان کے خلاف شکایتوں کی تصدیق میں نے اپنے بیٹے کو بھیج کر بھی کرائی ہے آپ کو بار بار متوجہ کیا گیا لیکن آپ نے کان نہ دھرے۔ اب دوسرا آدمی بخوبی کام کر رہا ہے، اب کیا ہو سکتا ہے، لیکن مولانا تھے کہ مسلسل روئے جا رہے تھے اور گریہ وزاری کے ساتھ آئندہ اصلاح احوال کا وعدہ بھی کر رہے تھے۔ ابا جان کی سفارش پر قبلہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا آپ کی بات مان لیتے ہیں اور انہیں دوبارہ اسی مسجد میں تعینات کر لیتے ہیں حالانکہ ان کی کارکردگی بالکل اطمینان بخش نہیں ہے۔ قبلہ کاظمی صاحب کے حد سے زیادہ عفو وکرم کو دیکھ کر مولانا کی جان میں جان آئی اور وہ اس عہدے پر تاحیات فائز رہے۔ انہوں نے اپنی کوتاہیاں دور کرنے کی مقدور بھر کوشش بھی کی، جس کا صلہ ان کو یوں ملا کہ آخری عمر میں نابینا اور اسی وجہ سے مستعفی ہونے کے باوجود انہیں ان کے گھر پر ان کا مشاہرہ باقاعدگی سے جاتا رہا حالانکہ پرائیویٹ اداروں میں سبکدوش ہونے کے بعد تنخواہ دینے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ خاص طور پر دینی اداروں میں جہاں وسائل کم ہوں اور مسائل بے شمار۔لیکن یہ حضور غزالی دوراں کے عفو وکرم واحسان کی ایک عظیم مثال ہے۔ (۸۰)

کشف ولایت کا پردہ

پروفیسر احسان احمد قادری کے والد مولانا فیض محمد سعیدی فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان المبارک میں آپ نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا کرتے تھے۔ شاداب کالونی میں اپنی رہائش گاہ سے متصل جامع مسجد میں درس دینا آپ کا معمول تھا۔ اس درس میں شرکت کیلئے دور دراز کی مساجد میں امامت کرانے

والے علماء کرام نماز فجر پڑھا کر بعجلت بھاگم بھاگ پہنچا کرتے تھے پھر یونیورسٹی اور کالجز کے اساتذہ اور طلباء شہر بھر سے صاحبان فکر ونظر اور دانشور حضرات بھی موجود ہوتے تھے اور آپ کے دستر خوان علم سے خوشہ چینی کرتے تھے۔ مولانا فیض محمد سعیدی فرماتے ہیں میں بھی اس درس میں باقاعدگی سے شریک ہوتا تھا۔ قبلہ کاظمی صاحب درس میں پیش آمدہ قرآنی آیات کے حوالے سے بسااوقات مجھ سے بھی دریافت فرماتے تھے کہ کل کون سی آیت پر کلام ہوا تھا اور اب آئندہ کس آیت پر گفتگو کرنا ہے۔ ایک دن میں درس قرآن میں دیر سے پہنچا، میں دل میں یہ ارادہ لے کر چلا تھا کہ میری تین مرادیں ہیں اور میں حضرت سے ان تین دعاؤں کے بارے میں درخواست کروں گا۔ اس لئے میرا درس سے پہلے پہنچنا ضروری تھا۔ اب میں دل میں بڑا اضطراب لئے ہوئے حاضر ہوا کہ اپنی دعائیں اور حاجتیں میں حضرت کی خدمت میں پیش نہ کرسکا۔ اب حضرت دعا میں میری التجا کو کیسے شامل فرمائیں گے۔ لیکن اللہ کی قدرت دیکھئے کہ حسب معمول درس قرآن ختم ہونے کے بعد آپ نے دعا مانگتے ہوئے میری تینوں دعاؤں کو بطور خاص ذکر فرمایا بلکہ ان کا اعادہ کیا۔ اور ہر دعا کے وقت آپ کا چہرہ مبارک میری طرف ہوتا تھا۔ دعا کے اختتام پر حضرت آرام کرنے کے لئے اٹھے گھٹنوں میں مسلسل تکلیف کے باعث آپ اکثر کسی ساتھی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سہارا لے لیا کرتے تھے تو اس دن آپ نے میرے کندھے کا سہارا لیا اور پوچھا مولانا آپ کی کوئی ایسی دعا تو نہیں تھی جو میں نے نہ مانگی ہو۔ یہ آپ کے کشف کی بہترین مثال تھی۔ اگرچہ آپ ''کشف وکرامات'' اور تصرفات کے اظہار سے گریز فرماتے تھے اور اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی کے فرمان ''الکشف حجاب الولایۃ'' یعنی (کشف ولایت کا پردہ ہے) کے قائل تھے لیکن باوجود اس کے آپ

سے اکثر کشف وکرامات کا ظہور ہو جاتا تھا۔ ہر مرید جو آپ سے ملنے آتا وہ یہی سمجھتا تھا کہ آپ کی توجہات مبارکہ کا میں ہی مرکز ہوں اور جتنی شفقت حضرت کی میرے ساتھ ہے شاید ہی کسی اور کے ساتھ ہو۔ خصوصاً اہل علم حضرات کے ساتھ آپ کی والہانہ محبت وشفقت کے گواہ تو خود آپ کے شاگرد اور جامعہ انوار العلوم کے طالب علم بھی ہیں۔ آپ اپنی محبت کا اظہار مہمان نوازی میں اہتمام کے ساتھ فرماتے تھے مہمانوں اور آستانے پر حاضری دینے والوں کی خاطر تواضع تو تقریباً ہر جگہ نظر آجاتی ہے لیکن شاگردوں اور طلباء کے ساتھ بھی اس طرح تواضع کا سلسلہ آپ کی خصوصیت تھی۔ آپ کا دستر خوان بڑا وسیع ہوتا تھا۔ مہمان علماء کرام کے ساتھ اس طرح خندہ روئی اور بے تکلفی سے پیش آتے تھے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔ مہمان نوازی تو ویسے بھی سادات کرام کا امتیاز ہے۔ آپ کو آخری غسل دینے میں جید علماء کرام شامل تھے۔ ان میں قبلہ والد صاحب سرفہرست تھے جو فرماتے ہیں کہ غسل کے دوران بھی آپ کے ہونٹ حرکت میں تھے گویا آپ سفر آخرت میں بھی مسلسل ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے علمائے کرام کو بھی آپ کا جذب دروں اور حسن عمل عطا فرمائے۔ (۸۱)

(آمین ثم آمین)

مرشد کریم کی بارگاہ میں پہلی حاضری

ادارہ نوید سحر لاہور کے صدر اور ممتاز قلمکار پروفیسر سردار محمد اکرم بٹر سعیدی کہتے ہیں کہ میں ایک عرصہ سے مرشد برحق کی تلاش میں تھا اور اس سلسلہ میں پنجاب کے مختلف آستانوں کے چکر بھی لگائے مگر دل کو تسکین نہ ہوئی۔ آخرکار گوہر مراد حاصل کرنے کا وقت آ ہی گیا۔

دنیائے اہلسنت کے امام اسلام کے رجل رشید، غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہلسنت کے اجلاس میں شرکت کے لئے گارڈن ٹاؤن لاہور تشریف لائے تو مولانا اشرف علی سعیدی نے علامہ عبدالغفور الوری کی وساطت سے رابطہ کیا اور حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے عقیدتمندوں کی درخواست قبول کر لی چنانچہ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۳ء بروز منگل صبح ساڑھے آٹھ بجے آپ پرانا کاہنہ تشریف لائے اور ہم ۲۳ ساتھی آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کر کے ان سعادتمندوں کی صف میں شامل ہو گئے جنہیں ''سعیدی'' کہا جاتا ہے۔

حلقہ ارادت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے ملتان شریف حاضری کا فیصلہ کیا اور ۲ نومبر ۱۹۸۳ء بروز بدھ شام ۱۰-۷ پر محترم قاری محمد اختر سعیدی کی زیر قیادت ۱۴ پیر بھائیوں کا قافلہ مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بازیابی کے لئے روانہ ہوا۔

امیر قافلہ نے حکم دیا تھا کہ کاشانہ کاظمیہ پر جا کر باادب کھڑے ہو جانا ہے اور جب تک خود بخود دروازہ نہ کھولا جائے خاموش کھڑے رہنا ہے۔ ہم ۳ نومبر کو علی الصبح ملتان شریف پہنچ گئے اور کاشانہ اقدس کے قریب سڑک کنارے چھوٹی مسجد میں نماز فجر ادا کی۔

بعد ازاں ہم آستانہ عالیہ کے مین گیٹ پر پہنچنے کے بعد خاموش کھڑے ہو گئے۔ کافی دیر بعد دروازہ کھلا تو حضرت کے معالج ڈاکٹر صاحب باہر نکلے۔ ساتھ ہی خادم بھی تھا جس نے ہمیں اندر آنے کا کہا اور بتایا کہ حضرت صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے رات بڑی پریشانی میں گزری ہے ڈاکٹر ابھی انجیکشن لگا کر ہی گیا ہے لہٰذا آپ لوگ خاموشی سے برآمدہ میں بیٹھیں دن نکلنے پر ملاقات کا انتظام ہو گا۔

سبحان اللہ کیا شان مرشد کریم ہے کہ خدام بغیر اطلاع کے خاموشی سے سامان وغیرہ رکھ رہے ہیں کہ سرکار کا بلاوا آ گیا۔ ہم حیران تھے کہ حضرت کو کیسے پتہ چل گیا۔ ہم بڑے ہی باادب انداز میں حضور مرشد کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے کتب خانہ میں گئے۔ آپ گاؤ تکیوں کے ساتھ ٹیک لگا کر آرام فرما رہے تھے۔ پاؤں دراز تھے اور سانس لینے میں سخت دشواری کا سامنا تھا۔ اس قدر تکلیف دہ حالت میں بھی آپ نے ہم پر جو شفقت فرمائی وہ شاید پوری زندگی نہ بھلا سکیں۔

آپ نے فرمایا کہ بھئی آپ بہت اچھے پیر بھائی ہیں میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ سے ملنے کو دل چاہتا تھا زندگی موت کا کچھ پتہ نہی..... (آپ نے اس وقت عاجزی اور انکساری کے جو الفاظ استعمال فرمائے میں وہ لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا) یہ صرف آپ کا ہی مقام تھا کہ علم و آگہی کا ہمالیہ، قلزم روحانیت اپنی ذات کے متعلق اس قدر عاجزانہ انداز میں بات کرتا ہے کہ دیکھنے والے ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور مرشد کریم ﷺ خالق کائنات کی ذات میں گم ہو کر فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیا تھا اور شاید آپ کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔ (۸۲)

شیخ کامل کا کمالِ روحانیت

سردار محمد اکرم بٹر پہلی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ حضرت کاظمی کریم ﷺ نے فوراً خدام کو بلایا (مولانا نور محمد بنگالی اور ایک دوسرے بزرگ تھے جن کا میں نام بھول گیا ہوں) انہیں حکم دیا کہ لاہور سے ہمارے پیر بھائی آئے ہیں ان کا خاص خیال رکھیں اور فوری ناشتہ کا انتظام کریں۔

ناشتہ کی ہدایات دینے کے بعد آپ نے خصوصی دعا فرمائی۔ یہ بڑا ہی رقت آمیز منظر تھا۔ اس قدر شدید بیماری کے عالم میں بھی ہم جیسے گنہگاروں کی دل جوئی کا یہ منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اللہ رب العزت کی ساری نعمتیں اسی کمرہ میں نازل ہو رہی ہیں۔ اتنی دیر میں دسترخوان بچھ گیا۔ آپ نے فرمایا آؤ ناشتہ کریں۔ ہم نے عرض کی کہ حضور آپ چارپائی پر ناشتہ فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کروں گا۔

اب قدرت خدا کی دیکھیں کہ میری قسمت کا ستارہ چمکا مجھے بالکل حضرت مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوگئی اور چائے کی ایک ہی پیالی آقا و غلام کے حصہ میں آئی۔

حضرت نے کیک (رس) کا ٹکڑا توڑ کر عطا فرمایا اور حکم دیا کہ چائے کی پیالی میں ڈبو لیں۔ مگر میں کہاں ایسی جرأت کر سکتا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور آپ نوش فرمائیں میں اور لے لیتا ہوں۔ مگر آپ نے سختی سے حکم فرمایا کہ آپ اسی پیالی میں اپنا کیک کا ٹکڑا لگاؤ۔ چنانچہ یونہی میں نے حکم کی تعمیل کی تو مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کرم فرماتے ہوئے اپنا کیک بھی میرے ساتھ ہی چائے میں ڈبو دیا اس طرح مجھے وہ سعادت حاصل ہوگئی کہ جس کا تصور کرنا ہی میرے لیے زندگی کا حاصل ہے۔

پھر آپ نے دوسرے پیر بھائیوں کی دلی کیفیت بھانپتے ہوئے وہ چائے بڑے برتن (بالٹی) میں انڈیل دی اور خادم کو حکم دیا کہ سب کو اس میں سے چائے ڈال کر دو۔ مریدین کی دلجوئی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرشد کریم ان کی اندرونی کیفیات کا اندازہ لگا کر انہیں اپنے فیوض و برکات سے نوازتے ہیں۔ (۸۳)

بار بار معذرت:

سردار محمد اکرم بٹر سعیدی نے حضرت غزالی زماں کے در اقدس پر آخری ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک ملاقات میں مؤلف کو بتایا کہ ۱۹۸۶ء میں چونکہ حضرت غزالی زماں کی طبیعت مسلسل خراب رہی۔ وقفہ وقفہ سے اخبارات میں ناسازی طبع کی خبریں شائع ہوتیں تو دل دھک سے رہ جاتا۔

امام کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علم و حکمت اور تصوف و روحانیت میں یکتا تھی آپ یگانہ روزگار تھے اس لیے خوف آتا تھا کہ اگر حضرت کا انتقال ہو گیا تو کیا بنے گا۔ ایسے حالات میں دل میں بار بار یہ اُمنگ اٹھتی کہ زیارت کے لئے جاؤں مگر کچھ مجبوریاں آڑے آجاتی تھیں۔ پھر ایک دن میرے سینئر ساتھی برادرم محمد نذیر رضوی نے دفتر سے آکر بتایا کہ ہم کل ملتان شریف جا رہے ہیں۔ (رضوی صاحب انکم ٹیکس انسپکٹر تھے اور ان کے کسی آفیسر کا ملتان میں ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا) کیونکہ ہمارے I.T.O کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور ہم کافی ساتھی ان کی تیمارداری کے لئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا تم بھی جانا چاہو تو تیار ہو جاؤ۔

رضوی صاحب ان دنوں میرے گھر پر ہی قیام پذیر تھے اور ہم دونوں C.S.S. کے امتحانات کی اکٹھے تیاری کر رہے تھے۔ محمد نذیر رضوی کی وجہ سے مجھے بھی ملتان جانے کی اجازت مل گئی۔ ہم دونوں ساتھی 28 اپریل 1986ء بروز سوموار صبح 7:15 پر گھر سے نکلے اور شہر سے 7 دوسرے ساتھی بھی ساتھ مل گئے۔ ہم 10.10 پر نیو خان روڈ رنرز کے ذریعے لاہور ریلوے اسٹیشن سے روانہ ہوئے اور سہ پہر 4:22 پر ملتان شریف پہنچے۔

پہلے ہم نشتر ہسپتال گئے اور انکم ٹیکس آفیسر کی عیادت کی اس کی حالت

کافی خراب تھی۔ گرمی اور تھکاوٹ کی وجہ سے وہیں میری صحت بھی اچانک خراب ہوگئی۔ کچھ دیر آرام کے بعد وہاں سے نکلے واپسی کی ٹکٹیں بک کروائیں اور حضور مرشد کریم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے تانگہ پر سوار ہوئے۔

حالانکہ دوسرے ساتھیوں کا گھومنے پھرنے کا پروگرام تھا اور وہ کسی اچھے ہوٹل سے کھانا کھانا چاہتے تھے کیونکہ سخت بھوک لگی تھی لیکن ہم نے پہلے حاضری پر زور دیا۔ ہمارے دو ساتھی لاہور کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم 7افراد کاشانہ کاظمیہ شاداب کالونی پر پہنچے تو امام اہلسنت ولی نعمت حضرت مرشد کریم نماز مغرب کی جماعت کرا رہے تھے۔ ہم بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔ سلام کے بعد آقا کریم رحمۃ اللہ علیہ نے پیچھے مڑ کر ہمیں دیکھا تو خیریت دریافت کی اور حکم دیا کہ بقیہ نماز کے بعد پانی وغیرہ کا انتظام کیا جائے۔ ہمارے پیر بھائی آئے ہیں۔ نماز کے بعد حضرت نے تفصیلی ملاقات کا موقعہ عنایت فرمایا۔ سفر کا احوال پوچھا اور حکم دیا کہ اب ادھر ہی آرام کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ سب ساتھیوں نے صبح ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے اس لئے راتوں رات واپس جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا اصرار دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ کھانا کھائے بغیر آپ نہیں جا سکتے۔ ہم نے بار بار معذرت کی تو آپ نے سختی سے حکم دیا اور حضور صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی کو فرمایا کہ فوراً کھانا دیا جائے۔ اسی وقت گوشت سے بھرا ہوا دیگچہ اور روٹیاں ہمارے لئے آ گئیں۔ ایسا لذیذ اور وافر کھانا دیکھ کر رضوی صاحب کے دوست حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو کوئی پیر نہیں دیکھا جو مریدوں کے لئے ایسا اہتمام کرتا ہے۔

سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر ہمیں واپسی کی اجازت ملی۔ بعد ازاں ہم قلعہ کہنہ قاسم باغ گئے اور شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے در اقدس پر حاضری دی اور رات 10:10 پر لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

تمام راستہ ساتھی حضرت کی کرم نوازی کی گفتگو کرتے رہے۔ یہ ملاقات ہماری اپنے آقا سے آخری ملاقات ثابت ہوئی کیونکہ 4 جون 1986ء کو آپ دنیائے فانی کو چھوڑ کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ (۸۴)

روحانیت

علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی رحیم یار خان غزالی زماں پر ایک مضمون کی تیاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ایک مضمون کی تیاری کے دوران ایک شب بندہ نے عین سحری کے وقت عالم رؤیا میں حضرت کی زیارت کی کہ آپ اپنے دولت کدے کے باہر ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے دست بوسی کے بعد عرض کی حضور میں آپ کے متعلق ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ میں نے عرض کی کچھ لکھ رکھا ہے اسے آپ سماعت فرما لیتے۔ میں نے تو اس کی تیاری میں کچھ رسائل پیش نظر رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ فی الحال تو وقت نہیں ہے کسی اور وقت آپ سے وہ سنوں گا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ بہت خوشی بھی ہوئی کہ حضرت کی روحانیت بندہ کے شامل حال ہے اور حضرت کے فراق پر دل نے خون کے آنسو بھی بہائے۔ واللہ العظیم وہ وقت مجھے کبھی نہیں بھولے گا کہ حضرت مجھے اپنی وفات والے سال رمضان المبارک میں ساری رات جگاتے اور اپنی خدمت میں رکھتے۔ ۲۵ کی شام کو آپ کی وفات ہوئی اور غالباً ۲۴ کی صبح کو تبسم کرتے ہوئے اور شفقت بھرے لہجے میں مجھ سے فرمایا کہ جاگ جاگ کر تم تنگ آ گئے ہو گے اور جلال پور جا کر اپنے استاد مفتی صاحب سے ہماری شکایت لگاؤ گے کہ مجھے آرام نہیں کرنے دیتے تھے۔ میں نے کہا نہیں حضور بلکہ آپ کی شفقتیں یاد رہیں گی۔ (۸۵)

باب نمبر 3

مریدین و عوام اہلسنت

کا

نذرانہ عقیدت

مریدین وعوام اہلسنت کا نذرانہ عقیدت

شمس الاولیاء غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم کرامت

جلدی آیئے

میں معذرت خواہ ہوں

بچی تندرست ہوگئی

مجھے کمر سے پکڑ کر کھینچ لیا

بازو تو بالکل ٹھیک ہے

حضرت میرے گھر قدم رنجا فرمائیں

حضور تشریف لے آئے

میرے پاس جلدی آیا کرو

یہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں

عالم اسلام پر مشکل وقت آ رہا ہے

بڑی اونچی سفارش لائے ہو

اور یہ کہنا کہ سستی چھوڑ دو

شمس الاولیاء غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم کرامت

محمد عابد اقبال گوندل بیان کرتے ہیں کہ خورشید ملت حضرت مولانا خورشید احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نعت خواں جو کہ حضرت قبلہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے جن کا نام محمد سلطان وارن ہے۔ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ ان کا گھر اوچ شریف کے نزدیک ہے۔ ان کو عزیز بغرض علاج ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹرز نے کہا کہ اس کو قولنج ہے اور اس کا آپریشن کریں گے مگر اس کا بچنا مشکل ہے چنانچہ سلطان وارن نے اپنے ورثا کو کہا کہ مجھے گھر لے چلو میں آپریشن نہیں کراتا۔ جب ورثا گھر لے گئے تو سلطان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد کو پکارا کہ حضرت میرا آخری وقت ہے اگر آج میری مدد نہ فرمائیں گے تو پھر کب مدد کریں گے۔ اسی اثناء میں مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور فوراً نیند آ گئی۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک قبرستان میں کھڑا ہوں اور حضور غزالی زماں قبروں پر پانی چھڑک رہے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں اے سلطان ان کی زیارت کرو، میں نے دیکھا تو قبر سے باہر ایک سبز عمامہ والے نورانی چہرہ والے بزرگ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان کی زیارت کی پھر حضرت نے فرمایا سلطان، تم نے حضرت کو پہچانا ہے۔ میں نے عرض کی حضرت نہیں۔ فرمایا، یہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ پھر میں نے عرض کی حضور مجھ کو ڈاکٹرز نے لاعلاج کیا ہے اور شدید تکلیف میں ہوں۔ کرم فرمائیں، آپ نے فرمایا ارے تمہیں کچھ نہیں ہے اور پانی مجھ پر بھی اپنے مبارک ہاتھ سے پھینکا تو میں فوراً بیدار ہو گیا پھر نہ درد تھا نہ بیماری..... اور یہ محمد سلطان وارن بڑی مدت زندہ رہا اور حضرت خورشید ملت کے ساتھ نعتیں پڑھتا رہا۔ (۸۶)

جلدی آیئے

محمد اقبال گوندل بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم دین کا بیان کردہ واقعہ مشہور ہے ان کی زبانی ہے۔

''میں چند مسائل میں الجھا ہوا تھا جو کسی طور سے حل نہیں ہو رہے تھے ارادہ کیا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضری کے وقت ان مسائل کی توضیح کا طلبگار ہوں گا، درخواست کروں گا۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت مدعا عرض کیا۔ ارشاد ہوا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے جاؤ تشفی کر دیں گے میں بہت خوش ہوا واپس آ گیا اور علامہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے۔

آپ کے دروازے پر گاڑی کہیں جانے کے لئے تیار کھڑی تھی اور آپ اندر تیاری کئے ہوئے کھڑے تھے مجھے دیکھتے ہی میرا نام لے کر فرمانے لگے'' جلدی آیئے یہاں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں اب پوچھئے مسائل کی وضاحت کیسی چاہیے؟ حالانکہ اس ملاقات سے قبل آپ سے میری بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی تھی اور آپ میرا نام بھی نہ جانتے تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ مسائل بھی جن کے متعلق مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ واقعہ آپ کے دانائے راز ہونے پر دلالت کرتا ہے یقیناً ہمارے غزالی زماں رازی دوراں تھے، دانائے راز تھے۔ (۸۷)

میں معذرت خواہ ہوں

محمد اقبال عابد گوندل فرماتے ہیں کچھ عرصہ قبل علامہ صاحب کی یاد میں منعقد ہونے والے انعامی مقابلے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی یہ تقریب خانیوال میں انعقاد پذیر ہوئی وہیں ایک صاحب جن کے خاندان کے علامہ کاظمی

سے تعلقات تھے اور آپ ان پر خصوصی عنایت فرمایا کرتے تھے نے ایک واقعہ سنایا انہوں نے کہا: ''میرے بھائی کا بچہ فوت ہو گیا۔ انہی دنوں حضرت غزالی زماں خانیوال میں بغرض خطاب تشریف لائے میں آپ کی تقریر سننے کیلئے گیا۔ ایک جم غفیر آپ کے ارشادات سننے کیلئے آیا ہوا تھا۔ آپ تقریر کر رہے تھے اور لوگ یوں بیٹھے تھے جیسے جادو کے ذریعے انہیں وہاں پتھر کا بنا دیا گیا ہو جب آپ کی زبان سے مختلف موضوعات کے تشنگی مٹ رہی تھی میرے ذہن میں ایک بھٹکا ہوا خیال آیا کہ میرے بھائی کے بچے کی وفات پر اگر کاظمی صاحب ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرماتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ خدا کی قسم ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ آپ جس موضوع پر تسلسل سے خطاب فرما رہے تھے اس کو وہیں چھوڑ کر فرمانے لگے۔ میں مولانا ایوب الرحمٰن (میرے بھائی کا نام ہے جو اب وصال فرما گئے ہیں) کے بچے کی وفات پر ان کے گھر نہ جا سکا میں اس پر معذرت خواہ ہوں'' آپ کے ان الفاظ کا سننا تھا کہ مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ شکوؤں کی دُھول بیٹھ گئی گلوں کے جھگڑ دم توڑ گئے۔ آپ بار بار معذرت فرما رہے تھے۔ اور مجھے اپنا وجود زمین پر گھڑتا ہوا محسوس ہوا۔ مجھے اپنے اس خیال پر ندامت محسوس ہونے لگی اور میں اپنے آپ پر ملامت کرنے لگا اور اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں آپ کی شان میں بدظنی کر کے گستاخی کا مرتکب ہو چکا ہوں لیکن پھر اس خیال سے تقویت ہوئی کہ اچھا ہوا آپ نے میری بدظنی کا قلع قمع کر دیا ورنہ شاید میرا نفس پلید مجھے آپ سے دور کر دیتا۔ (۸۸)

بچی تندرست ہو گئی

محمد اقبال عابد گوندل مزید فرماتے ہیں کہ ایک اور صاحب نے جن کا تعلق بھی متذکرہ بالا شہر سے ہے ایک واقعہ بیان کیا۔ ان کے الفاظ ہیں: ''ایک

دفعہ میری بچی اتنی بیمار ہوئی کہ اس کے زندہ رہنے کی امید بھی نہ رہی ایک رات جب بچی کی حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگئی تو ہم مایوس ہو گئے۔ مجھے یاد آیا کہ آج ایک مسجد میں غزالی زماں تشریف لا رہے ہیں میں اٹھا اور مسجد جانے کے ارادے سے چل پڑا۔ مجھے گھر سے نکلتے دیکھ کر اہلِ خانہ حیران ہو گئے کہنے لگے بچی کی یہ حالت ہے اور آپ کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے اعتماد سے کہا۔ میں غزالی زماں کا خطاب سننے جا رہا ہوں اور بچی کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔'' میں چلا آیا۔ مسجد میں داخل ہوا تو اسی وقت آپ منبر پر جلوہ افروز ہو رہے تھے میں نے ان کا خطاب سنا بعد از تقریر گھر میں چلا آیا جونہی گھر آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بچی یوں بیٹھی ہے جیسے بیماری نے اسے چھوا ہی نہیں۔ مجھے حیران دیکھ کر گھر والوں نے بتایا کہ تم بمشکل مسجد میں پہنچے ہو گے کہ بچی تندرست ہوگئی اور اب تک یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے اسے کوئی عارضہ لاحق ہی نہ رہا ہو۔ میں نے خیال کیا اسی وقت بچی ٹھیک ہوئی ہوگی جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تھے اور آپ نے تقریر سے پہلے بیماروں کیلئے صحت کاملہ کی دعا کی تھی۔ اس کے بعد میری بچی کو ایسی تکلیف کبھی نہیں ہوئی۔ (۸۹)

مجھے کمر سے پکڑ کر کھینچ لیا

زبیر حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۷ سال حضرت سید محمد خلیل احمد صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارے اور ۱۹۵۵ء میں حضرت علامہ سید احمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ گیا اور جلوت و خلوت میں آپ کے ہمراہ کئی سال گزارے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ مدرسہ انوار العلوم میں ایک نیا کمرہ آپ کے مطالعہ کے لئے بن رہا تھا۔ آپ نے اس میں پھر کی والی لائٹ لگوائی تھی تا کہ مطالعہ کے وقت بلب قریب کیا جا سکے اور بعد میں اوپر کر دیا

جائے میں نے لائٹ اوپر نیچے ہلا کر دیکھی بالکل ٹھیک تھی میں حضرت کاظمی صاحب کو دکھانے کے لئے بلا لایا میں نے جو ہاتھ لگایا بجلی کا ایک زبردست جھٹکا لگا اور میرا ہاتھ چمٹ کر رہ گیا۔ میں نے خوف سے چلانا شروع کر دیا۔ آواز سن کر دوسرے کمروں سے طالبعلم دوڑے آئے شاہ صاحب نے جب میری یہ کیفیت دیکھی تو فوراً مجھے کمر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور میرے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ طالبعلموں نے مجھے زمین پر لٹا کر میرے ہاتھ پاؤں دبانا شروع کر دیئے اور شاہ صاحب مسلسل اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے رہے۔ میں مکمل ہوش میں تھا لیکن اس حادثے نے مجھ پر ایسا اثر ڈالا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں بول نہیں سکوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نور احمد صاحب آ گئے انہوں نے کوئی دوا سونگھانے کے لئے ایک شیشی میری ناک سے لگا دی۔ میں نے گھبرا کر سانس بند کر لیا۔ ڈاکٹر نے کہا شاہ صاحب یہ تو سانس ہی نہیں لے رہا۔ کاظمی سرکار نے یہ سن کر مجھے تسلی دی اور کہا کہ یہ تو محض ایک دوائی ہے گھبراؤ نہیں۔ میں نے بمشکل بڑی نقاہت سے کہا کہ میں ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک انجکشن لگا دیا اور سول ہسپتال میں داخلے کا مشورہ دیا۔ جہاں کرنٹ لگا تھا وہاں دونوں انگلیاں نیلی ہو گئی تھیں اور درد کا یہ حال تھا جیسے روح کھینچی جا رہی ہو۔ ڈاکٹر اور دوسرے لوگ حیران تھے کہ کاظمی صاحب نے مجھے کمر سے پکڑ کر کھینچ کیسے لیا۔ حالانکہ اصولاً تو میرے ساتھ لگنے والا ہر جسم بھی کرنٹ کے لپیٹ میں آ جاتا اور شاہ صاحب کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ شاہ صاحب نے لوگوں کی باتیں سن کر فرمایا بھئی تم کہتے ہو مجھے کچھ نہیں ہوا لیکن میرے تو دانت ہل گئے ہیں یہ سب کچھ خود کو چھپانے کی خاطر تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے ولی سے جب کوئی کرامت ظاہر ہوتی ہے تو وہ خود کو چھپانے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے۔ بہرحال مجھے ہسپتال میں لے گئے میرا معائنہ کرایا اور بازو کا ایکسرے کیونکہ میرے بازو میں بھی سخت تکلیف تھی ایکسرے رپورٹ سے

معلوم ہوا کہ بازو کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ ڈاکٹروں نے پلستر کے بعد مجھے چھٹی دے دی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرا خون خشک ہو گیا ہو کسی چیز کو کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا شاہ صاحب مجھے ہاف بوائل انڈے اور سٹرونگ چائے پلاتے رہے جس سے سخت گرمی کی شکایت ہو گئی اور مجھے تقریباً روزانہ ہی غسل کی حاجت ہو جاتی۔ ٹوٹے ہوئے بازو سے غسل قدرے مشکل تھا لیکن اس ضمن میں کبھی کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ (۹۰)

بازو تو بالکل ٹھیک ہے

زبیر حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں سویا ہوا تھا کہ میری قسمت جاگ اُٹھی۔ آقائے دو جہاں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا بازو ٹوٹ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بازو تو بالکل ٹھیک ہے خواب کے تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل گئی اور بازو میں اتنا شدید درد ہو اکہ بجلی کی شاک لگنے والے دن بھی نہ ہوا تھا۔ میں بہت پریشان ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کاظمی شاہ صاحب نمازِ فجر کے بعد میرے کمرے میں آئے اور آتے ہی کہا زبیر بھائی! آج تو پپیتا کھانے کو جی چاہتا ہے جاؤ بازار سے لے کر آؤ میں اسی وقت بازار چلا گیا۔ بازار پہنچتے پہنچتے میرے بازو کا درد بالکل غائب ہو گیا۔ میں نے پپیتا خریدا اور جب اسی ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو آپ حیران ہو کر کہنے لگے۔ زبیر بھائی! یہ کیا تم نے اسی ہاتھ میں وزن اُٹھا رکھا ہے جلدی رکھ دو کہیں ہڈی اپنی جگہ سے ہل نہ جائے۔ میں نے پپیتا رکھتے ہوئے رات والا واقعہ بیان کیا تو آپ مسکرائے اور کہا میرے آقا کا کہنا حق ہے حق ہے حق ہے میں نے اسی وقت پٹیاں اکھاڑ دیں اور میرا بازو ایسے تھا جیسے اسے کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ (۹۱)

حضرت میرے گھر قدم رنجا فرمائیں

زبیر حسین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب کے ہمراہ ایک گاؤں سے واپس آ رہا تھا۔ ہمیں ظاہر پیر سے بس پکڑنا تھی ظاہر پیر کا علاقہ اُن دنوں جنگل ہی جنگل تھا۔ ہم جب اڈے پر پہنچے تو سخت آندھی شروع ہو گئی اور کافی دیر تک چلتی رہی۔ ان دنوں بسیں بھی بہت کم چلتی تھیں۔ بعض اوقات تو انتظار میں دو تین گھنٹے گزر جاتے تھے ہم بھی کافی دیر سے بس کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران حضرت کاظمی شاہ صاحب نے فرمایا کہ زبیر بھائی! مجھے تو سخت بھوک لگ رہی ہے۔ دیکھو تو اڈے پر کوئی دکان وغیرہ ہو میں نے دیکھا اڈے پر دو دکانیں تھیں لیکن دونوں بند۔ قرب و جوار میں کہیں آبادی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے واپس آ کر شاہ صاحب کو بتایا کہ حضور دوکانیں بند ہیں اور قریب کسی آبادی کے آثار بھی نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ ایک شخص آیا اور آتے ہی شاہ صاحب کے قدموں میں گر گیا اور ملتجی ہوا کہ حضور میرے گھر قدم رنجا فرمائیں۔ بس شام سے پہلے نہیں آئے گی درختوں کے ایک جھنڈ کے عقب میں اس کا جھونپڑی نما مکان تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو تھوڑی ہی دیر میں وہ کھانا لے آیا اور باخدا کھانے میں وہ سب کچھ موجود تھا جو اس جنگل میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سب آپ کی کرامات ہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے لئے ایک ویران علاقے میں بھی بہترین کھانے کا انتظام فرما دیا۔ (۹۲)

حضور تشریف لے آئے

زبیر حسین مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ خان پور میں حافظ سراج احمد صاحب کے مدرسے میں تقریر کے لئے آئے۔ میں کافی تھکا ہوا تھا اس

لئے جلسہ گاہ میں جانے کی بجائے رہائش گاہ پر ہی سو رہا جب آپ تقریر کے بعد واپس لوٹے تو کئی آدمیوں نے آپ کو پکڑ رکھا تھا اور آپ کی طبیعت صحیح نہیں تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ سٹیج سے گر پڑے ہیں میں نے آپ کو بستر پر لٹا دیا اور تمام لوگوں کو کمرے سے باہر نکال دیا۔ آپ نے تھوڑی دیر آرام کے بعد آنکھیں کھولیں تو میں نے پوچھا حضرت خیریت تو ہے یہ اچانک آپ کی طبیعت کیوں خراب ہوگئی۔ کہنے لگے زبیر بھائی تقریر کے دوران ایک دم میری حالت وہی ہوگئی جب میں پہلی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک پر گیا تھا اور آپ کے فیوض و برکات کی بارش نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا تھا صبح لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ تقریر کرتے کرتے اچانک فرمانے لگے ''حضور تشریف لے آئے، حضور تشریف لے آئے اور پھر بے ہوشی سے نیچے گر گئے''۔ (۹۳)

میرے پاس جلدی آیا کرو

۹۴۔ زبیر حسین مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں شریف سعیدی (صادق آباد) کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ شریف سعیدی صاحب کو کچھ سوالات کے جوابات مطلوب تھے۔ اس نے جواب حاصل کر کے اجازت چاہی اسے اجازت مل گئی۔ لیکن آپ نے مجھے اجازت نہ دی تھوڑی دیر بعد شریف صاحب دوبارہ آ گئے غالباً ایک دو سوالات ان کے ذہن میں رہ گئے تھے۔ آپ نے ان کے بھی جوابات بتائے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بھی دوبارہ روانگی کی اجازت چاہی کیونکہ مجھے بھی ایک کام کے سلسلے میں صادق آباد جانا تھا آپ نے اجازت دے دی اور رو کر فرمایا زبیر بھائی میرے پاس جلدی جلدی آیا کرو۔ اس وقت مفتی غلام مصطفےٰ اور پروفیسر اللہ یار بھی بیٹھے ہوئے تھے آپ کی بات سن کر میرے دل میں فوراً یہ خیال آیا کہ آپ کا وقت قریب ہے میں نے شریف

صاحب کو بتایا کہ میاں جس قدر ہو سکے مرشد کی زیارت کر لو شاید یہ لمحے بار بار نہ آئیں۔ شریف صاحب تو خاموش رہے لیکن میرا ذہن شاہ صاحب کے ان الفاظ کی گہرائیوں میں غوطہ زن رہا۔ ٹھیک گیارہ ماہ بعد اس کی تعبیر میرے سامنے تھی جس نے اہلِ دل کو تڑپا کر رکھ دیا۔ (۹۴)

یہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں

زبیر حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عرس کے ایام میں میں گھر آ رہا تھا کہ ایک گاڑی پر نظر پڑی جس میں آپ موجود تھے۔ آپ کے داماد عبدالسلام قریشی صاحب جو کہ آپ کے مرید بھی تھے گاڑی چلا رہے تھے آپ کی نظر بھی مجھ پر پڑ گئی۔ میرے قریب آ کر انہوں نے گاڑی رکوائی اور کہنے لگے زبیر بھائی انہیں سمجھاؤ یہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔ میرے استفسار پر عبدالسلام قریشی صاحب نے بتایا کہ آپ کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ ڈاکٹری معائنے کے بعد جب آپ کو گھر لایا گیا تو آپ کے مریدین نے آپ کو گھیر لیا ہر شخص آپ کی صحت کے متعلق فکر مند تھا (کراچی کے ایک سیٹھ نے جو کہ آپ کا مرید تھا) لوگوں کو زبردستی پیچھے ہٹایا اور آپ کو آرام کرنے کے لئے کمرے میں بھجوا دیا تقریباً دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ آپ دوبارہ باہر تشریف لے آئے۔ مذکورہ مرید نے آپ سے دوبارہ اندر جا کر آرام کرنے کی کوشش کی۔ میں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے آپ نے فرمایا۔ ڈاکٹروں نے سختی سے کہا ہے کہ گھر جا کر لٹا دیں۔ پہلو بدلنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ مکمل آرام بہت ضروری ہے۔ لیکن پھر آپ مریدین میں بیٹھ گئے اور یوں ٹھیک ٹھاک ہو گئے جیسے دل کا دورہ پڑا ہی نہ ہو۔ اور پھر جب آپ کا وقت آیا تو لوگ منہ دیکھتے رہ گئے اور آپ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، گو بظاہر آپ ہم سے دور چلے گئے ہیں لیکن آپ کی

یادیں آپ کی باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ (۹۵)

عالم اسلام پر مشکل وقت آ رہا ہے

کرم الٰہی ظفر سعیدی ملتان سے بیان کرتے ہیں کہ شیخ کریم کی بے شمار کرامتیں دیکھی ہیں۔ اگر انہیں جمع کرنا شروع کر دوں تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے ایک بڑی کرامت تو یہ ہے جس کے وہ تمام احباب جو نماز جمعہ ہمیشہ عیدگاہ میں ادا کرتے چلے آ رہے ہیں گواہ ہیں موجودہ دور کی افراتفری، قتل و غارت، دہشت گردی جس میں کسی کی جان و مال بھی محفوظ نہیں، اس کی پیشین گوئی آپ اپنی حیات کے آخری حصہ میں کر گئے تھے۔ غالباً 86-1985ء کا دور تھا آپ کے وہ الفاظ ابھی تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔

''میں دیکھ رہا ہوں عالم اسلام پر بڑا کٹھن اور مشکل دور آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت مغفرت طلب کریں کہ وہ ہمیں ان فتنوں سے محفوظ رکھے''۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کرامتیں تو بے شمار دیکھی ہیں لیکن یہاں دو کا ذکر کروں گا جن کا تعلق صرف میری ذات سے ہے۔ جب کبھی میرا دھیان ان کی طرف جاتا، روح کو بڑی فرحت ہوتی ہے۔ (۹۶)

بڑی اونچی سفارش لائے ہو

کرم الٰہی ظفر سعیدی مزید فرماتے ہیں کہ شیخ کریم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ایک دوست نے بتایا کہ وہاڑی میں ایک وہابی جو گذشتہ پچاس سال سے بدعقیدگی کی زندگی گزار رہا تھا اب اپنے باطل نظریات سے تائب ہو گیا ہے اور اس نے امام اہل سنت کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ میرے لئے یہ بڑی خبر تھی۔ میں نے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی تو کہنے لگا مجھے تو فلاں دوست نے بتایا ہے میں اس شخص کے پاس گیا جن کے بارے میں میرے دوست نے اطلاع دی

تھی اور واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ اس نے جواب دیا میں تو صرف اس ہستی کو جانتا ہوں۔ جن کی معرفت یہ کام ہوا ہے اس کا نام نواب دین ہے جو کہ نواب دین دھوبی کے نام سے جانا جاتا ہے، یہاں لاری اڈہ میں اس کی دھوبی کی دوکان تھی۔ آج کل وہ بیمار ہے دوکان چھوڑ گیا ہے پیپلز کالونی میں اس کی رہائش ہے چنانچہ ان صاحب کو لے کر نواب دین دھوبی کے مکان پر پہنچے۔ ان کی مزاج پرسی کی پھر میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں نے سنا ہے سرکار کی آپ پر بڑی نظر کرم تھی۔ ان کی زندگی کا کوئی ایمان افروز واقعہ سنائیں اور میں نے سنا ہے کہ فلاں شخص آپ کے توسط سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فاسد خیالات سے تائب ہوا ذرا اس کے بارے میں بھی بتایئے۔ یہ سن کر اس نے (نواب دین) بڑی ٹھنڈی سانس بھری اور حضرت غزالی زماں کے بارے میں کہا "وہ ہیرا تھے ہیرا" جتنی عظمت اور شان اللہ تعالیٰ نے انہیں دی ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ میری دوکان لاری اڈا میں تھی۔ اڈے والی مسجد میں نماز ادا کرتا تھا۔ ایک دن ایک آدمی آیا جس کی بغل میں بستہ بھی تھا۔ نماز کے بعد بستہ کھول کر بیٹھ گیا۔ میں تاڑ گیا، یہ کون ہے۔ اس سے پوچھا کیا کر رہے ہو اس کو بند کرو اور واپس جاؤ۔ وہ کہنے لگا میں خدا کی باتیں بیان کروں گا۔ میں نے کہا کیا خدا سے کبھی ملے ہو۔ خدا ان کتابوں اور بستوں میں نہیں ملتا۔ اگر خدا کو ملنا چاہتے ہو تو کسی اللہ والے کے پاس جاؤ۔ اس وقت تو وہ چلا گیا۔ نہ جانے میری بات کا اس پر کیا اثر ہوا تھا وہ کچھ عرصہ کے بعد پھر آ گیا اور بڑی نرمی سے دریافت کیا۔ نواب دین پچھلی دفعہ جب میں آیا تھا تو آپ نے کہا تھا خدا سے اگر ملنا ہے تو کسی اللہ والے کے پاس جاؤ میں گذشتہ تیس سال سے تبلیغی جماعت کے ساتھ ہوں۔ تلاوت قرآن پاک اور ذکر اذکار کثرت سے کرتا ہوں لیکن بے چین

رہتا ہوں لگتا ہے کہ کچھ رہ گیا ہے۔ گوہر مراد ہاتھ نہیں آیا۔ مجھے کسی اللہ والے سے ملوادیں۔ نواب دین نے اس کو کہا اب تو راہ راست پر آ گیا ہے۔ اچھا ملتان جا وہاں امام اہل سنت کے آستانہ پر حاضری دے اور مدعا اپنا بیان کر اور یہ بھی بتانا مجھے وہاڑی سے نواب دین دھوبی نے بھیجا ہے۔ جب اس نے آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اپنا مدعا بیان کیا تو سرکار نے فرمایا بڑی اونچی سفارش لائے ہو۔ اللہ اکبر، میں کوئی وڈیرا، جاگیردار نہیں، کوئی صنعتکار، سرمایہ دار نہیں، کوئی عہدیدار نہیں، ایک غریب دھوبی ہوں لیکن حضرت نے اس طرح عزت افزائی فرمائی۔ پھر آپ نے اس کی خواہش پر اسے بیعت فرمایا اور وظیفہ بتایا کہ یہ ہر نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھنا ہے اور اکتالیس روز پڑھنا ہے اگر اس دوران کام ہو بھی گیا پھر بھی اس کو جاری رکھنا ہے۔ سات روز بعد ہی اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ اسے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگئی۔ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد رمضان شریف شروع ہو گیا۔ آخری عشرہ میں اڈے والی مسجد میں وہ اعتکاف بیٹھ گیا۔ ۲۵ رمضان المبارک کو امام اہل سنت کے وصال کی خبر ملی تو بے قرار ہو گیا۔ اور مجھے (نواب دین) کو بلایا اور کہا میں اعتکاف توڑ کر نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ملتان جاتا ہوں۔ میں نے اس (نواب دین) کو روکا اعتکاف نہ توڑو۔ ایسی ہستیاں مرتی نہیں بلکہ وہ زندہ رہتی ہیں، عید کے بعد چلے جانا۔ اس نے پھر بڑی حسرت سے پوچھا کہ میں نے سرکار کو اپنے ہاں آنے کی دعوت بھی دی تھی جس کو آپ نے منظور بھی فرمالیا تھا۔ اس کا اب کیا بنے گا۔ میں نے پھر اس کو تسلی دی وہ وعدہ ضرور پورا کریں گے۔ بعد ازاں اس شخص نے یہ واقعہ سنایا کہ:

ایک دن وہ دوکان پر بیٹھا تھا کہ اچانک اسے اونگھ آئی کیا دیکھتا ہے سرکار تانگے پر تشریف لائے ہیں اور فرمایا چلو بھئی آپ سے وعدہ کیا تھا میں آ گیا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں اسی تانگے پر بیٹھ کر گھر چلے گئے۔ گھر والوں کو کھانا تیار

کرنے کا کہہ کر ہم ایک کمرے میں چلے گئے تقریباً اڑھائی تین گھنٹے باتیں کرتے رہے اس دوران مجھے خیال تک نہ آیا کہ حضرت کا تو وصال ہو چکا ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر باہر آئے تو موسم بڑا سہانا تھا ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ سرکار تانگے پر بیٹھ کر تشریف لے گئے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ جاگتی آنکھوں کا ہے کیونکہ خواب کی ایسی کیفیت نہیں ہوتی، ہاں خواب اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں جب سرکار تشریف لائے میں دوکان پر تھا آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو دوکان پر بیٹھا پایا۔ اس نے اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا میں نے اس کو روکا۔ ایسی راز کی باتیں ہر کسی کو بتانے والی نہیں ہوتیں۔

میں نے نواب دین سے اس شخص کا اتہ پتہ پوچھا۔ کیا کرتا ہے کہاں رہتا ہے تو اس نے ان تفصیلات سے لاعلمی کا اظہار کیا البتہ اس کا نام اور حلیہ بتا دیا۔ بڑی کوشش کے بعد اس کا کھوج لگ گیا۔ میں پھر نواب دین کے پاس گیا اس کو بتایا کہ میں عبدالغفور نامی اس شخص تک پہنچ گیا ہوں وہ خانیوال میں رہتا ہے۔ لاری اڈا میں ان کی سپیئر پارٹس کی دوکان ہے۔ چنانچہ ایک دن اس واقعہ کی تصدیق کے لئے عبدالغفور کے پاس پہنچا۔ جب ان سے اس واقعے کی تصدیق چاہی جو نواب دین کی زبانی مجھے معلوم ہوئی تھی تو وہ تو خاموش ہو گئے اتنا بتایا کہ اب میں سعیدی ہوں سرکار کے وصال کے تقریباً دس سال بعد تک حیات رہے۔ جانشین امام اہل سنت بھی کئی بار ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ (۹۷)

اور یہ کہنا کہ سستی چھوڑ دو

کرم الٰہی ظفر بیان کرتے ہیں کہ میرا یہ دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ ایمان افروز ہے۔ اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہے۔ وہاڑی میں دو ہستیاں

ایسی تھیں جن کی صحبت میں میرا زیادہ وقت گزرتا تھا ان میں سے ایک حضرت حاجی محمد شریف نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جن کے پیچھے میں نمازیں ادا کرتا تھا۔ حاجی صاحب قبلہ حضرت خواجہ محمد اکبر (پاکپتن) کے خلفاء میں سے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے ظفر میں آپ کو خوشخبری سناؤں۔ قبلہ صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی کی شادی خانہ آبادی میرے مرشد کے خاندان میں ہو رہی ہے۔ ہے نا یہ خوشی کی بات، چشتی اور نقشبندی ایک ہو گئے ہیں۔ دوسری ہستی سید خادم حسین شاہ صاحب کی تھی۔ میرے ان کے ساتھ زیادہ نیازمندانہ تعلقات تھے کیونکہ کاظمی خاندان کی ان کے دل میں زیادہ قدر و منزلت تھی۔ جب بھی کاظمی خاندان کی کوئی شخصیت وہاڑی تشریف لاتی شاہ صاحب زیارت کے لئے پہنچ جایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں ان پر فالج کا اٹیک ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وصال فرما گئے، میں اکثر مزاج پرسی کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک دوست شاہ صاحب کو مل کر آیا۔ اور کہا کہ میں حضرت خادم حسین شاہ کی مزاج پرسی کے لئے گیا تھا انہوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے میں شاہ صاحب کی طرف سے اور آپ کے مرشد حضور غزالی زماں کی طرف سے آپ کو سلام پہنچا دوں۔ سن کر بڑی خوش گوار حیرت کا شکار ہو گیا۔ شاہ صاحب کا سلام تو سمجھ میں آ گیا لیکن مرشد کریم کا سلام مجھ جیسے گنہگار کو وہ بھی وصال کے چھ سال بعد یہ کیا ماجرا ہے میں اس حقیقت کو جاننے کے لئے فوراً شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دیکھتے ہی شاہ صاحب نے مبارک دی اور فرمایا رات کو امام اہل سنت کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا "ظفر صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ سستی چھوڑ دو"۔ (۹۸)

یہ ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں

بہاولپور کے ایک شہری سید مظہر حسین شاہ صاحب حضرت قبلہ کے نہایت محبوب اور عزیز مرید تھے اور اکثر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ جب وہ حاضری کے لئے آئے تو ان کے ہمراہ ایک خوش شکل خوش اطوار نوجوان تھا جس نے مغربی طرز کا لباس پہنا ہوا تھا۔ سید مظہر حسین شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت یہ ڈاکٹر خالد حمید صاحب ہیں اور آپ سے بیعت کے خواہاں ہیں۔ حضرت غزالی دوراں نے ان کو کمرے میں طلب فرمایا، تقریباً آدھ گھنٹے بعد باہر تشریف لائے۔ گرمیوں کے دن تھے، اس کمرے میں شاید پنکھا بھی نہ تھا، بہر حال حضرت پسینے سے شرابور تھے۔ سید مظہر حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر خالد حمید صاحب تشریف لے گئے تو حضرت نے مجھ سے فرمایا۔ ''بھئی حافظ صاحب آپ جانتے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟'' میں نے عرض کی مظہر حسین شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ یہ ڈاکٹر ہیں، حضرت نے فرمایا ''ارے بھئی ڈاکٹر تو ہیں لیکن یہ ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں''۔ میں نے وضاحت چاہی تو پھر فرمایا ''جب میں نے ان کا ہاتھ بیعت لینے کی غرض سے اپنے ہاتھ میں لیا تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حافظ صاحب میں نے انہیں بیعت تو کر لیا لیکن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بڑی بھاری ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے''۔ (۹۹)

والد کی نصیحت

کرم الٰہی ظفر مزید فرماتے ہیں کہ یہ تو واقعات تھے باپ، استاد اور پیر و مرشد کے آداب کے، اب صرف ایک ہستی رہ گئی ہے ماں کی۔ کیونکہ والدین میں باپ اور ماں دونوں آتے ہیں۔ ماں جیسی مقدس ہستی کا ادب کس طرح کیا جائے۔ مرشد کریم کی اہلیہ محترمہ کس طرح ادب کرتی ہیں۔ یہ اندرونی معاملہ ہے جسے صرف سن ہی سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع بھی فراہم کر دیا۔ وہ یوں کہ وہاڑی شہر میں ایک پیر بھائی محمد صدیق پریمی (اب مرحوم) کی اہلیہ محترمہ کافی

عرصہ سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ علاج معالجہ کے باوجود شفایابی نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن میں نے انہیں مشورہ دیا۔ پریمی صاحب مرشد کریم تو پردہ فرما گئے ہیں۔ امی حضور کا سایہ تو ابھی تک قائم ہے۔ کسی دن دعا کے لئے انہیں (یعنی اپنی اہلیہ کو) آستانہ عالیہ پر لے جائیں۔ امی حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرمائے گا۔ انہیں میری تجویز پسند آئی اور پروگرام بنا لیا۔ میں نے کہا پریمی صاحب آستانہ عالیہ پر حاضری کے کچھ آداب ہیں۔ اہلیہ محترمہ کو کہیں وہ ان آداب کو ملحوظ رکھیں باوضو حاضری دیں جتنی دیر وہاں رہیں باوضو رہیں اگر اس دوران وضو کی حاجت پیش آ جائے تو اندر ہی وضو کا انتظام بھی ہے۔ شام کو پریمی صاحب خوشی خوشی میرے پاس تشریف لائے اور وہاں کے روح پرور مناظر کے احوال سنائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے اور اس کا بڑا کرم ہے جس نے ایسے در کی غلامی نصیب فرمائی جس کا کوئی ثانی نہیں۔ گھر پہنچتے ہی اس نے سب بچوں کو اکٹھا کیا اور نصیحت کی۔ بچو یہ چند روزہ زندگی ہے، دائمی زندگی اس کے بعد شروع ہو گی آپ سب کاظمی سرکار کے در کے غلام بن جاؤ اپنی عاقبت کو سنوار لو۔ ایسا عظیم در آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

وہ (پریمی صاحب کی اہلیہ) بتاتی ہیں جب امی حضور کی خدمت اقدس میں حاضری ہوئی آپ علیل تھیں۔ سہارے سے تشریف فرما تھیں۔ تسبیح پڑھ رہی تھیں، میں تنظیم تکریم کے بعد ایک طرف بیٹھ گئی۔ بڑا روح پرور منظر تھا دنیا کے تفکرات ختم ہو گئے تھے۔ وہاں سکون ہی سکون تھا بلکہ وہاں کی دنیا ہی دوسری تھی۔ ایک وقت ایسا آیا امی حضور نے فرمایا بھئی مجھے وضو کون کرائے گا۔ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے میں نے فوراً جواب دیا۔ امی حضور میں وضو کراؤں گی۔ سن کر آپ خاموش ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا امی حضور میں وضو

سے ہوں، اس پر امی حضور نے فرمایا پھر آپ وضو کرائیں۔ یوں میں نے زندگی کی سب سے بڑی سعادت حاصل کی۔ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ میرے پیر و مرشد جانشین امام اہل سنت غزالی زماں حضرت علامہ پروفیسر سید مظہر سعید شاہ کاظمی صاحب نماز سے فارغ ہو کر اندر تشریف لائے امی حضور کو سلام کیا، ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر اہل خانہ سے دریافت فرمایا۔ کیا امی حضور کھانا کھا چکی ہیں؟ جواب ملا ابھی نہیں سن کر آپ نے فرمایا۔ امی حضور کا کھانا بھیج دیں ساتھ ہی میرا کھانا بھی۔ آپ نے دست مبارک سے لقمے بنا بنا کر کھلانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد قبلہ سید حامد سعید شاہ صاحب کاظمی بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے بھی سلام کیا امی حضور کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ دوسری طرف تشریف فرما ہو گئے۔ یوں دونوں نے باری باری کھانا کھلایا۔ بڑا روح پرور منظر تھا۔ والدہ محترمہ کا ایسا ادب نہ کہیں سنا تھا اور نہ دیکھا۔ اس حسن سلوک نے مجھے بڑا متاثر کیا اور اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کیا ایسی عظیم درگاہ کی غلامی نصیب فرمائی جس کی مثال محال ہے۔

میں ان ایمان افروز واقعات کو سن کر بہت محظوظ ہوا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس در کی غلامی نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خانوادہ کو ایک منفرد اور انوکھی شان کے ساتھ قیامت تک آباد و شاداب رکھے۔ (آمین)۔

یوں والدین، استاد اور پیر و مرشد کے آداب کی تھیوری جس کی حقیقت اس سے قبل صرف الفاظ میں پوشیدہ تھی عملی صورت (پریکٹیکل) میں آشکارا ہوئی۔ (۱۰۰)

میرے دل کی دنیا بدل گئی

عبدالستار اعجاز سعیدی فرماتے ہیں کہ بہت عرصہ گزر چکا شاید میں آٹھویں یا نویں کلاس کا طالب علم تھا اور گورنمنٹ ہائی سکول ٹیل والا میں زیر تعلیم تھا۔ یہ غالباً 1966ء یا 1967ء کی بات ہے کہ حضور امام اہل سنت چک نمبر

117/D.B بنگلہ ٹیل والا تحصیل یزمان ایک جلسہ میلاد سے خطاب فرمانے کے لئے وہاں تشریف لائے۔ میرے ایک کلاس فیلو محمد طارق ولد فتح محمد نے ہمارے سکول کے ایک ٹیچر مولوی محمد یعقوب جو کہ دیوبندی عالم تھا سے کوئی سوال پوچھا جبکہ مولوی مذکور کسی دوسرے سکول کے ٹیچر کے ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے تو اس نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی متوقع آمد کے بارے میں بتایا کہ یہ سوال کل ان سے پوچھنا، تو میں بھی شوق دیدار میں جلسہ میں حاضر ہوا خطاب تو سمجھ کم آ رہا تھا مگر میں چہرہ شریف کے حسن و جمال کو دیکھتا رہا۔ جلسہ ختم ہوا جونہی حضرت سٹیج سے نیچے تشریف لائے تو مذکورہ مولوی صاحب نے بڑھ کر حضرت والا شان کے ہاتھوں کو چوما میری نگاہیں یہ منظر دیکھتی رہیں۔ مجھے بھی حضرت کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مگر اس سے بڑھ کر نہیں کہ یہ ایک سید عالم دین ہے۔ میرے ذہن کی پرواز اس سے آگے نہ جا سکی اور میں بھی اپنے گھر چک نمبر 61/DB تحصیل یزمان، ضلع بہاولپور چلا گیا۔

وقت گزرتا رہا میں نماز پڑھنے کے لئے غیر مسلک والوں کی مسجد میں اکثر جاتا رہتا تھا بسا اوقات اذان کہنے کا موقع بھی مل جاتا۔ دیوبندیوں سے چونکہ میرے بھی اچھے مراسم تھے۔ میرے گھر کے سارے بزرگ وافراد سنی بریلوی مسلک کے پابند تھے۔ گیلانی سادات سے عقیدت و بیعت رکھتے تھے اور اکثر مجھے فرمایا کرتے تھے کہ غیر مسلک امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور میں ان کی یہ بات یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ خود نماز پابندی سے پڑھتے نہیں اور جو پڑھتے ہیں گو کہ وہ دیوبندی ہیں۔ کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ یہ کیسی بات ہے، وہ ہم سے اچھے ہیں کہ باجماعت نماز کا اہتمام کر رہے ہیں۔ بس بزرگوں کی بات سنی ان سنی کر دیتا اور اپنی ہی سوچ میں مگن رہتا اور ان کے ساتھ مراسم کو قائم رکھا۔ یہاں

تک کہ ان کے ساتھ ایک مرتبہ تبلیغ کے لئے بھی گیا مگر میرے بزرگ متواتر مجھے سمجھاتے رہتے۔ دعا فرمائیں کہ میرے جو بزرگوار اس دنیا فانی سے چلے گئے اللہ تعالیٰ جلہ جلالہٗ ان کی قبور کو جنت کا باغ بنائے اور جو بقیہ حیات ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان وصحت کے ساتھ ان کے ظل عاطفت کو دراز فرمائے۔ آمین۔

میرے محترم بزرگوں کے متواتر اصرار نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ ذہن میں ایک خلجان سا پیدا ہوا۔ بزرگوں کے فرمان کے خلاف عمل کر کے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا احساس ہونے لگا۔ تو میں نے اپنے حقیقی پروردگار رب العالمین کی بارگاہ الوہیت و رحمت میں راہ حق پر چلنے کے لئے متواتر دعائیں شروع کیں (اور یہ غالباً 1973ء کی بات ہے) کہ اے خدائے لم یزل تو وحدہٗ لاشریک ہے۔ میں تیرا گنہگار بندہ ہوں۔ راہ بھولا ہوں، راہ حق کا متلاشی ہوں، دستگیری فرما مجھے ہلاک ہونے سے بچالے مجھ پر رحم فرما بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے اور مجھے تو ایسا رہبر عطا فرما جس کے ذریعے میرا ایمان بچ جائے۔ تیری اور تیرے حبیب ﷺ کی محبت کی راہیں کھل جائیں۔ تو یقین فرمایئے کہ پندرہ یوم میں مجھے متعدد بار حضرت امام کاظمی علیہ الرحمت الرحمان کی خواب میں زیارت باسعادت ہوئی لیکن میں یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا یہ وہ ہستی ہے جس کو میں نے کئی سال پہلے چک 117/D.B کے جلسہ میلاد شریف میں خطاب فرماتے دیکھا تھا کہ جن کا انتخاب میرے اللہ جل مجدہٗ الکریم نے میری رہنمائی کے لئے فرمایا۔ حضرت کے بارے میں احباب سے پوچھتا رہتا۔ شوق دیدار نے دل میں ایک طلاطم پیدا کر رکھا تھا۔ شوق ملاقات کے جذبات شدت اختیار کر گئے۔ آخر پتہ چلا کہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں اہل سنت کے امام اور سید زادہ والا مرتبت شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہیں۔ تو ان کی خدمت میں حاضر

ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس وقت میرے گھر چک 61/D.B تحصیل منڈی یزمان میں ایک سید محمد شریف شاہ صاحب گیلانی رحمتہ اللہ علیہ مہمان موجود تھے۔ میں نے تازہ تازہ محکمہ بلڈنگ بہاولپور میں ملازمت اختیار کی تھی۔ تو مہمان شاہ صاحب میرے پاس بہاولپور تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور حضرت قاضی منظور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو اس وقت غالباً لائبریری کے انچارج تھے کے پاس لے گئے اور ان سے میری خواہش کا اظہار فرمایا۔ اس وقت انہوں نے ایک بات حضرت غزالی زماں کے بارے میں فرمائی تھی۔ جو لفظ بلفظ مجھے یاد ہے فرمایا کہ ''فی زمانہ جتنا قرب حضور حضرت کاظمی شاہ صاحب کو ہے اور کسی کو نہیں''۔

ہم تینوں حضرت امام اہل سنت کے دفتر کی طرف چل دیئے۔ دفتر کے باہر ملازم تشریف رکھتا تھا۔ حضرت قاضی صاحب نے اس سے فرمایا حضرت سے اجازت لے کر آؤ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ اندر گیا اور تھوڑی دیر میں اجازت لے کر باہر آیا اور ہمیں حاضر ہونے کے لئے کہا۔ یقین فرمایئے کہ جونہی ہم حضرت علیہ رحمت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے دل کی دنیا بدل گئی اور مجھے یقین آ گیا کہ متواتر کئی بار میرے خوابوں میں آنے والی یہی یکتا روزگار ہستی ہے۔ تو حضرت قاضی صاحب کے کہنے پر کہ یہ نوجوان بیعت ہونا چاہتا ہے۔ حضرت مسکرائے اور بیعت کے لئے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں لے لیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ صابریہ میں بیعت فرما کر فرمایا کہ تم بزرگوں کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے ہو اور چند نصیحتیں فرمائیں۔ کچھ دیر بیٹھے رہے اور فرمایا شجرہ مبارک گھر پر ہے اور پھر ہمیں اجازت فرمائی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت کو میرے ایمان کی حفاظت کے لئے میرا مربی مقرر فرمایا اور پھر

ملاقاتوں اور میری عقیدتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ (۱۰۱)

بارش بند ہوگئی ہے

جناب عبدالستار اعجاز سعیدی لکھتے ہیں کہ سال اچھی طرح یاد نہیں شاید یہ 1976ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ میں اور میرے گاؤں چک 61/D.B تحصیل یزمان منڈی میں واقع مدرسہ غوثیہ سعیدیہ تعلیم القرآن کے مدرس و امام ملتان شریف انوارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں حاضری کے لئے ملتان شریف حاضر ہوئے۔ میرے وہ ساتھی امام صاحب کئی سال ہوئے اس دنیا فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل ان کو اپنے قرب رحمت میں جگہ اور بلندی درجات عطا فرمائے (آمین)۔ ان کا ایک دوست ملتان شریف میں رہائش پذیر تھا تو قیام کے لئے ان کے ہاں چلے گئے نماز عشاء ادا کرنے کے بعد جلسہ گاہ واقع قلعہ کہنہ قاسم باغ ہم تینوں ساتھی پیدل چلے۔ پیدل چلنے میں سفر کافی محسوس ہو رہا تھا۔ میرا ناقص اندازہ ہے کہ سفر تقریباً 3 کلومیٹر ہوگا۔ آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ گرج چمک تھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کبھی ارادہ کرتے کہ واپس رہائش گاہ چلے جائیں مگر پھر خیال آتا کہ اتنی لمبی مسافت طے کرنے کا مقصد فوت ہو جائے گا اور کچھ حاصل بھی نہ ہوگا۔ تو بہرصورت جلسہ گاہ میں جانا چاہیے اولیاء اللہ اور علمائے کرام کی زیارت ہو جائے گی۔

ذہن میں خیالات ابھرتے رہے اور ہم چلتے رہے کہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ قاری غلام رسول صاحب تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت غزالی زماں اور دیگر علمائے کرام سٹیج پر جلوہ فگن تھے کہ بادل کی گرج چمک اور ہوا کے ساتھ ہلکی بارش شروع ہوگئی۔ عوام میں کچھ اضطراب ہوا تو مجاہد ملت حضرت مولانا حافظ محمد شفیع صاحب نے سپیکر پر اعلان فرمایا کہ غزالی زماں کا خطاب ہوگا کما آپ لوگ

سنیں گے۔ قبلہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ اگر بارش ہوئی تو ہم نے پھر کہا کہ ضرور سنیں گے۔ حضرت قبلہ حافظ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں لوری والا نعتیہ کلام پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت غزالی زماں سٹیج سے اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ یقین فرمایئے کہ ہم پریشان ہو گئے۔ چند لمحات کے بعد حضرت غزالی زماں بارش میں ہی سٹیج پر دوبارہ تشریف لے آئے۔ کسی نے کہا کہ حضرت غزالی زماں حضور شاہ رکن عالم نوری حضوری رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر آئے ہیں۔ تو میرے حضرت نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ بارش بند ہو گئی ہے تو حافظ صاحب نے اعلان فرمایا کہ حضرت غزالی زماں فرما رہے ہیں کہ بارش بند ہو گئی ہے۔ تو ہم نے فوراً شامیانوں سے باہر دیکھا تو یقیناً بارش اور بادل کی گرج چمک بند ہو چکی تھی۔ ہاں شامیانوں سے تھوڑا تھوڑا پانی ضرور ٹپک رہا تھا۔ دوسرا اعلان فرمایا کہ حضرت غزالی زماں فرما رہے ہیں کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں اطمینان سے پہنچ جائیں گے۔

حضرت قبلہ حافظ صاحب نے پھر ایک بات تین مرتبہ سپیکر پر اپنے دائیں ہاتھ سے ایک دفعہ مجمع کی طرف اور دوسری مرتبہ حضرت کاظمی لجپال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی۔

اے دیکھنے والو اب دیکھ کر ہی تو مان لو!
اے دیکھنے والو اب دیکھ کر ہی تو مان لو!
اے دیکھنے والو اب دیکھ کر ہی تو مان لو!

اور مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے اکابر سے سنا ہے کہ حضور غزالی زماں کے پاس علم لدنی ہے۔

اس تحریر میں میں نے حضرت حافظ صاحب کے بالکل وہی الفاظ نقل کیے ہیں جو کہ حضرت حافظ صاحب نے ارشاد فرمائے تھے۔ اس کے بعد حضور

غزالی زماں نے مخصوص انداز میں خطاب و دعا فرمائی ہم پیدل اپنی رہائش گاہ کی طرف چل دیئے آہستہ آہستہ چلتے قیام گاہ پہنچ کر چارپایوں پر لیٹے ہی تھے کہ بارش پھر آنا شروع ہوگئی۔ (۱۰۲)

فکر نہ کریں خدا گھر سے پوری کرے گا

جناب عبدالستار اعجاز سعیدی فرماتے ہیں کہ 1978ء میں ہمارے معاشی حالات کشیدہ ہو گئے۔ اس وقت سونے کا بھاؤ تقریباً 725 روپے فی تولہ تھا۔ زیور بیچ کر قرض اتارنے کے علاوہ تقریباً 50,000 روپے کا قرض باقی تھا۔ گاؤں میں واقع اپنا زرعی رقبہ مستاجری پر محمد دین نامی شخص کو دے رکھا تھا۔ پانی کی قلت کی وجہ سے گندم صرف تقریباً 25 من ہوئی۔ اس میں نصف مستاجری میں محمد دین صاحب کی تھی جو باقی ہمارے حصہ میں آئی اس سے 7 من ہم نے ایک شخص بشیر احمد چکی والے سے لے رکھی تھی جو اسے لوٹانی تھی۔ قرض لینے والے پریشان کرتے تھے۔ گھر 8 افراد کا نان نفقہ مہیا کرنا ہوتا تھا پریشانی کا عالم رہتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان دنوں ہمارے ہاں محمد رمضان صاحب چک نمبر 34/DNB سے مہمان تشریف لائے تھے۔ ان کی بائیسکل پنکچر ہوگئی۔ پنکچر لگوانے کے لئے گھر کے قریب دوکاندار محمد ارشد کو سائیکل دیا۔ پنکچر لگانے کے بعد اس نے پیغام بھیجا کہ 8 آنے دے جاؤ اور سائیکل لے جاؤ۔ ورنہ سائیکل کھڑی ہے۔ بہرکیف بمشکل آٹھ آنے بھجوا کر سائیکل منگوالی۔ حالات نے اس قدر پریشان کر رکھا تھا کہ برداشت نہ ہو رہا تھا۔ پریشان اور مجبور ہو کر ملتان شریف حضرت شیخ کریم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور مجبوری عرض کی تو میرے حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ: ''فکر نہ کرو خدا گھر سے پوری کرے گا''۔

اجازت لے کر واپس گھر چک 61/D.B تحصیل منڈی یزمان روانہ ہوا۔ بس میں سوار پریشانی کا عالم، متواتر سوچ کہ سر پر اتنا قرض ہے۔ گھریلو

اخراجات کا بوجھ بھی ہے کسی سے لینا بھی نہیں اس صورت میں گھر سے کیسے پوری ہو گی۔ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا اسی پریشانی کے عالم میں گھر پہنچا۔ اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا۔ پریشانی میں وقت گزرتا رہا۔ آئندہ سال اپنے گاؤں کے چند دوستوں اور ایک بزرگ محمد طفیل صاحب سے مل کر گندم کا بیوپار شروع کیا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے جو انشاء اللہ پھر کبھی عرض کروں گا۔ یہ بیوپار گندم کے بعد دوسری اجناس میں بھی جاری رکھا۔ تو اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے اپنے کرم اور اپنے حبیب علیہ السلام کے طفیل اور میرے شیخ نعمت کی دعا کے صدقہ میں مجھے اتنی روزی عطا فرمائی کہ سب قرض بھی اُتر گیا۔ گھریلو فرائض بھی ادا کئے معاشی حالت ٹھیک ہو گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرے حضرت نے جو فرمایا تھا کہ فکر نہ کریں خدا گھر سے پوری کرے گا۔ اس دعا کا ظہور ہوا ہے۔ اس کے بعد غلہ منڈی یزمان میں حضرت علیہ الرحمہ کی نسبت سے کاظمی کمیشن شاپ کے نام سے دوکان بنائی۔ الحمدللہ حالات بہتر ہی رہے۔ (۱۰۳)

میں سب کو لے کر جا رہا ہوں

جناب عبدالستار اعجاز سعیدی فرماتے ہیں کہ میرے پیارے پیر بھائیو! غیور سنی مسلمانو میں اپنے کریم کی عنایات کے بارے میں کیا عرض کروں۔ غالباً 1976-77ء کی بات ہے کہ میں ڈائریکٹر سرکل ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ بہاولپور واقع سٹیلائٹ ٹاؤن میں برائے سٹینو ملازمت کر رہا تھا۔ اخبار میں پڑھا کہ آج حضرت شیخ کریم، مدنی تاجدار امت کے غمخوار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری سعادت حج کے لئے جا رہے ہیں۔ وقت دیکھا تو خیال آیا کہ ملتان شریف نہیں پہنچ سکتا۔ حاضری کے لئے فوراً ٹیلی فون کیا۔ خوش قسمتی کہ میرے مرشد کریم نے ہی ٹیلی فون اٹھایا تو میں نے طلب حاضری کی دلی خواہش ظاہر کر

دی۔ جواباً فرمایا کہ حاضری ہوگئی۔ مزید فرمایا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ میرے لئے دعا کریں میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ نعمت و عظمت میں اکیلا نہیں جا رہا۔ بلکہ سب کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ ہوا کچھ یوں کہ میں رات کو سو رہا تھا رات کا پچھلا پہر تھا۔ خواب میں مدنی لجپال آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کریمی میں حضرت کاظمی کریم کی معیت میں کچھ دوسرے دوستوں کے ساتھ حاضری نصیب ہوئی۔ میں نے خواب میں ہی بارگاہ شہنشاہ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم میں با آواز بلند درود و سلام کے کلمات پڑھنا شروع کر دیئے۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ..... ان کلمات مقدسہ کے ساتھ ہی میں بیدار ہو گیا۔ میری زبان پر یہ مقدس درود و سلام کے کلمات با آواز بلند جاری تھے۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ سارا دن خوشی اور مسرت میں گزرا۔ حضرت مرشد پاک کی ملتان شریف واپسی پر حاضری کے لئے مکان واقع شاداب کالونی حاضر ہوا۔ واقعہ عرض کیا تو فرمایا کہ میں جاتے وقت کہہ کر گیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اکیلا نہیں جا رہا۔ بلکہ میں سب کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ یہ اور بھی اچھا ہوا کہ آپ روحانی طور پر وہاں پہنچ گئے یہ میرے حضرت کے الفاظ ہیں جو میں نے نقل کئے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور میرے اہل خانہ اور سب سنی بھائیوں کو بار بار حرمین طیبین کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین۔ (۱۰۴)

آپ کو ضروری کام ہے

عبدالستار اعجاز سعیدی یزمان بیان فرماتے ہیں کہ اوائل 1974ء کی بات ہے کہ میرے گاؤں کا ایک دوست بشیر احمد نامی میرے پاس ون یونٹ بہاولپور تشریف لایا اور بتایا کہ وہ ایک کپڑے کی مل میں کام کرتا تھا۔ بیمار ہونے

کی وجہ سے گھر آ گیا۔ کافی عرصہ گھر ہی رہا جب وہ دوبارہ مل حاضری کیلئے گیا تو دفتر والوں نے اس سے میڈیکل سرٹیفکیٹ کا مطالبہ کیا اس نے مجھے اپنے ساتھ رفیع قمر ہسپتال جانے کو کہا کہ وہاں اس کا دوست محمد لطیف نامی ہے۔ جو اس کی مدد کر سکتا ہے میں اس کے ساتھ ہولیا۔ سیدھے رفیع قمر ہسپتال پہنچے مگر وہاں اس کا دوست نہ مل سکا۔ واپسی اختیار کی میں نے اس سے گزارش کی کہ میری سرکار پیر و مرشد کی رہائش گاہ یہاں سیٹلائٹ ٹاؤن میں قریب ہی واقع ہے۔ مجھے وہاں نماز مغرب ادا کرنی، حاضری دینی اور دست بوسی کا شرف حاصل کرنا ہے۔ تو میں نے ٹیچر ٹریننگ بہاولپور کے مغربی جانب چلنے والے صاف پانی کے نالے سے وضو کیا جب ہم حضرت علیہ الرحمہ کی کوٹھی پر پہنچے تو نماز مغرب کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضور مرشد کریم خود امامت فرما رہے تھے۔ بشیر صاحب نے مجھے کہا کہ میں چلتا ہوں تم جلدی آ جانا۔ میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا۔ فراغت نماز کے کچھ دیر بعد حضرت کاظمی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلام عرض کیا۔ دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میری سرکار نے مجھ سے میری اور میرے گھر والوں کی خیرت دریافت کی۔ میں چاہ رہا تھا کہ صحبت مرشد پاک میں کچھ دیر بیٹھا رہوں۔ کہ چند لمحوں کے بعد حضرت نے فوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے فرمایا کہ آپ کو کوئی ضروری کام ہے۔ میں دعا کرتا ہوں اور مجھے خود ہی جانے کی اجازت دے کر فرمایا کہ آپ جائیں۔ میں وہاں سے دن یونٹ کی طرف چل دیا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بشیر احمد صاحب وہاں کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ تم نے اتنی دیر لگا دی میں کب سے تیرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے جواباً کہا تو نے مجھے اپنے حضرت کی بارگاہ نعمت میں کچھ وقت بیٹھنے بھی نہ دیا۔ (۱۰۵)

چارپائی پر بیٹھ کر پڑھو

عبدالستار اعجاز سعیدی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک واقعہ حضور بہتی وقت امام اہلسنت حضور مرشد کریم قدس سرہ العزیز کی یاد میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب علیہ رحمت المنان جو اس وقت کینٹ سکول بہاولپور میں ٹیچر بھی تھے کے حوالے سے پیش کر رہا ہوں۔ عرصہ دراز ہوا ایک جلسہ سے خطاب کے دوران انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ میں حضور غزالی زماں علیہ الرحمت المنان کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کہ حضرت صاحب نے چارپائی پر لیٹ کر آرام فرمانا شروع کیا۔ کچھ ہی دیر میں گہری نیند سو گئے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کے قدموں کی طرف نیچے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ فرمایا کہ میں آہستہ آہستہ درود شریف پڑھ رہا تھا کہ اچانک حضور کاظمی کریم اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ارے مولانا ارے مولانا (یہ حضرت کا مخصوص مشفقانہ کلام تھا کہ چھوٹے طالب کو بھی مولانا فرمایا کرتے تھے) کیا کر رہے ہو، کہاں میں اور کہاں میرے آقا کا نام مبارک، اگر کچھ پڑھنا ہے تو میرے سر کی طرف چارپائی بیٹھ کر پڑھو۔ (۱۰۶)

میں تو زیارت کرنا چاہتا ہوں

عبدالستار اعجاز سعیدی ہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں میرے والد محترم اور ایک بزرگ غلام علی صاحب حضور شیخ کریم کی بارگاہ عظمت میں ملتان شریف ایک جھوٹے مقدمہ سے خلاصی کیلئے دعا کروانے حاضر خدمت ہوئے کہ اللہ رب العزت عزوجل ہمیں اس مقدمہ میں بری فرما دے۔ غالباً یہ نماز عصر کے بعد کی بات ہے کہ حضرت والا مرتبت ہمارے پاس گھر سے باہر صحن میں تشریف لائے۔ ہمیں دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو شیخ کریم نے ہم سے گھر

کی خیریت دریافت فرمائی۔ ہم نے کیس کے متعلق عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہ، ہمیں اس جھوٹے مقدمے سے بری فرمادے۔ تو حضور شیخ کریم نے تھوڑی دیر مراقبہ فرمایا۔ اور پھر آنکھیں کھول کر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ آپ کو اس مقدمہ سے بری فرمائے۔ اور ساتھ ہی رات قیام کرنے کا حکم فرمایا۔ تو ہم وہیں حضرت شیخ طریقت کے در دولت پر رات کیلئے ٹھہر گئے۔ وہیں ہم نے لنگر شریف تناول کیا۔ بعد نماز عشاء حضور علیہ الرحمت اندر چلے گئے آپ کے جانے کے بعد ہمیں چارپائیاں مل گئیں اور ہم ان پر لیٹ گئے۔ مگر مجھے نیند نہ آرہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ شیخ کریم باہر ہمارے پاس تشریف لائیں اور میں کچھ دیر اور زیارت کرلوں ایسے میں حضرت والا عظمت دوبارہ باہر تشریف لائے اور واپس ہو گئے۔ اس حال میں کہ میں جاگتے ہوئے انتظار میں تھا۔ جب تیسری بار سرکار باہر تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اگر آپ نہیں سوتے تو میں باہر نہیں آؤں گا۔ میں نے فوراً دست بستہ عرض کیا کہ حضور نہیں آپ تشریف لائیں میں تو آپ کے پاؤں دبانا اور زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ خیر مرشد پاک نے میری یہ گزارش قبول فرمائی اور اپنی چارپائی پر لگے ہوئے بستر شریف پر آ کر لیٹ گئے۔ تو میں حضرت کے قدموں میں چارپائی پر بیٹھ گیا اور پاؤں دبانے لگا۔ کچھ دیر بعد حضرت علیہ الرحمت نے فرمایا کہ اب آپ لیٹ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور پہلے تو جب دل بیقرار ہوتا تھا تو آپ کی خواب میں زیارت ہو جایا کرتی تھی لیکن اب یہ سلسلہ کچھ دیر سے منقطع ہے۔ کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف فرمادیجئے۔ تو میرے مرشد کریم نے جو فرمایا وہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ۔ ''آپ مجھے جتنے پہلے محبوب تھے اتنے ہی آج بھی محبوب ہیں'' بس پھر میں بھی حضرت کی اجازت سے اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔ صبح نماز فجر کے بعد اجازت ملنے پر ہم اپنے گھر چک 61/DB منڈی یزمان بہاولپور (اس

یقین کے ساتھ کہ ولی کامل کی دعا سے ہمارے خلاف مقدمہ خارج ہو جائے گا ان شاء اللہ روانہ ہو لئے) تو غالباً دوسری یا تیسری پیشی پر وہ مقدمہ خارج ہو گیا اور ہم باعزت بری ہو گئے۔ (۱۰۷)

یہ فقیری نہیں تو اور کیا ہے

عبدالستار اعجاز سعیدی مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے دفتر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ سرکل بہاولپور کے دو دوست محمد اکرم اور محمد اسلام بیگ مظفر گڑھ ان کے کسی کام کی غرض سے گئے۔ رات وہیں مظفر گڑھ میں قیام کیا۔ صبح ملتان شریف آئے تو حضرت والا کے در دولت پر حاضر ہوئے برآمدہ کے ساتھ ملحق جنوبی کمرہ میں کچھ مہمان حضرت والا شان کی خدمت اقدس میں حاضر تھے تو میرے ان دونوں ساتھیوں نے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ان مہمانوں کے جانے کے بعد ہمیں اس کمرہ میں اندر بلا لیا گیا، تو ہمارے لئے سپیشل چائے اور پیسٹریز آئیں، میں نے چاہا کہ میں خود چائے ڈال کر دوسرے ساتھیوں کو پیش کروں۔ مگر میرے اصرار کے باوجود حضرت نے مجھے روک دیا۔ اور خود اپنے دست محبت سے چائے اور پیسٹری میرے دوستوں کو عطا فرمائیں، اور میں نے حضرت سے ان دوستوں کے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت والا شان نے ان سے فرمایا کہ باہر سے وضو کر کے آؤ۔ وہ دونوں وضو کر کے آ گئے، تو حضرت نے بیعت فرما لیا، اندر کافی دیر تک عربی میں دعا فرمائی، پھر ہم نے اجازت لی اور بہاولپور آ گئے۔ اسلام بیگ کے ذہن میں نہ جانے کیوں خبث پیدا ہوا اس نے اپنے دوستوں سے کہنا شروع کر دیا کہ یہ کیسی فقیری ہے، اتنی بہترین کوٹھی اور ایسے اعلیٰ اور بہترین برتن فقیری کو اس سے کیا علاقہ۔ تو میں نے اسے کافی سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم جیسے ناچیزوں کو بھی کمرہ کے اندر بلایا گیا، انہیں ایسے اعلیٰ برتنوں کے ذریعے کیسے اچھے طریقہ سے مہمان نوازی کی

گئی۔ یہ فقیری کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے کہ یہ شاہانہ چیزیں ان کی نگاہ میں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں، لیکن اس وقت وہ باز نہ آیا۔ اور اپنے خبث باطن اور غلط لوگوں کی صحبت میں بغض وعناد کا شکار ہوتا چلا گیا چنانچہ کچھ دنوں بعد وہ بے روزگار ہوکر دربدر کی ٹھوکریں کھانے اور پریشان رہنے لگا۔ اب اس کا حال مجھے معلوم نہ ہے کہاں ہے اور کس حال میں ہے، جبکہ محمد اکرم صاحب اب بھی صاحب وقار اور خوش وکرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (۱۰۸)

انگوٹھی پچھلے شخص کی جیب میں ہے

عبدالستار اعجاز سعیدی مزید بیان فرماتے ہیں کہ برادران طریقت! ایسی یگانہ روزگار ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ حضور آفتاب اہل سنت راز دار اسرار ولایت نے ایسے وقت میں امت رسول عربی الہاشمی علیہ السلام کی رہنمائی فرمائی۔ جب باطل طاقتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ عطاء اور کرم رسول اللہ ﷺ اور فیضان اولیاء علیہم الرحمہ کے خلاف میدان عمل میں تھیں۔

عرصہ دراز کی بات ہے کہ ون یونٹ سٹاف کالونی بہاولپور میں بعد نماز عشاء پلاٹ میں ایک جلسہ سے حضرت کاظمی لجپال علیہ الرحمۃ الرحمٰن کا خطاب دلنواز تھا۔ میں بھی ون یونٹ سٹاف کالونی میں رہائش پذیر تھا۔ حضرت والا کا خطاب پر انور سننے کیلئے حاضر جلسہ ہوا تو حضرت شیخ کریم نے فیضان اولیاء پر پرمغز اور مبنی برحقائق خطاب دلنواز کے دوران فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ولی سے اس دنیا سے جانے کے بعد ستر گنا زیادہ فیض ملتا ہے۔ وہ فنا محض نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا کی قیود وپابندیوں سے آزاد ہوکر مخلوق الٰہی کو فیض دیتا ہے۔ فرمایا کہ میں تو اس کا مشاہدہ کر چکا ہوں اور ایک مبنی برحقیقت واقعہ بیان فرمایا۔

دیکھئے! میرے حضرت واصل اسرار حقیقت علیہ رحمۃ الحنان نے فرمایا کہ

مجھے عرس کے موقع پر ایک دفعہ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار پر انوار پر حاضری کا موقع ملا۔ فرمایا کہ حاضری سے پہلے میں نے وضو کرتے وقت ایک جگہ ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر رکھ دی۔ وضو کرنے کے بعد دربار شریف پر حاضر ہوا۔ حسب توفیق جو ہو سکا پڑھ کر نذرانہ پیش کیا۔ اور جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے دیکھا تو ہاتھ میں انگوٹھی نہ تھی۔ فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ اُف انگوٹھی گم ہو گئی..... دیکھئے اور ذرا غور سے دیکھئے۔ میں وہی الفاظ نعت پیش کر رہا ہوں جو میرے حضرت نے فرمائے۔

فرمایا کہ مجھے قسم ہے رب کائنات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اپنے مزار پاک میں سفید چادر اوڑھے ہوئے فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے فرمانے لگے فکر نہ کریں۔ جو شخص تمہارے پیچھے کھڑا ہے۔ اس کی جیب میں ہے لے لیں۔ جونہی میں پیچھے مڑا تو میرا بھتیجا ضیاء التین کھڑا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے اپنی جیب سے نکال کر انگوٹھی دے دی۔

میرے محترم قارئین! واللہ باللہ میرے مرشد کریم اپنی یادوں اور محبتوں کے انمٹ نقوش دل و ذہن پر ثبت کر گئے ہیں۔ کہ آپ کے ظاہری دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی قائم اور باقی ہیں اور رہیں گے اور کم از کم میرے لئے باعث افتخار اور سرمایہ حیات ہیں۔ (۱۰۹)

مرشد کی نگاہِ کرم

عبدالستار اعجاز سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے ایک دوست محمد اکرم کے ساتھ جامعہ انوار العلوم ملتان شریف زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ نماز عصر حضرت علیہ الرحمۃ کی اقتداء میں انوار العلوم کی مسجد شریف میں ادا کی۔ اس کے بعد ہم نے واپسی کیلئے اجازت چاہی۔ فرمایا کہ گھر چلیں حضور غزالی زماں

علیہ الرحمت الحنان کے ساتھ واقع شاداب کالونی گھر جانے کیلئے انوار العلوم سے باہر نکلے تو بھائی محمد عاشق صاحب تانگہ لئے کھڑے تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ تانگہ پر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا کہ میں ان کی ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاؤں۔ ازراہ ادب میری کوشش تھی کہ میں اپنے دوست محمد اکرم کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھوں۔ مگر مرشد کریم بار بار فرما رہے تھے کہ میرے ساتھ بیٹھو لیکن میں پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھنے کیلئے اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ کافی دیر میری معذرت اور آپ کے اصرار پر بالآخر آپ علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم میرے ساتھ نہ بیٹھو گے تو میں تانگے کو چلنے کیلئے نہیں کہوں گا۔ بالآخر میں الامر فوق الادب کے تحت فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور حضرت کی اس شفقت اور پیار نے مجھ پر اتنا گہرا اثر کیا کہ اس کی چاشنی اور سرور اب بھی میں اپنے سینہ میں محسوس کرتا ہوں اور اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ وہ مرید کتنے خوش بخت ہوں گے جن پر مرشد کی نگاہ کرم کا یہ حال ہو اور شاید ایسا پیار کہیں ڈھونڈنے سے بھی حاصل نہ ہو۔ جونہی میں حضرت کریم علیہ الرحمہ کے ساتھ تانگے پر بیٹھا تو حضور رازی دوراں نے بھائی عاشق صاحب سے چلنے کو فرمایا اور فرمایا کہ بازار چلیں۔ گھی کا کنستر لینا ہے۔ تانگہ بازار میں چل رہا تھا اور بہت سے لوگ حضرت کے ادب میں کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے نظر آئے۔ آخر پیر و مرشد کے در دولت پر پہنچ گئے۔ (۱۰)

پریشان کیوں ہو گئے تھے

محمد عبدالستار اعجاز سعیدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب میں ہاؤسنگ میں ہی ملازم تھا تو میرے ساتھ ایک دوست محمد اکرم نامی جونیئر کلرک تھا۔ کسی وجہ سے اس کی Suspenson سسپنشن کے آرڈرز جاری ہو گئے۔ وہ بہت پریشان تھا میرے پاس آیا اب کیا کیا جائے۔ میں نے حضور غزالی زماں

کی خدمت میں ملتان شریف فون کیا تو امی حضور نے فون اٹھایا میں نے اپنا نام اور پریشانی عرض کی اور حضرت والا کا پوچھا تو فرمانے لگیں کہ وہ تو مسجد میں نماز پڑھانے گئے ہیں۔ میں بھی دعا کرتی ہوں اور حضرت کی خدمت میں مسجد میں ہی پیغام بھیجتی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ یقین فرمایئے کہ اسی دن بعد دوپہر اس کے معطلی کے آرڈرز واپس ہو گئے۔ ہم دونوں 2 یا 3 دن بعد حاضری کے لئے ملتان شریف مکان پر حاضر ہوئے ہی تھے کہ حضرت اندر سے باہر تشریف لائے۔ محمد اکرم کے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا کہ پریشان کیوں ہو گئے تھے۔ کام ہو گیا ہے نہ!!!(111)

میرے پاس آیا جایا کرو

عبدالسلام سعیدی ملتان سے فرماتے ہیں کہ میرا نام عبدالسلام ولد عبدالمالک (مرحوم) ہے۔ میں محلہ جناح کالونی تیمور روڈ ملتان کا رہائشی ہوں میں نے 1992ء میں اپنا پاسپورٹ بنوایا جب پاسپورٹ مجھے مل گیا تو میں پاسپورٹ لے کر حضور شیخ کریم امام اہل سنت غزالی زماں کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر پاسپورٹ حضرت کے مزار کے پہلو میں رکھ دیا پھر میں نے ختم شریف پڑھا دعا مانگی، یااللہ مجھے اپنے گھر کی حاضری کا شرف عطا فرما اور ساتھ ہی میں نے سرکار غزالی زماں کو عرض کیا حضور میں کہیں جا نہیں سکتا آپ کرم فرمائیں یہ کام میرا گھر بیٹھے ہو جائے اس کے بعد میں گھر آ گیا اور اس بات کا ذکر میں نے کسی سے نہیں کیا۔ میرا ایک دوست جو کہ حضور غزالی زماں کا مرید ہے وہ میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا۔ ارے بھائی آپ نے عمرے پر جانے کا ارادہ کیا ہو تو میں جا رہا ہوں آپ اپنا پاسپورٹ دو میں اسلام آباد جا رہا ہوں تمہارا ویزہ بھی لگوا کر لے آؤں وہ میرا پاسپورٹ لے کر چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے کہنے لگے

بھائی مبارک ہو آپ کا ویزہ لگ گیا ہے اور پھر مقدر یوں جاگا کہ ہم لوگ عمرے کی سعادت کے لئے جس جہاز میں سوار ہوئے تو ہماری خوش بختی دیکھئے اس جہاز میں اور اسی گروپ میں جگر گوشہ امام اہل سنت قبلہ سید سجاد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہ بھی موجود تھے۔ میری تو ویسے حضور غزالی زماں رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد سے عقیدت تھی لیکن میں مرید نہیں تھا اس کے باوجود حضرت صاحب نے کمال شفقت و محبت فرمائی پھر جب ہم مکہ مکرمہ میں پہنچے تو وہاں حضور شیخ الحدیث جگر گوشہ غزالی زماں حضرت علامہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی سے ملاقات ہوئی آپ کے ساتھ ہم نے عمرہ کی سعادت حاصل کی اور آپ نے بھی بڑی محبت فرمائی۔ اس کے بعد مجھے بھی حضور شیخ الحدیث صاحب سے محبت و عقیدت اور بڑھ گئی اس سے قبل ہر مرتبہ عرس کے موقع پر اور سالانہ جلسے کے موقع پر حاضری ہوتی رہی دور سے زیارت تو ہوتی تھی لیکن ملاقات نہ ہوتی۔ ایک دفعہ سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں بیٹھا ہوا تھا کسی صاحب نے قبلہ حضور شیخ الحدیث سید ارشد سعید کاظمی صاحب کی تعریف و توصیف بیان کی تو مجھے حضرت کی وہ محبت اور پیار جو حضرت نے مکہ مکرمہ میں فرمائے تھے، یاد آ گئے اور میرا دل خوشی سے رونے لگا اور میں اپنے دل میں یہ کہتا رہا کاش کہ میں حضرت کا مرید ہوتا کیونکہ میں بچپن میں ایک پیر صاحب کا بیعت ہو چکا تھا لیکن میرا دل حضرت صاحب کے مرید ہونے کے لئے بے تاب تھا آخر ایک دن میری قسمت کا ستارہ چمکا میں سویا ہوا تھا میرے خواب میں حضور غزالی زماں امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا ارے بھائی کیا سوچ رہے ہو، جاؤ ارشد میاں کے پاس وہ تمہیں بیعت کر لیں گے لیکن میرا جانا نہ ہوا کچھ دنوں بعد پھر حضرت صاحب نے مجھے زیارت کرائی اور مجھے فرمایا ارے بھائی تم ابھی تک گئے نہیں جاؤ وہ تمہیں ضرور بیعت کر لیں گے۔ پھر

بھی میں سوچتا رہا۔ اس کے بعد ایک دفعہ پھر حضرت صاحب نے مجھے زیارت کروائی اور فرمایا ارے بھائی کیا سوچ رہے ہو۔ جاؤ ارشد میاں کے پاس وہ تمہیں بیعت کر لیں گے لیکن میرا جانا نہ ہوا کچھ دنوں بعد پھر حضرت صاحب نے مجھے زیارت کرائی اور مجھے فرمایا ارے بھائی تم ابھی تک گئے نہیں جاؤ وہ تمہیں ضرور بیعت کر لیں گے۔ پھر بھی میں سوچتا رہا۔اس کے بعد ایک دفعہ پھر حضرت صاحب نے مجھے زیارت کروائی اور فرمایا ارے بھائی کیا سوچ رہے ہو۔ جاؤ ارشد میاں سے میرا نام لے کر کہہ دو کہ مجھے آپ کے ابا جی نے بھیجا ہے آپ کو بیعت کر لیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد میرے بہنوئی محمد ارشد جو کہ سعودی عرب میں رہتے ہیں وہ بھی آ گئے انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے حضرت صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی کا بیعت ہونا ہے تو میں نے کہا ٹھیک ہے..... جبکہ اس دوران مجھے ایک محفل میں جانا ہوا تو وہاں کے کچھ مریدوں نے کہا ارے بھائی اس بزرگ (یعنی ان کے پیر صاحب) کی بیعت ہو جاؤ تو پھر دیکھنا کتنا فیض ملتا ہے۔ ان لوگوں نے مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان کر دیا..... خیر! میں ایک رات بعد نماز عشاء 10 رکعت نماز نفل پڑھ کر دعا کر کے سو گیا دعا یہ کہ اے اللہ میں نے تو پکا ارادہ کر لیا ہے اب اگر میں بیعت ہوتا ہوں تو میرا بنے گا کیا۔ اے اللہ تو ہی میری رہنمائی فرما جب صبح ہوئی تو مجھے مولانا عبدالقادر جو کہ سری لنکا سے انوارالعلوم میں زیر تعلیم تھے انہوں نے خبر دی کہ حضور جگر گوشہ امام اہل سنت حضرت علامہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب مدرسہ میں تشریف فرما ہیں تم آ جاؤ تو پھر میں نے اپنے بھائی محمد ارشد کو بلایا ہم دونوں مدرسہ میں پہنچ گئے ہم دونوں کو حضرت نے اپنی بیعت میں قبول فرما لیا۔ جب مجھے بیعت کر لیا تو میرے سر پر ہاتھ رکھ کر میرے ماتھے کو دیکھتے رہے میں بھی حضرت کو دیکھتا رہا مجھے فرمایا آپ کو مبارک ہو ابا جی حضور تم کو بیعت فرما کر جا رہے ہیں۔ حضرت نے مجھے وظیفہ بتایا

اور دعائیں دیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں سخت بیمار ہو گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میرے آٹھ روزے رہ گئے اور میں بہت پریشان تھا ایک دن میں دربار شریف چلا گیا۔ ختم شریف پڑھا اور دعا کی یا اللہ اپنے ان پیاروں کے صدقے میرے بقیہ روزے پورے کرا دے جب رات کو میں سویا تو خواب میں حضور سجاد سعید شاہ صاحب کاظمی نے زیارت کرائی اور مجھے فرمایا تم کوٹھی پر آ جاؤ اور آپ نے میرے جسم پر ہاتھ پھیرا جب میں بیدار ہوا تو بخار سے ٹھیک تھا۔

چند دنوں بعد پھر جب میں کوٹھی پر گیا تو میں نے حضور سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی کو اپنا خواب سنایا اور عرض کیا کہ میں کام کی وجہ سے بہت پریشان ہوں آپ نے مجھے وظیفہ بتایا میں نے وظیفہ شروع کیا جب بھی وظیفہ پڑھنے بیٹھتا تھا تو مجھے نیند بہت پریشان کرتی تھی جس کی وجہ سے میرا وظیفہ پورا نہیں ہو رہا تھا ایک رات میں وظیفہ پڑھ رہا تھا مجھے نیند آ گئی۔ آج کی نیند تو میرے لئے رحمت بن کر آئی کیوں کہ حضور امام اہل سنت غزالی زماں رازی دوراں نے خواب میں زیارت کرائی اور مجھے فرمایا اگر تمہیں نیند آتی ہے تو میرے پاس آ جایا کرو اس کے بعد میں نے دربار شریف پر جانا شروع کر دیا جب میں دربار شریف پر جاتا تو مجھے نیند نہ آتی حتیٰ کہ میں نے اکتالیس دن پورے کر لئے مجھے کبھی نیند نہیں آئی۔ (۱۱۲)

دو دم کسی اور سے کروا لینا

عبدالسلام سعیدی ملتان سے مزید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مجھے شدید بخار ہو گیا اور وہ بڑھتے بڑھتے کالا یرقان بن گیا میں ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے کہا آپ کو 6 ماہ انجکشن لگوانے ہیں اور اس کے ساتھ بخار بھی ہو گا۔ میں نے انجکشن لگوانے شروع کر دیئے بخار اتنا ہوا کہ بہت زیادہ۔ مجھ سے کوئی بھی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک رات میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ حضور غزالی زماں مرشد کریم امام اہل سنت درس قرآن دے رہے ہیں،

میں درس قرآن پاک کی محفل میں چلا گیا جب درس اختتام پذیر ہوا تو حضور امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور کہا عبدالسلام آپ کا بخار نہیں اترا۔ میں نے عرض کی، نہیں۔ تو آپ نے مجھے دم کیا، ساتھ ہی فرمایا ایک دم میں نے کر دیا ہے دو دم کسی اور سے کرا لینا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے مرشد حضرت سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی کو سنایا تو آپ نے بھی میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دم فرمایا اس کے بعد میری ملاقات حضور قبلہ سید سجاد سعید شاہ صاحب سے ہوئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضور نے بھی میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دم فرمایا پھر کئی دنوں کے بعد میں کوٹھی پر زیارت و حاضری کے لئے گیا تو جانشین امام اہل سنت قبلہ حضور مظہر غزالی زماں امیر جماعت اہل سنت پاکستان حضرت علامہ مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت نے بھی میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دم فرمایا۔ الحمدللہ آج تک میں ٹھیک ہوں۔ (۱۱۳)

بڑا کھٹمل

عبدالستار اعجاز سعیدی بیان کرتے ہیں کہ غزالی زماں حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے اہل کشف ہونے کا ایک واقعہ مجھے یاد آتا ہے، جو میں ذیل میں قلم بند کر رہا ہوں۔ جب بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا اسی دوران "بزم محبوب" کے نام سے ایک انجمن تھی، جس کے صدر علامہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے اور میں جنرل سیکرٹری تھا۔ بزم محبوب کل نو ممبران پر مشتمل تھی، جن میں سے اکثر کا انتقال ہو چکا ہے۔

اس انجمن کے زیر اہتمام ہم ہر سال مغربی پاکستان کے اہل سنت وجماعت کے مشاہیر علماء میں سے تین حضرات کو مدعو کرتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی

ہمراہی میں حضرت علامہ الحاج شاہ احمد نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ الحاج عبدالسلام باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آئے تھے۔ ہم غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اکثر مدعو کرتے تھے اسی طرح حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شاہ عارف اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ الحاج محمد شفیع اوکاڑی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ مفتی مختار احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم بھی متعدد بار تشریف لائے۔

عالم متغیر کی بنا پر گردش روزگار نے ہمیں علیحدہ کر دیا۔ میں کم ترین، استادی المکرم حضرت مفتی اعظم صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ ان کے اشارہ کے مطابق مغربی پاکستان کے متبرک مقامات پر حاضری دینے کیلئے گیا تھا۔ چنانچہ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوا۔ وہ شعبان کے مہینہ کے آخری دنوں کی بات ہے میں مغرب کے وقت ان کے دولت کدہ پر پہنچا تھا۔ اس وقت وہ اپنے متعلقین سے گفتگو کر رہے تھے۔

اتنے میں کمترین نے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو میری طرف ذرا سا تعجب کی نظر سے دیکھ رہے تھے، اتنے میں میں نے عرض کیا ''میں زکریا ہوں'' اور ''مشرقی پاکستان سے آیا ہوں'' بس یہ سنتے ہی انہوں نے جھٹ مجھ سے معانقہ کیا اور کہنے لگے کہ: ''یہ وہ زکریا ہیں جو مشرقی پاکستان کے متعدد مقامات پر جلسوں کا انتظام کرتے تھے۔ مفتی اعظم صاحب کے بعد ان کے سرسہرا ہے اور یہ ڈھاکہ ائیر پورٹ پر ہم لوگوں کو لینے کیلئے آتے تھے اور ہوائی اڈہ سے لے کر ڈھاکہ شہر میں حاجی مختار احمد انصاری صاحب کے گھر پر ایک دن ایک رات ٹھہرا کر پھر ۱۲،۱۱ میل کے فاصلہ پر شہر چٹا گام میں لے جاتے تھے۔ یہ بہت بڑا اور پرانی بندرگاہ کا شہر ہے۔ اور میرے متعلق یہ فرما رہے تھے کہ: ''انہوں نے علماء کی

خدمتیں بہت کی ہیں۔ اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔'' اور میری جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا: ''ان کی ایک بات مجھے ہمیشہ یاد آتی ہے کہ انہوں نے مجھے ایک بہترین ''کٹھل'' کھلایا تھا۔ وہ نہایت ہی لذیز ترین پھل تھا۔ وہ ایک خاص قسم کی مٹھاس کا مزیدار پھل ہوتا ہے، وہاں بکثرت پایا جاتا ہے۔''

حضرت حاضرین کو اس پھل کے بارے میں بتا رہے تھے، اتنے میں کمترین بول اٹھا کر حضرت آپ کی خدمت میں ایک بڑا کٹھل بھیج دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس وقت حضرت نے دو منٹ چپ رہنے کے بعد فرمایا کہ: ''اگر اس وقت میں رہوں تو!'' یعنی حضرت حیات رہے تو فوراً میں نے کہا کہ نہیں ان شاء اللہ آپ ضرور رہیں گے۔ اسی طرح میں نے تسلی بخش باتیں ان سے کہیں بعد ازاں کھانا لایا گیا اور ایک ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ صبح اٹھ کر ایک آدمی میرے ساتھ بھیجا کہ وہاں مزاروں پر مجھے لے جائے۔ سیر بھی کرائے پھر میں کراچی واپس آ کر کئی دنوں کے بعد رمضان شریف میں مکہ معظمہ چلا گیا۔ وہاں سے میرا پروگرام افریقہ جانے کا تھا۔ رمضان المبارک کے آخر میں مدینہ طیبہ گیا، جہاں حضرت کاظمی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ یہ خبر سنتے ہی مجھے فوراً وہ بات یاد آ گئی جو حضرت نے ارشاد فرمائی تھی کہ: ''اگر اس وقت میں رہوں تو!'' گویا حضرت کو یہ معلوم تھا کہ مجھے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اس دنیا سے کوچ کر جانا ہے۔ فوراً میرے دل نے گواہی دی کہ آپ اہل کشف اولیاء میں سے تھے۔ آج بھی وہ بات یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ نور اللہ قبرہ (۱۱۴)

ایسے جلوس میں نہیں جانا چاہیے

حاجی محمد صدیق سعیدی قوم آرائیں موضع جہان پور تحصیل جتوئی نے بتایا کہ ۱۹۸۱ء میں دیوبندی حضرات نے کراچی نشتر پارک میں جلسہ شہدائے بالاکوٹ

کے نام سے منعقد کیا مجھے دوست زبردستی لے گئے کہ سیر کی سیر بھی ہو گی اور جلسہ بھی دیکھ لیں گے رات کے وقت جلسہ میں پہنچے تو اس وقت مولوی لقمان علی پوری تقریر کر رہا تھا اور اس وقت کی ضیاء حکومت پر تنقید کی تو اسٹیج پر ایس پی صاحب آ گئے اور کہا کہ جلسہ ختم کرو ورنہ گرفتار کر لیا جائے گا لیکن جلسہ کی انتظامیہ نے بات نہ مانی حکومت اور پولیس کے خلاف نعرہ بازی شروع کر دی۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور بھگدڑ مچ گئی پچاس کے قریب کارکن گرفتار ہوئے جن میں میں بھی شامل تھا۔ راستہ میں موقع ملنے پر میں پولیس سے فرار ہو گیا باقی سب جیل پہنچ گئے میں گرومندر سے ٹو کے بس پر سوار ہوا پٹرول پمپ سٹاپ پر اُترا اور ۲ بجے مسجد میں سو گیا نیند کا آنا تھا کہ حضرت مرشد کریم نے زیارت سے بھی نوازا اور فرمایا کہ ایسے جلسوں میں نہیں آنا چاہیے میرا پولیس سے فرار بھی میرے حضرت کی کرامت ہے ورنہ جیل بھگتنا پڑتی۔ (۱۱۵)

تیرے گھر والوں کو کچھ بھی نہیں

مولوی عبدالکریم سعیدی موضع خان والا ضلع مظفر گڑھ حال دارالعلوم کاظمیہ بزرٹہ لائن کراچی نے بیان کیا کہ میری بیوی کو دل کا دورہ پڑتا تھا میں طالب علمی کا زمانہ تھا اس کے باوجود بھی کافی علاج کیا لیکن فائدہ نہ ہوا کافی عرصہ بعد گھر والی کو کراچی لے گیا۔ وہاں بھی جتن کیے مگر افاقہ نہ ہوا مسافری اور بیماری سے بہت پریشان تھا ایک رات سوتے وقت مجھے سلطان کا واقعہ یاد آیا میں نے قلبی توجہ سے اپنے مرشد کریم کو یاد کیا اور عرض کی حضور میری بیوی بیمار ہے علاج فائدہ نہیں دیتا آپ نگاہ ولایت سے فیض پہنچائیں یہ کہتے کہتے آنکھ لگ گئی مرشد کریم کا دیدار ہوا ارشاد فرمایا عبدالکریم تیرے گھر والوں کو تو کچھ بھی نہیں ہے آپ پریشان نہ ہوں۔ الحمد للہ اسی دن سے آج تک دورہ نہیں پڑا۔ (۱۱۶)

یہ بناوٹ ہے

سید محمد حسین نوشہرہ شرقی ضلع راجن پور فرماتے ہیں کہ جنرل ضیاء کے دور میں میرے بھائی پر بھتیجے پر ایک وزیر نے فراڈ کا جھوٹا مقدمہ قائم کرا دیا کیس ملتان فوجی عدالت میں تھا بچنے کی امید نہ تھی میں حضور غزالی زماں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماجرا سنایا آپ نے فرمایا شاہ صاحب فکر نہ کریں انہیں کچھ نہ ہوگا صبح جب وہ عدالت میں پیش ہوئے تو میجر صاحب دیکھتے ہی کہنے لگے یہ بناوٹ ہے انہیں چھوڑ دو۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا رات حضور غزالی زماں نے زیارت کرائی اور ہاتھ سے ہتھکڑیاں کھولیں یہ کرم فقط کاظمی کریم کا ہے جو کہ بغیر کچھ پوچھے عدالت نے بری کر دیا۔ (۱۱۷)

مندر گرا دیا

مولوی محمد رمضان خطیب مدینہ مسجد صدر بازار کشمور بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۸ء کی بات ہے شہر کشمور میں ہندو مسلم جھگڑے کی بنا پر ایک ہندو نے جس کا نام ارجن مل تھا ریلوے روڈ کی مسجد کو نقصان پہنچایا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے مندر گرا دیا تو پولیس نے عام گرفتاریاں شروع کر دیں مجھے بھی جیل میں بھیج دیا میں نے اپنے پیر و مرشد کو یاد کیا اور عرض کی حضور مذہبا بہت بڑا درد ہے لیکن کیس میں ملوث نہیں ہوں تین راتیں گزرنے کے بعد آپ کی زیارت ہوئی فرمایا مولانا میں نے سب کا کیس حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے۔ انشاء اللہ جلد فیصلہ ہوگا صبح میں نے قیدیوں سے بیان کیا کہ ہماری رہائی جلد ہوگی مرشد کریم نے فرما دیا ہے پندرہ دن بعد ہم سب کے سب رہا ہو گئے یہ خبر اخباروں میں چھپی بی بی سی نے بھی تبصرہ کیا۔ (۱۱۸)

آپ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں

غلام حیدر چاچڑ سکنہ محمد پور اوچ شریف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملتان میں حضرت بہاول دین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر آئے تو خیال آیا کہ ہمیشہ پریشانی رہتی ہے آج حضرت کاظمی صاحب سے دعا کے لئے عرض کرتا ہوں دو آدمی اور بھی میرے ساتھ تھے آپ کی اقامت گاہ پر پہنچے تو کافی لوگ جمع تھے اور آپ کار میں کہیں روانہ ہو رہے تھے لوگ اتنے تھے کہ آپ کی زیارت کرنا مشکل تھا میری پریشانی اور بڑھ گئی کہ جو مقصد لے کر آیا تھا وہ نہ مل سکا آپ تو جا رہے ہیں اور آپ کی زیارت بھی نہ کر سکے اسی خیال کا آنا تھا کہ آپ نے تمام لوگوں سے اشارہ فرمایا اور سب کے سب ایک طرف ہٹ گئے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں میں قریب پہنچا اور آپ کے ہاتھ کے چومنے کا شرف حاصل کیا پریشانی دور ہو گئی۔ (۱۱۹)

میری طرف سے عرض کرنا

حاجی مشتاق احمد آئرن مرچنٹ جلال پور پیرو والے کا دوست بی اے پاس تھا اور جب انٹرویو کی تاریخ آتی اس کا کہیں نام نہ ہوتا بہت پریشان تھا حاجی صاحب نے کہا بھائی جب کہیں انٹرویو دینا ہو مجھے بتانا اس نے ایک دن کہا بھائی صاحب فلاں دن لاہور انٹرویو ہونے ہیں۔ تو حاجی صاحب نے کہا حضرت امام کاظمی سے دعا کراتے جائیں گے ہم آپ کے ہاں ملتان حاضر ہوئے اور ماجرہ بیان کیا آپ نے فرمایا حاجی صاحب آپ سیدھے داتا صاحب کے دربار پر جا کر میری طرف سے عرض کرنا کہ حضور آپ کا علاقہ ہے میں دخل نہیں دیتا لہٰذا میرے آدمیوں کا کام کر دیں انشاء اللہ نوکری مل جائے گی ہم لاہور پہنچے۔ صبح کے وقت اس آدمی نے کہا پہلے دفتر چلتے ہیں دفتر کے باہر لسٹ آویزاں ہو گی دیکھتے

چلیں میں نے بہت منع کیا لیکن وہ بضد رہا جب دفتر پہنچے لسٹ میں اس کا نام نہیں تھا وہاں سے داتا دربار گئے اور اس طرح عرض کی جب دفتر پہنچے تو پہلے والی لسٹ نیچے پڑی تھی اور دوسری لسٹ لگی ہوئی تھی اس آدمی کا نام سرفہرست تھا جب انٹرویو ہوا تو وہ سلیکٹ ہو گیا اور نوکری مل گئی۔ یہ کرامت مولوی محمد طفیل سعیدی لاڑاں چلالپور پیر والا خطیب شاہی مسجد قائم والا نے بتائی۔ (۱۲۰)

ہماری طرف سے اجازت ہے

ملک عبدالرشید آرائیں کی بیوی بیمار تھی ڈاکٹروں نے کہا کہ اسے کینسر ہے۔ آپریشن کے علاوہ کوئی علاج نہیں وہ حضور غزالی زماں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ ملک صاحب کی بیوی کو پانی دم کر دیں آپ کی زوجہ محترمہ نے پانی دم کر کے پلایا آپ نے فرمایا ملک صاحب انہیں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جائیں ہماری طرف سے اجازت ہے آپ کا کام ہو گیا ہے جب ڈاکٹر صاحب نے دیکھا تو کہا مائی صاحبہ کو کچھ بھی نہیں ہے۔ (۱۲۱)

گاڑی رُکی ہوئی تھی

مولانا عبدالرزاق صاحب سیت پور تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ بیان کرتے ہیں کہ میرا طالب علمی کا دور تھا اور میں آپ کے ساتھ ایک جگہ جلسہ پر گیا جب آپ کی واپسی ہوئی تو راستے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا آپ نے فرمایا کہ نماز ادا کر لیں پھر چلتے ہیں کچھ نے عرض کیا کہ حضور گاڑی کا وقت ہو چکا ہے آپ گاڑی میں نماز ادا کر لینا لیکن آپ نے فرمایا گاڑی نہیں جاتی نماز ادا کر کے آپ اسٹیشن جانے کی بجائے جنگل کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ریلوے لائن کی طرف چل پڑے جب ریلوے لائن کے پاس آئے تو گاڑی رُکی ہوئی تھی آپ بسم اللہ پڑھ کر گاڑی پر سوار ہوئے اور گاڑی چل پڑی اور ہم ملتان پہنچ گئے۔ (۱۲۲)

آپ کو دو گلاس ہی پلایا کرتا ہوں

مولانا فیض احمد اویسی خطیب دربار حضرت جلال الدین بادشاہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ حضور امام کاظمی رحمۃ اللہ علیہ دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ مجھے آپ نے دو گلاس دودھ عنایت فرمایا صبح ملتان جانا تھا جب آپ کے دولت خانہ پہنچا تو چند مرید موجود تھے اور آپ دودھ کی لسی تقسیم فرما رہے تھے۔ قدم بوسی کے بعد بیٹھ گیا تو آپ نے مجھے دو گلاس عطا فرمائے مجھے رات والا خواب یاد آیا کہ وہی دودھ ہے جو مجھے رات کو عطا ہوا ابھی میرے دل میں یہی بات تھی کہ مسکرا کر فرمانے لگے آپ کو دو گلاس ہی پلایا کرتا ہوں۔ (۱۲۳)

بچی کی شادی کے لئے وظیفہ

محمد یعقوب خاں سہروردی لاہور سے فرماتے ہیں کہ غالباً ۱۹۷۵ء کی بات ہے۔ میں اپنی بڑی بچی کی شادی کے سلسلے میں مالی کمزوری کے باعث بہت پریشان تھا۔ آخر حضرت کاظمی شاہ صاحب کے حضور حاضر ہو کر دعا کے لئے درخواست کی اور عرض کیا، حضرت! کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ حضرت امام اہلسنت نے دعائے خیر فرمائی اور سورہ کوثر کا وظیفہ کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا حروف تہجی بالترتیب ا، با، تا، ثا..... یا تک ایک ہی سانس میں پڑھ لیا کروں۔

حضرت کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے بمشکل چار دن ہی گزرے تھے کہ مجھے گورنمنٹ کی طرف سے سابقہ بقایا جات (ایریئر) کی شکل میں اچھی خاصی رقم مل گئی، جس سے میں نے باآسانی بچی کی شادی کر دی۔ (۱۲۴)

میں گاڑی واپس کیسے لے جاؤں گا؟

ٹیکسی ڈرائیور گل محمد خان سعیدی، ملتان سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب پیر مبارک شاہ صاحب سے کہا کہ مجھے کوئی پیر بتائیں جس کی میں

بیعت کروں تو جناب پیر مبارک شاہ صاحب بغدادی نے جناب سید احمد سعید کاظمی صاحب کا نام بتایا۔ اتفاقاً جناب سید احمد سعید کاظمی صاحب ڈیرہ اڈہ پر ٹیکسی کار لینے کے لئے آئے تو میری ان سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے جب کاظمی صاحب کو دیکھا تو جو حلیہ مجھے حافظ جمال دربار سے زیارت میں بتایا گیا تھا اس سے ملتا تھا۔

میں کاظمی صاحب کو گاڑی میں لے کر پکا لاڑاں نواں کوٹ کے نزدیک نہال خان اور ماہی وال خان کے پاس جلسے میں گیا۔ کاظمی صاحب کے ساتھ راشد سعید کاظمی صاحب بھی تھے۔ نہال خان کا پرانا گھر سڑک سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ جہاں کا راستہ بہت خراب تھا۔ گاڑی کا وہاں جانا ناممکن تھا۔ راستہ ناہموار، گڑھے پڑے تھے، جگہ جگہ مٹی کے ڈھیر تھے، کھیت تھے، میں نے کاظمی صاحب کے حکم پر گاڑی اس راستے پر ڈال دی اور جلسہ گاہ میں بخیر و عافیت پہنچ گیا۔ جلسہ میں موجود لوگوں نے حضور کاظمی صاحب سے بارش کے لئے دعا کرائی کیونکہ کافی عرصہ سے بارش نہیں ہو رہی تھی۔ میرے دیکھتے دیکھتے بادل آئے اور اتنے زور کی بارش ہوئی کہ میں پریشان ہو گیا کہ گاڑی واپس کیسے لے جاؤں گا۔ ابھی میں اسی پریشانی میں اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ آپ کو کاظمی صاحب جلسہ میں بلوا رہے ہیں۔ میں جلسہ میں چلا گیا تو کاظمی صاحب نے کہا کہ آپ پریشان کیوں ہیں۔ آپ کی گاڑی خیر و خیریت سے واپس جائے گی۔ کاظمی صاحب نے ٹریکٹر اور رسہ منگوایا اور گاڑی کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا۔ ابھی گاڑی ٹریکٹر سے نہ باندھی تھی کہ یک دم میرے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی دعا سے اتنی تیز بارش ہوئی ہے ان کو ٹریکٹر وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ میری گاڑی بھی لے جائیں گے۔ بس میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضور کاظمی صاحب کو گاڑی میں بٹھایا اور ٹریکٹر کے بغیر گاڑی چلانے لگ گیا۔ میری گاڑی بغیر کسی نقصان کے سڑک پر جب پہنچی تو ایسا لگتا تھا کہ جس

طرح کسی نے گاڑی کو اٹھایا ہوا تھا اور سڑک پر آ کر گاڑی دھکے سے گری ہے لیکن کوئی نقصان نہ ہوا۔ بس میں نے جب یہ کرامت دیکھی تو میں حضور کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور بیعت کرنے کو کہا تو کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ابھی کچھ اور دیکھ لوں یا کسی اور پیر کو ڈھونڈ لوں۔ مگر میں بضد ہو گیا اور اس طرح حضور کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مرید کیا۔ (۱۲۵)

کانفرنس کے بعد آپ کی شادی ہو جائے گی

گل محمد خان سعیدی مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غازی گھاٹ سے واپس لے کر آ رہا تھا تو راستے میں ایک پل غازی گھاٹ آتا تھا جو بہت خطرناک تھا۔ میری گاڑی وہاں پر خراب ہو گئی۔ گاڑی کا نیوٹل وال گر گیا تو حضور کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنکا اٹھا کر نیوٹل وال کی جگہ رکھ دیا اور پھونک ماری۔ اس طرح گاڑی اسٹارٹ ہو گئی اور کافی دیر تک سفر کیا۔ اس طرح کے کئی اور مثالی کراماتی واقعات ہیں جن کو میں بیان کرنے بیٹھ جاؤں تو ختم ہونے کو نہ آئیں۔ وقت گزرتا گیا میں نے اپنا مکان ایم-ڈی-اے چوک کے پاس لے لیا اور حضور کی حاضری دینے لگ گیا۔ اس وقت میری شہرت کچھ اچھی نہ تھی اور مجھ پر ۴ مقدمات بھی تھے۔ حضور غزالی زماں کی دعائیں رنگ لائیں میرے حالات بہتر ہوئے، غلط کاموں سے جان چھوٹی اور مجھ پر سے مقدمات ختم ہو گئے۔ میں نے مکان بھی اپنا ذاتی خرید لیا۔ بھائیوں کو اچھے روزگار مل گئے اور میرا گھر ایک دفعہ پھر خوش و خرم ہو گیا۔ اس دوران میں میری بیوی فوت ہو گئی۔ میں حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کو جھنڈ پور سے واپس لا رہا تھا ساتھ اللہ یار فریدی صاحب بھی بیٹھے تھے تو میں نے اپنی گاڑی پھاٹک کے نزدیک روک دی اور حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری شادی کے لئے دعا کے

لئے کہا تو حضور نے فرمایا کہ سنی کانفرنس ہونے والی ہے اس کے بعد دیکھیں گے۔ مگر میں بضد ہو گیا اور دعا کے لئے بضد رہا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کی شادی سنی کانفرنس کے فوراً بعد ہو جائے۔ سنی کانفرنس خیر خیریت سے اختتام پذیر ہوئی۔ بعد ازاں میری شادی ہو گئی۔ شادی کا تمام خرچہ اور انتظام خود حضور غزالی زماں صاحب نے اٹھایا۔ (۱۲۶)

جھنڈا پھاڑ دیا

گل محمد خان سعیدی، ملتان سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی گاڑی پیپلز پارٹی کے امیدوار کے ساتھ کرایہ پر لگائی۔ گاڑی پر جھنڈا پیپلز پارٹی کا لگایا۔ حضور نے جب میری گاڑی پر پیپلز پارٹی کا جھنڈا دیکھا تو مجھے کچھ نہیں کہا لیکن میں نے محسوس کیا کہ حضور نے اس جھنڈے کو اچھا نہیں سمجھا تو میں نے اسی وقت اقبال اظہری اور ان کے والد صاحب کے سامنے جھنڈا پھاڑ دیا۔ جس پر حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ میں اقبال اظہری کے ساتھ جاؤں اور ان کی الیکشن میں پوری امداد کروں اور ہر طرح کا خیال رکھوں کیونکہ حضور غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے اقبال اظہری کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ میں نے تقریباً پینتیس، چالیس سال ٹیکسی اسٹینڈ پر زندگی گزاری۔ اس دوران میرا چھوٹا بھائی بشیر احمد خان بلوچ اغوا ہوا۔ میں بطور اڈا منیجر کے کام کرتا رہا۔ میں ڈرائیور یونین کا صدر رہا، اپنی قوم کا جنرل سیکرٹری اور اپنے قبیلے کی انجمن بلوچ کا صدر ہوں جو آج کل بلوچ ویلفیئر کی تنظیم میں ضم ہے۔ یونٹ چاہ پیر کوڑے والا ملتان کا بھی صدر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سید لال خانوادے کی وساطت سے مجھ پر بڑی کرم نوازی کی ہوئی ہے۔ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اس خانوادے کی وساطت سے پایا ہے۔ (۱۲۷)